

يا الله جل جلاله

يا رسول الله ﷺ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ٣٣)

اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

سینکڑوں مسائل شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

# العطايا السيفية فى الفتاوى النقشبندية

المجلد التاسع

تصنيف

فخر المتأخرين العالم العارف بالله  
مفسر كلام الله تعالى وخادم حديث رسول الله ﷺ

الشيخ السيد احمد على شاه

الحنفى الترمذى الماترىدى السيفى  
النقشبندى الجشتى القادري السهروردى

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ  
فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: **العطايا السيفية فى الفتاوى النقشبندية، المجلد التاسع**  
 تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ  
 سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ  
 تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبدالحق شاہ  
 ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ  
 طباعت اول: **اپریل ۲۰۲۲ء بمطابق شوال المکرم ۱۴۴۵ھ**  
 طباعت ثانی:  
 کمپوزر: **صوفی سید فرحان الحسن سیفی**  
 ناشر: **جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی**

**For More Books  
 Click On Ghulam  
 Safdar  
 Muhammadi  
 Saifi**

## فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	فہرست	۳
۲	(۱) باب نمبر ایک: اسعاف المرام فی اعطاء الہدیۃ للعلماء والمشاہخ العظام	۷
۳	اقوال الفقہاء من المذاہب الأربعة	۱۷
۴	اقوال الفقہاء من المالکیۃ	۱۹
۵	اقوال الفقہاء من الحنابلہ	۲۱
۶	اقوال من فقہ عام	۲۳
۷	کتاب الہبۃ والہدیۃ	۲۴
۸	الدلائل من الرقاق والاداب والاذکار	۲۷
۹	الدلائل من السیرۃ والشمائل	۳۱
۱۰	اقوال المشائخ من الصوفیاء	۳۳
۱۱	ترویج شریعت کی فضیلت	۳۴
۱۲	(۲) باب نمبر دو: امی ولی بن سکتا ہے کے بیان میں	۴۱
۱۳	(۳) باب نمبر تین: اولیاء اللہ کی فراست کا بیان	۷۵
۱۴	(۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفا لوگوں کی امداد کرنے کا بیان	۷۹
۱۵	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ”یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کہہ کر پکارنا	۸۶
۱۶	(۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا	۹۰
۱۷	(۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت	۱۲۱
۱۸	توجہ و تصرف مشائخ کرام	۱۲۱
۱۹	اللہ والوں کی صحبت اور توجہ کے مؤمنین کے دلوں پر اثرات کے دلائل	۱۲۲
۲۰	قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں	۱۲۳

۱۲۳	نبی کریم ﷺ کی ایک حبشی غلام پر توجہ اتحادی اور اس سے حبشی غلام کارنگ وروپ بدل جانا	۲۱
۱۲۵	مشائخ کامریدین پر توجہ کے ذریعے ان کی استعداد کو بڑھانا	۲۲
۱۲۶	اکابرین طریقتہ نقشبندیہ کا طریقہ تصرف	۲۳
۱۲۷	مشائخ کے تصرفات اور توجہ کا طریقہ	۲۴
۱۲۷	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کا اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے مریدین کی تربیت کے لئے خصوصی توجہات کی درخواست	۲۵
۱۲۸	سالکین کی تین اقسام	۲۶
۱۲۹	توجہ شیخ کیا ہے۔۔۔۔۔؟	۲۷
۱۲۹	توجہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے	۲۸
۱۳۰	حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کو سینے لگا کر دہانا بھی دراصل توجہ ہی تھی	۲۹
۱۳۱	ایک ولی اللہ کی توجہ سے چرواہے کا علماء وفقہاء کو بیان مسائل میں پیچھے چھوڑ دینا	۳۰
۱۳۲	رسول اللہ ﷺ کا بذریعہ توجہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال و کیفیات بدلنا	۳۱
۱۳۲	اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا توجہ و تصرفات سے لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کرنا	۳۲
۱۳۲	اقسام توجہ	۳۳
۱۳۳	خواجہ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی توجہ اتحادی سے نانباتی کا اُن جیسا بن جانا	۳۴
۱۳۵	اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا توجہ کے ذریعے گناہوں کا زائل کرنا اور بیماریوں کا علاج	۳۶
۱۳۶	طریق توجہ	۳۷
۱۳۶	شیخ کے لئے زبانی تربیت کے ساتھ توجہ باطنی کی اہمیت	۳۸
۱۳۷	اگر تمام عبادات ایک قطرہ ہیں تو کسی کے دل میں سرور داخل کرنا سمندر ہے	۳۹
۱۳۸	مشائخ کرام کا اپنے ہم عصر اولیاء کو توجہ لینے کی طرف راغب کرنا	۴۰
۱۳۹	پیر توجہ کی توجہ بھی دراصل شیخ کی ہی توجہ ہے	۴۱

۱۴۰	توجہ کرنے والا دوام ذکر کے ساتھ انکساری و عاجزی کو لازم پکڑے	۴۲
۱۴۱	حضور و جمعیت، جذبات و واردات اور لطائف و اعمال کی اصلاح میں توجہ کی اہمیت	۴۳
۱۴۲	اجازتِ توجہ کے لئے عالمِ امر و عالمِ خلق کا طے کرنا ضروری امر ہے	۴۴
۱۴۳	نبی کریم ﷺ کی توجہِ عالیہ کے ذریعے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوی حافظہ کے مالک اور کم و بیش ۷۵۰۰ احادیث کے راوی بنے	۴۵
۱۴۵	باطنی حالات و کیفیات بغیر کامل توجہ کے حاصل نہیں ہوتے	۴۶
۱۴۶	مرید کے لطائف کو جاری کرنے کے لئے شیخِ کامل کی چند توجہات ہی کافی ہیں	۴۷
۱۴۷	فیضِ القاء کرنا	۴۸
۱۴۷	اگر ایک مہلک حیوان کی نظر میں تاثیر کو مانتے ہو تو اولیاء اللہ کی توجہات و برکات کے منکر کیوں ہو؟	۴۹
۱۴۸	شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے منکر ولایت پر احوال کا طاری ہونا	۵۰
۱۴۹	مریدین اپنی استعداد کے مطابق توجہاتِ مشائخ سے استفادہ کرتے ہیں	۵۱
۱۴۹	سیدنا غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجہات سے محفل میں جذب و وجد کی کیفیات	۵۲
۱۵۰	خواجہ ابراہیم مجدوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی بدل جانا	۵۳
۱۵۰	مشائخِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا توجہِ لمس کے ذریعے برکاتِ عنایت فرمانا	۵۴
۱۵۷	اللہ کے ولی کی توجہ سے پتھر دو ٹکڑے ہو گیا	۵۵
۱۵۷	توجہ کے ذریعے شیخ رضی اللہ عنہ کا شیخ شہاب الدین سہروردی کے سینہ سے علمِ کلام کو دور کرنا	۵۶
۱۵۹	اولیاء اللہ جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں اپنے توجہات کی برکت سے	۵۷
۱۶۰	اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے	۵۸
۱۶۱	حضرت نجم الدین کبریٰ کی توجہ کی برکت سے ہزاروں طالب علم منزل مقصود تک پہنچے	۵۹
۱۶۱	توجہ کے ذریعے سے مقامات طے کرانا	۶۰

۱۶۴	شیخ کی توجہ سے شراب کا سرکہ بن جانا	۶۱
۱۶۴	ایک سوداگر کو مجلس میں حاجت براز ہونا اور شیخ رضی اللہ عنہ کی توجہ سے اس کا دور تک جانا اور پھر اسی وقت لوٹ آنا	۶۲
۱۶۵	شیخ رضی اللہ عنہ کے تصرف توجہ سے علماء کا علم جاتا رہنا	۶۳
۱۶۶	تانبے کے برتن شیخ کی توجہ سے بعض چاندی اور بعض سونے کے بن گئے	۶۴
۱۷۳	توجہ بھی کرامت کی مانند ہے	۶۵
۱۷۳	مشائخ کی توجہ طالبین کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے	۶۶
۱۷۴	صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ تو جہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے مراتب عالیہ پر پہنچا سکتا ہے	۶۷
۱۷۵	باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے	۶۸
۱۷۶	باطنی امراض کا بزرگان دین کی توجہ سے ازالہ	۶۹
۱۷۸	فنائیں اولیاء کرام کا تصرف	۷۰
۱۷۹	اولیاء کرام کی توجہ کی برکت سے جذب و سکر میں رہنا	۷۱
۱۸۰	اولیاء کرام کا خواب میں توجہ پر تصرف	۷۲
۱۸۱	اولیاء کرام کا بعد الوفات توجہ اور تصرف اور مقامات طے کروانا	۷۳
۱۸۳	مشائخ عظام وصال کے بعد بھی ذوق و شوق کے ساتھ اتصال رکھنے والے مریدین کی طرف توجہ فرماتے ہیں	
۱۸۵	خشک لکڑی پر توجہ کا اثر	
۱۸۵	اللہ تعالیٰ کی عنایت اور شیخ کی توجہات کے باعث خاص استعداد و قوت حاصل ہونا	
۱۸۵	توجہ میں اثر ہے یا نہیں؟	
۱۹۲	طریقہ تاثیر طالب یعنی توجہ دادن: سالک کو توجہ کرنے کا طریقہ	

For More Books Click On Ghulam Safdar  
Muhammadi Saifi

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱) باب نمبر ایک: اسعاف المرام فی اعطاء الهدیة للعلماء والمشایخ العظام

یعنی

علماء کرام اور مشائخ عظام کی خدمت میں تحفہ پیش کرنے کے بیان میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (المجادلة ۱۲)

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستر ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

أبو العباس أحمد بن محمد بن المهدي بن عجيبة الحسني الأنجري الفاسي الصوفي (المتوفى: ۱۲۲۳ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

الإشارة: إذا أردتم مناجاة المشايخ في زيارتكم، فقدّموا بين يدي نجواكم صدقة، تُدفع للشيخ، أو لأهل داره، فإنها مفتاح لفيض المواهب، مثالها كالدلو، لا يمكن رفع الماء إلا به<sup>1</sup>

محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الحنفي لکھتے ہیں:

2574 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُهُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَذَا يَأْهُمُ يَوْمَ عَائِشَةَ، يَنْتَعُونَ بِهَا - أَوْ يَنْتَعُونَ بِذَلِكَ - مَرَضًا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابي الحنفي بدر الدين العيني (المتوفى: 855ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ: جَوَازُ تَحْرِيقِ الْهَدَايَةِ انْتِغَاءَ مَرَضَةِ الْمَهْدِيِّ إِلَيْهِ<sup>2</sup>

علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ: حَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ أَيْ: تَعَهَّدُوا طَلَبَهَا فِيهَا. اهـ. وَالْمَعْنَى يَطْلُبُونَ زِيَادَةَ الثَّوَابِ (بِهَذَا يَأْهُمُ يَوْمَ عَائِشَةَ)، أَيْ فِي الْيَوْمِ الَّذِي هُوَ نُوبَةُ عَائِشَةَ، وَالنَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عِنْدَهَا (يَنْتَعُونَ)، أَيْ:

<sup>1</sup> (البحر المديد في تفسير القرآن المجيد)

<sup>2</sup> (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ۱ ص ۱۳۳)

## (۱) باب نمبر دیک: اسعاف المروم فی إعطاء الهدیة للعلماء والمشاغ العظام

يَطْلُبُونَ (بِذَلِكَ)، أَي: يَأْزِلُ هَدَايَاهُمْ إِلَيْهِ فِي يَوْمِهَا (مَرْصَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ). أَي: زِيَادَةَ رِضَاةٍ لِمَزِيدٍ مَحَبَّتِهِ لَهَا.<sup>1</sup>

محمد بن علي بن آدم بن موسى الأثيوبي الوَلَوِي اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ) لما يرون من حب النبي صلى الله عليه وسلم إياها أكثر من حبه غيرها، ففي رواية البخاري: "وكان الناس قد علموا حب رسول الله صلى الله عليه وسلم عائشة، فإذا كانت عند أحدهم هدية يريد أن يهديها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم - آخرها، حتى إذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت عائشة بعث صاحب الهدية إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت عائشة (رضي الله عنها)."<sup>2</sup>

محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ) لکھتے ہیں:

بَاب مَا جَاءَ فِي قَبُولِ الْهَدِيَّةِ وَاجَابَةِ الدَّعْوَةِ.

1338 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيَ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَالْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ، وَسَلْمَانَ، وَمَعَاوِيَةَ بْنِ حَنْظَلَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عُلْفَةَ. [ص: 616] حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.<sup>3</sup>

محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ) لکھتے ہیں:

بَاب مَا جَاءَ فِي قَبُولِ الْهَدِيَّةِ وَالْمُكَافَأَةِ عَلَيْهَا.

1953 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ، وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُشِيبُ عَلَيْهَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ.<sup>4</sup>

محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ) لکھتے ہیں:

بَاب فِي حُبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّهَادِي.

حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تَذْهَبُ وَحَرُّ الصَّدْرِ، وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةَ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شَقَّ فَرْسِنُ شَاةٍ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَأَبُو مَعْشَرٍ اسْمُهُ نَجِيحٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قَبْلِ حَفْظِهِ.<sup>5</sup>

<sup>1</sup> (مرواة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج 9 ص 391)

<sup>2</sup> (شرح سنن النسائي المسمى ذخيرة العقبى في شرح المجتبى ج 28 ص 203)

<sup>3</sup> (سنن الترمذي ج 3 ص 215)

<sup>4</sup> (سنن الترمذي ج 3 ص 338)

<sup>5</sup> (سنن الترمذي ج 3 ص 221)



محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک، الترمذی، أبو عیسیٰ (التوفی: 279ھ) لکھتے ہیں:

الْهَدِيَّةُ لِمَنْ عَرَسَ -

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ وَهُوَ ابْنُ سَلِيمَانَ، عَنْ الْجَعْفَرِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِأَهْلِهِ، قَالَ: وَصَنَعْتُ أُمِّي أُمُّ سَلِيمٍ حَيْسًا، قَالَ: فَذَهَبَتْ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّي تُفَرِّئُكَ السَّلَامَ، وَتَقُولُ لَكَ إِنَّ هَذَا لَكَ مِنَّا قَلِيلٌ، قَالَ: ضَعُفُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَذْهَبَ فَادْعُ فَلَانًا وَفُلَانًا وَمَنْ لَقِيتَ وَسَمَى رَجُلًا، فَدَعَوْتُ مَنْ سَمَى وَمَنْ لَقِيتُهُ، - قُلْتُ لِأَنَسٍ: عِدَّةُ كَمْ كَانُوا؟ قَالَ: يُعْنِي زُهَاءُ ثَلَاثَ مِائَةٍ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَتَحَلَّقَ عَشْرَةُ عَشْرَةٍ فَلْيَأْكُلْ كُلُّ إِنْسَانٍ مِمَّا يَلِيهِ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَدَخَلَتْ طَائِفَةٌ، قَالَ لِي: يَا أَنَسُ، ارْزُقْ فَرَفَعْتُ، فَمَا أَذْرِي حِينَ رَفَعْتُ كَانَ أَكْثَرَ أَمْ حِينَ وَضَعْتُ<sup>1</sup>

معمر بن أبي عمرو وراشد الأزدی مولاهم، أبو عروۃ البصری، نزیل الیمن (التوفی: 153ھ) لکھتے ہیں:

باب الهدية -

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ أَهْدَيْتُ لِي كُرَاعٌ لَقَبِلْتُهَا، وَلَوْ دُعِيتُ عَلَيْهَا لَأَجَبْتُ - أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَحْقِرَنَّ أَمْرًا لِحَارَتِهَا، وَلَوْ فَرَسَنَ شَاةٍ، قَالَ زَيْدُ: الظِّلْفُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ أَمْرًا تَخْرُجُ مِنْ عِنْدِ عَائِشَةَ، وَمَعَهَا شَيْءٌ تَحْمِلُهُ، فَقَالَ لَهَا: مَا هَذَا؟ قَالَتْ: أَهْدَيْتُهُ لِعَائِشَةَ فَأَبَتْ أَنْ تَقْبَلَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ حِينَ دَخَلَ عَلَيْهَا: هَلَا قَبِلْتِي مِنْهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا مُحْتَاجَةٌ، وَهِيَ كَانَتْ أَخْرَجَ إِلَيْهِ مِنِّي، قَالَ: فَهَلَا قَبِلْتِي مِنْهَا، وَأَعْطَيْتِيهَا خَيْرٌ أَمْنَهُ<sup>2</sup>

باب هدية الأغراب -

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرُ بْنُ حَرَامٍ أَوْ حَرَامٍ، وَكَانَ يَهْدِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدِيَّةَ مِنَ الْبَادِيَةِ، فَيَجْهَرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ زَاهِرًا بَادِينَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ، قَالَ: وَكَانَ يُحِبُّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ، فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ، وَهُوَ لَا يَبْصُرُهُ فَقَالَ: أَرْسَلَنِي، مَنْ هَذَا؟ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرُهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهُ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَاسِدٍ، - أَوْ قَالَ: - لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَ غَالٌ<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۳۶)

<sup>2</sup> (الجامع منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۲۳۹)

<sup>3</sup> (الجامع منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۲۵۴، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ج ۱ ص ۱۰۶، الأحاديث المختارة أو المستخرجة من الأحاديث المختارة ج ۵ ص ۸۸، المسند الموضوعي للكتب العشرة ج ۳ ص ۱)

أبو داود وسليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصري (التوفى: ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنَاطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ هَانِيٍّ بْنُ غَزْوَةَ بْنِ قَعَاصٍ، عَنْ أَبِي خَذَنِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُلْقَمَةَ أَبِي عُلْقَمَةَ الثَّقَفِيِّ، أَنَّ وَفَدَ ثَقِيفٍ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدُوا إِلَيْهِ هَدِيَّةً فَقَالَ: أَصَدَقَةٌ أَمْ هَدِيَّةٌ؟ فَإِنَّ الصَّدَقَةَ يَبْتَغَى بِهَا وَجْهَ اللَّهِ وَإِنَّ الْهَدِيَّةَ يَبْتَغَى بِهَا وَجْهَ الرَّسُولِ وَقَضَاءُ الْحَاجَةِ فَسَأَلُوهُ فَمَارَ الْوَايسَاءُ لَوْ نَهَ حَتَّى مَا صَلُّوا الظُّهْرَ إِلَّا مَعَ الْعَصْرِ<sup>1</sup>

أبو داود وسليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصري (التوفى: ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَادُوا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تَذْهَبُ وَغَرَّ الصَّدْرَ، لَا تَخْقِرَنَّ جَارَةً لِجَارَتِهَا وَلَوْ نِصْفَ فَرَسٍ شَاقٍ<sup>2</sup>

أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني (التوفى: ۲۱۱ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ قَالَ: دَخَلَ قَوْمٌ عَلَى سَلْمَانَ وَهُوَ أَمِيرٌ بِالْمَدَائِنِ وَهُوَ يَعْمَلُ هَذَا الْخَوْصَ، فَقِيلَ لَهُ: أَتَعْمَلُ هَذَا وَأَنْتَ أَمِيرٌ؟ وَهُوَ يُجْرِي عَلَيْكَ رِزْقٌ قَالَ: إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ أَكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِي، وَسَأَخْبِرُكُمْ كَيْفَ تَعَلَّمْتُ هَذَا، إِنِّي كُنْتُ فِي أَهْلِي بِرَامِ هُزْمَرٍ، وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى مُعَلِّمِي الْكِتَابِ وَكَانَ فِي الطَّرِيقِ رَاهِبٌ فَكُنْتُ إِذَا مَرَزْتُ جَلَسْتُ عِنْدَهُ، فَكَانَ يُخْبِرُنِي مِنْ خَيْرِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَنَحْوًا مِنْ ذَلِكَ حَتَّى اسْتَعْلَتْ عَنْ كِتَابَتِي وَلَزِمْنَاهُ، فَأَخْبَرَ أَهْلِي الْمُعَلِّمَ، وَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّاهِبَ قَدْ أَفْسَدَ ابْنُكُمْ قَالَ: فَأَخْرَجُوهُ، فَاسْتَحْفَيْتُ مِنْهُمْ قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا الْمَوْصِلَ، فَوَجَدْنَا بِهَا أَرْبَعِينَ رَاهِبًا فَكَانَ بِهِمْ مِنَ التَّعْظِيمِ لِلرَّاهِبِ الَّذِي جِئْتُ مَعَهُ شَيْءٌ عَظِيمٌ، فَكُنْتُ مَعَهُمْ أَشْهُرًا، فَمَرَضْتُ فَقَالَ رَاهِبٌ مِنْهُمْ: إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَأَصَلِّي فِيهِ فَفَرَحْتُ بِذَلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا مَعَكُمْ قَالَ: فَخَرَجْنَا قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْبَرَ عَلَى مَشْيٍ مِنْهُ، كَانَ يَمْشِي فَإِذَا رَأَى أَغْيِثَ قَالَ: ازْفُدْ، وَقَامَ يَصَلِّي، فَكَانَ كَذَلِكَ لَمْ يُطْعَمْ يَوْمًا حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَلَمَّا قَدِمْنَا هَارَ قَدْ، وَقَالَ لِي: إِذَا رَأَيْتَ الظِّلَ هَاهُنَا، فَأَيْقِظْنِي، فَلَمَّا بَلَغَ الظِّلَ ذَلِكَ الْمَكَانَ، أَرَدْتُ أَنْ أَوْقِظَهُ ثُمَّ قُلْتُ: شَهْرٌ وَلَمْ يَزِدْ قَدْ وَاللَّهِ لَأَدْعُهُ قَلِيلًا، فَتَرَكْتُهُ سَاعَةً فَاسْتَيْقَظَ فَرَأَى الظِّلَ قَدْ جَارَ ذَلِكَ الْمَكَانَ، فَقَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ أَنْ تُوقِظَنِي؟ قُلْتُ: قَدْ كُنْتُ لَمْ تَنْمَ فَأَخْبَيْتُ أَنْ أَدْعَكَ أَنْ تَنَامَ قَلِيلًا قَالَ: إِنِّي لَا أَحِبُّ أَنْ يَأْتِيَ عَلَيَّ سَاعَةٌ إِلَّا وَأَنَا ذَاكِرُ اللَّهِ تَعَالَى فِيهَا قَالَ: ثُمَّ دَخَلْنَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَإِذَا سَائِلٌ مَقْعَدِيَسَاءُ، فَسَأَلَهُ، فَلَا أَدْرِي مَا قَالَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ الْمَقْعَدُ: دَخَلْتُ وَلَمْ تُعْطِنِي شَيْئًا، وَخَرَجْتُ وَلَمْ تُعْطِنِي شَيْئًا قَالَ: هَلْ تُحِبُّ أَنْ تَقُومَ؟ قَالَ: فَدَعَا لَهُ فَقَامَ، فَجَعَلْتُ أَتَعَجَّبُ وَأَتَّبِعُهُ، فَسَهَوْتُ، فَذَهَبَ الرَّاهِبُ ثُمَّ خَرَجْتُ أَتَّبِعُهُ [ص: 420]، أَسْأَلُ عَنْهُ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَأَلْتُهُمْ عَنْهُ، فَقُلْتُ: أَرَأَيْتُمْ رَجُلًا كَذَا وَكَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا عَبْدُ آبِقٍ، فَأَخَذُونِي فَأَرَدُونِي خَلْفَ رَجُلٍ مِنْهُمْ، حَتَّى قَدِمُوا بِي الْمَدِينَةَ فَجَعَلُونِي فِي حَائِطٍ لَهُمْ، فَكُنْتُ أَعْمَلُ هَذَا الْخَوْصَ، فَمِنْ ثَمَّ تَعَلَّمْتُهَا قَالَ: وَكَانَ الرَّاهِبُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ

<sup>1</sup> (مسند أبي داود الطيالسي ج ۲ ص ۶۷۱)

<sup>2</sup> (مسند أبي داود الطيالسي ج ۳ ص ۹۵)

## (۱) باب نمبر دیک: اسعاف المروم فی إعطاء الهدیة للعلماء والمشاغ العظام

يُعْطِ الْعَرَبُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَحَدًا، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْهُمْ نَبِيٌّ، فَإِنْ أَدْرَكَتْهُ، فَصَدَقْهُ، وَآمِنْ بِهِ، وَإِنْ آتَيْتَهُ أَنْ يَقْبَلَ الْهَدِيَّةَ، وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، وَإِنْ فِي ظَهْرِهِ خَاتَمُ النَّبُوَّةِ قَالَ: فَمَكَّثْتُ مَا مَكَّثْتُ، ثُمَّ قَالُوا: جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى الْمَدِينَةِ فَخَرَجْتُ مَعِيَ بِتَمْرٍ، فَجِئْتُ إِلَيْهِ بِهِ فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قُلْتُ: صَدَقَةٌ قَالَ: لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، فَأَخَذْتُه ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِتَمْرٍ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقُلْتُ: هَدِيَّةٌ، فَأَكَلَ، وَأَكَلَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ قُمْتُ وَرَأَاهُ لَا نَظَرَ الْحَاتِمَ، فَقَطِنَ بِي فَأَلْقَى رِذَاءَهُ عَنْ مَنْكِبِيهِ، فَأَمَنْتُ بِهِ وَصَدَقْتُهُ قَالَ: فَإِنَّمَا كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ نَخْلَةٍ، وَإِنَّمَا اشْتَرَى نَفْسَهُ بِمِائَةِ نَخْلَةٍ قَالَ: فَعَرَسَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، فَلَمْ يَحِلِّ الْحَوْلُ حَتَّى بَلَغَتْ، أَوْ قَالَ: أَكَلَ مِنْهُ<sup>1</sup>

أبو عثمان سعيد بن منصور بن شعبة الخراساني الجوزجاني (المتوفى: ۲۲۷ھ) لکھتے ہیں:

سَعِيدُ قَالَ: نَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ كُلْثُومٍ، قَالَتْ: "لَمَّا تَرَوْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ لَهَا: إِنِّي قَدْ أَهْدَيْتُ لِلنَّجَاشِيِّ أَوْاقِي مِنْ مِسْكِ وَخُلَّةٍ، وَلَا أَرَاهُ إِلَّا قَدْ مَاتَ، وَلَا أَرَى هَدِيَّتِي الَّتِي أَهْدَيْتُ إِلَيْهِ إِلَّا سَتَرْدُ إِلَيَّ، فَإِذَا رَدَّتْ إِلَيَّ فَهِيَ لَكَ. فَكَانَ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَاتَ النَّجَاشِيُّ، وَرَدَّتْ هَدِيَّتُهُ، فَلَمَّا رَدَّتْ إِلَيْهِ الْهَدِيَّةُ أُعْطِيَ كُلُّ امْرِئٍ مِنْ نِسَائِهِ أَوْقِيَّةً مِنْ ذَلِكَ الْمِسْكِ، وَأُعْطِيَ سَائِرُهُ أُمِّ سَلَمَةَ، وَأَعْطَاهَا الْخُلَّةَ"<sup>2</sup>

أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: ۲۳۵ھ) لکھتے ہیں:

عُمَرُ، نَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، نَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ الطَّنَافِيسِيِّ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَرُدُّوا الْهَدِيَّةَ، وَأَجْبُوا الدَّاعِيَ، وَلَا تُضَرُّوا الْمُسْلِمِينَ<sup>3</sup>

أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا خَلْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَهَادَا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَغَرَّ الصَّدْرِ"<sup>4</sup>

أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكَيْعٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ أَهْدَيْتُ لِي ذِرَاعَ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ"، قَالَ وَكَيْعٌ فِي حَدِيثِهِ: "لَوْ أَهْدَيْتُ (1) إِلَيَّ ذِرَاعًا".

<sup>1</sup> (المصنف ج ۸ ص ۳۱۸)

<sup>2</sup> (سنن سعيد بن منصور ج ۱ ص ۱۶۱)

<sup>3</sup> (مسند ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۱۶۱)

<sup>4</sup> حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف أبي معشر. سعيد: هو المقبري كما جاء منسوباً في "مسند الطيالسي" و"مسند الشهاب" للقضاعي، وكما نقله الحفاظ ابن حجر في "النكت الطراف" 500/9 عن أبي العباس الطريقي وأقره عليه، وقد أورد هذا الحديث في ترجمته من "أطراف المسند" 242/7. (مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۳۱)

## (١) باب نمبر دیک: اسعاف المروم في إعطاء الهدية للعلماء والمشايخ العظام

(١) في (م) والنسخ المتأخرة: "لو أُهْدِيَتْ" بالتاء، وهو خطأ، إذ لا فرق حينئذ بين رواية وكيع وبين رواية أبي

معاوية.

(٢) إسناده صحيح على شرط الشيخين. أبو حازم: هو سلمان الأشجعي.

وأخرجه البخاري (5178) من طريق أبي حمزة محمد بن ميمون، وابن حبان (5291)، والبخاري (1609)

من طريق أسباط بن محمد، كلاهما عن سليمان بن == مهرا ن الأعمش، بهذا الإسناد.

وأخرجه البيهقي 169/6 من طريق وكيع وحده به.

وأخرج ابن عدي 1688/5 من طريق عمر بن يزيد، عن عطاء، عن أبي هريرة: كان رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يلبس الصوف، ويجلس على الأرض ويأكل عليها، ويركب الحمار، ويعتقل الشاة ويحتلبها، ويحب دعوة الملوكة ويقول: "لو دُعِيْتُ إِلَى كِرَاعٍ لَأَجِبْتُ" وعمر بن يزيد قال ابن عدي: منكر الحديث عن عطاء وغيره، وقال: هذا الحديث عن عطاء غير محفوظ.

وأخرج أيضاً 1937/5 من طريق عبد الواحد بن سليمان، عن عبد الله بن عون، عن ابن سيرين، عن أبي هريرة، مرفوعاً: "لو دُعِيْتُ إِلَى كِرَاعٍ لَأَجِبْتُ، ولو أُهْدِيَ إِلَى كِرَاعٍ لَقَبَلْتُ". وقال عقبه: لا يتابع عبد الواحد عليها (أي على أحاديثه) أحد، يتفرد به عن ابن عون.

وفي الباب عن أنس بن مالك، سيأتي في "المسند" 209/3.

وعن أم حكيم بنت ودا ع عند الطبراني في "الكبير" 25/(392).

قوله: "كِرَاع" قال الحافظ في "الفتح" 245/9: بضم الكاف وتخفيف الراء وآخره عين مهملة: هو مُسْتَدَق

الساق من الرجل، ومن حد الرسغ من اليد، وهو من البقر والغنم بمنزلة الوظيف من الفرس والبعير، وقيل: هو ما دون الكعب من الدواب، وقال ابن فارس: كِرَاع كل شيء: طرفه.

ثم قال: وفي الحديث دليل على حسن خلقه صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وتواضعه وجبره لقلوب الناس، وعلى قبول الهدية وإجابة من يدعوه إلى منزله، ولو علم أن الذي يدعوه إليه شيء قليل، وفيه الحضر على المواصلة والتحاب والتألف، وإجابة الدعوة لما قل أو كثر، وقبول الهدية كذلك.<sup>1</sup>

أبو عبد الله الحسين بن الحسن بن حرب السلمي المروزي (المتوفى ٢٣٦هـ) لکھے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَحْدُثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْهَدِيَّةُ رِزْقٌ مِنَ اللَّهِ فَمَنْ أُهْدِيَ لَهُ شَيْءٌ فَلْيَقْبَلْهُ وَلْيَغْطِ خَيْرَ امْنِهِ. حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمَكِّيُّ، عَنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزِدُّنَ الرَّجُلَ هَدِيَّةً أَخِيهِ فَإِنْ وَجَدَ فَلْيَكْفِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبَلْتُهُ وَلَوْ دُعِيْتُ إِلَى كِرَاعٍ لَأَجِبْتُ.<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ١٥ ص ٢٩٣)

<sup>2</sup> (البر والصلة عن ابن المبارك وغيره ج ١ ص ١٢٠)

محمد بن اسماعیل أبو عبد الله البخاری الجعفی لکھتے ہیں:

باب ذِکْرِ النَّسَاجِ:

2093 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَغْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجَةٌ فِي حَاشِيَتَيْهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدَيَّ أَكْسُو كَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارَةٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكْسِنِيهَا. فَقَالَ: «نَعَمْ». فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَزِدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.<sup>1</sup>

ابن بطلال أبو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک (المتوفی: 449ھ) اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال المهلب: فيه: جواز قبول الهدية من الضعيف إذا كان له مقصدًا من التبرك وشبهه. وفيه: الهبة لما يسأله الإنسان من ثوب أو غيره. وفيه: الأثرة على نفسه وإن كانت به حاجة إلى ذلك الشيء. وفيه: التبرك بثوب الإمام والعالم، رجاء النفع به في استشعاره كفنًا وشبه ذلك.<sup>2</sup>

محمد بن علی بن آدم بن موسی الاثیری الوَلَوِی اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

(المسألة الثالثة): في فوائده:

(منها): ما ترجم له المصنف رحمه الله تعالى، وهو بيان جواز لبس البرود. (ومنها): حسن خلق النبي صلى الله عليه وسلم، وسعة جوده. (ومنها): استحباب قبول الهدية. (ومنها): ما استنبطه المهلب منه، وهو جواز ترك مكافأة الفقير على هديته. وتُعقَّب بأنه ليس ذلك بظاهر منه، فإن المكافأة كانت عادة النبي - صلى الله عليه وسلم - مستمرة، فلا يلزم من السكوت عنها هنا، أن لا يكون فعلها، بل ليس في سياق هذا الحديث الجزم بكون ذلك كأن هدية، فيحتمل أن تكون عرضتها عليه؛ ليشترى بها منها. (ومنها): جواز الاعتماد على القرائن، ولو تجردت، لقولهم: "فأخذها محتاجا إليها"، وفيه نظر؛ لاحتمال أن يكون سبق لهم منه قول، يدل على ذلك، كما تقدّم. (ومنها): الترغيب في المصنوع بالنسبة إلى صانعه، إذا كان ماهراً، ويحتمل أن تكون أرادت بنسبته إليها، إزالة ما يخشى من التذليس. (ومنها): جواز استحسان الإنسان ما يراه على غيره، من الملابس، وغيرها، إما ليعرّفه قدرها، وإما ليعرّض له بطلبه منه، حيث يسوغ له ذلك. (ومنها): أن فيه مشروعية الإنكار عند مخالفة الأدب ظاهراً، وإن لم يبلغ المنكر درجة التحريم. (ومنها): التبرك بآثار النبي - صلى الله عليه وسلم -. (ومنها): ما قاله ابن بطلال: فيه جواز إعداد الشيء قبل وقت الحاجة إليه، قال: وَقَدْ حَفَرُ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّالِحِينَ قُبُورَهُمْ قَبْلَ الْمَوْتِ. وتعبه الزين ابن المنير: بأن

<sup>1</sup> (صحيح البخاری ج ۳ ص ۲۱ باب ذِکْرِ النَّسَاجِ - الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقیم ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي)

<sup>2</sup> (شرح صحيح البخاری لابن بطلال ج ۶ ص ۲۲۵ دار النشر: مكتبة الرشد - السعودية، الرياض)

## (۱) باب نمبر دیکھیں: اسعاف المروم فی إعطاء الهدیة للعلماء والمشاغ العظام

ذلک لم یقع من أحد من الصحابة، قال: ولو کان مستحباً لکثر فیهم. وقال بعض الشافعیة: ینبغي لمن أعد شيئاً من ذلک، أن یجتهد فی تحصیلہ من جهة یشق بحلہا، أو من أثر من یعتقد فیہ الصلاح والبرکة. والله تعالی أعلم بالصواب، وإلیہ المرجع والمآب۔

"إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وماتو فيقي إلا بالله، عليه توكلت، وإليه أنيب" <sup>1</sup>

ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: 804ھ) اس حدیث

شریف کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه: جواز قبول الهدیة من الضعیف إذا كان له مفضلة من التبرک وشبهه. والهدیة لما یسألہ الإنسان من ثوبه أو غیره. والاثرة علی نفسه وإن كانت به حاجة إلى ذلک الشیء، والتبرک بثوب الإمام والعالم؟ رجاء النفع به فی استشعاره کفناً وشبه ذلک، وإعداد الکفن. <sup>2</sup>

أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى:

255ھ) لکھتے ہیں:

باب التَّهْنِي عَنْ رَدِّ الْهَدِيَّةِ

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّهُ قَالَ: [ص: 1026] قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَعْطَاهُ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهُ، وَمَا آتَاكَ اللَّهُ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ، وَمَالًا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

[تعلیق المحقق] إسناده ضعيف ولكن الحديث متفق عليه۔ <sup>3</sup>

محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله (المتوفى: 256ھ) لکھتے ہیں:

باب قبول الهدية

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (تَهَادُوا وَتَحَابُّوا)۔ <sup>4</sup>

<sup>1</sup> (شرح سنن النسائي المسمى ذخيرة العقبى في شرح المجتبى ج ۳۹ ص ۷۶: دار المعراج الدولية للنشر)

<sup>2</sup> (التوضيح لشرح الجامع الصحيح ج ۱۳ ص ۲۰۰: دار النوادر، دمشق - سوريا)

<sup>3</sup> (مسند الدارمي المعروف به سنن الدارمي ج ۲ ص ۱۰۲۵)

<sup>4</sup> (الأدب المفرد بالتعليقات ج ۱ ص ۳۰۶)

أبو بکر أحمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی (المتوفی: 311ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ: ثنا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: ثنا رَجُلٌ، وَالرَّجُلُ عَلِيُّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ سَلَمَةَ الصَّبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِصْمَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ، فَأَتَاهَا رَسُولُ مُعَاوِيَةَ بِهَدِيَّةٍ، فَقَالَ: أَرْسَلْ بِهَا إِلَيْكَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. فَقَالَتْ: أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، وَهُوَ [ص: 61] أَمِيرُكُمْ، وَقَبِلَتِ الْهَدِيَّةَ<sup>1</sup>

سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360ھ) لکھتے ہیں:

وَبِهِ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، تَهَادَوْا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تَسْلُ السَّخِيمَةَ، وَتُورِثُ الْمُودَةَ، فَوَاللَّهِ لَوْ أَهْدَيْتُ إِلَى كِرَاعٍ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ لَأَجَبْتُ لَمْ يَزُ وَهَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا عَائِدًا<sup>2</sup>

سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُطَلِبُ بْنُ شُعَيْبٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ جَزَامٍ قَالَ: كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ رَجُلٍ مِنَ النَّاسِ إِلَيَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَبِيٌّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ إِلَى الْمَدِينَةِ شَهِدَ حَكِيمُ الْمُؤَسِّمَ وَهُوَ كَافِرٌ، فَوَجَدَ حُلَّةً لِيَذِي يَزْنَ ثَبَاغٌ، فَاشْتَرَاهَا لِيَهْدِيَهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدِمَ بِهَا عَلَيْهِ الْمَدِينَةَ، فَأَرَادَهُ عَلَى قَبْضِهَا هَدِيَّةً فَأَبَى، فَقَالَ: إِنَّا لَا نَقْبَلُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَيْئًا، وَلَكِنْ إِنْ شِئْتَ أَخَذْتُهَا مِنْكَ بِالْثَّمَنِ. فَأَعْطَيْتُهُ إِيَّاهَا حِينَ أَبَى عَلَيَّ الْهَدِيَّةَ فَلَبِسَهَا، فَرَأَيْتُهَا عَلَيْهِ عَلَى الْمُنْبَرِ، فَلَمْ أَرَ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ أَعْطَاهَا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَرَأَاهَا حَكِيمٌ عَلَى أُسَامَةَ، فَقَالَ: يَا أُسَامَةُ، أَنْتَ تَلْبَسُ حُلَّةَ ذِي يَزْنَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَاللَّهِ لَا نَاخِيزُ مِنْ ذِي يَزْنَ، وَلَا أَبِي خَيْزُ مِنْ أَبِيهِ. قَالَ حَكِيمٌ: فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ أَعْجِبُهُمْ يَقُولُ أُسَامَةَ<sup>3</sup>

سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360ھ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَبَابَةُ بِنْتُ عَجْلَانَ الْخَزَاعِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَنِي أُمِّي حَفْصَةُ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ جَرِيرٍ، عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ وَدَاعٍ الْخَزَاعِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُضَعِّفُ الْحُبَّ وَتَذْهَبُ بِغَوَائِلِ الصَّدْرِ<sup>4</sup>

أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان الأنصاري المعروف بأبي الشيخ الأصبهاني (المتوفى:

369ھ) لکھتے ہیں:

باب صافحوا أيذهب الغل وتهادوا أتذهب الشحناؤ

<sup>1</sup> (السنة لابن بكر بن الخلال ج ۳ ص ۲۰)

<sup>2</sup> (المعجم الأوسط ج ۲ ص ۱۲۶)

<sup>3</sup> (المعجم الكبير ج ۳ ص ۲۰۲)

<sup>4</sup> (المعجم الكبير ج ۵ ص ۱۲۲)



حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْحَسَنِ، ثَنَا أَبُو عَمَّارٍ، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَائِدِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ حَضَرَ تَهَادُّوا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ - قُلْتُ أَوْ كَثُرَتْ - تَذْهَبُ السَّخِيمَةَ وَتُورِثُ الْمَوَدَّةَ حَدَّثَنَا قَاسِمُ الْمُطَرِّزُ، ثَنَا سُوَيْدٌ، ثَنَا ضِمَامٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ وَرْدَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَهَادُّوا تَحَابُّوا، نِعَمٌ مِفْتَاحُ الْحَاجَةِ الْهَدِيَّةُ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَحْمَدَ، ثَنَا الْبُهِرُ قَانِي، ثَنَا أَشْعَثُ بْنُ [ص: 289] عَطَافٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَهَادُّوا فَإِنَّهُ يَذْهَبُ بِخُلِّ الصَّدْرِ<sup>1</sup>

أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري

المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ) لکھے ہیں:

حَدَّثَنَا الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَافِظُ إِمْلَاءً غُرَّةَ صَفَرٍ سَنَةِ سَبْعٍ وَتِسْعِينَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ، أَنَبَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَخْبُوبِيُّ، بِمَرْوٍ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى الطَّرْسُوسِيُّ، وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ الْفَقِيهِيُّ، بِبَغْدَادَ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِي، ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشَّعْرَانِيُّ، قَالُوا: ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ دَاوُدَ الصَّنْعَانِيُّ، أَخْبَرَنِي أَفْلَحُ بْنُ كَثِيرٍ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: نَزَلَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ لَمْ يَنْزَلْ فِي مِثْلِهَا قَطُّ ضَاحِكًا مُسْتَبْشِرًا، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا جَبْرِيلُ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكَ بِهَدِيَّةٍ كُنُوزِ الْعَرْشِ أَكْرَمَكَ اللَّهُ بِهِنَّ، قَالَ: "وَمَا تِلْكَ الْهَدِيَّةُ يَا جَبْرِيلُ، فَقَالَ جَبْرِيلُ قُلْ يَا مَنْ أَظْهَرَ الْجَمِيلَ وَسَتَرَ الْقَبِيحَ، يَا مَنْ لَا يُؤَاخِذُ بِالْجَرِيرَةِ وَلَا يَهْتِكُ السِّتْرَ يَا عَظِيمَ الْعَفْوِ، يَا حَسَنَ التَّجَاوُزِ، يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ، يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ، يَا صَاحِبَ كُلِّ نَجْوَى، وَيَا مُنْتَهَى كُلِّ شَكْوَى، يَا كَرِيمَ الصَّفْحِ، يَا عَظِيمَ الْمَنِّ، يَا مُبْتَدِئَ النِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا، يَا رَبَّنَا، وَيَا سَيِّدَنَا، وَيَا مَوْلَانَا، وَيَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا، أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ أَنْ لَا تَشْوِي خَلْقِي بِالنَّارِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا ثَوَابُ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ - ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ بَعْدَ الدُّعَاءِ بِطَوِيلِهِ - هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لِإِسْنَادِهِ فَإِنْ زَوَّاهُ كُلُّهُمْ مَدَنِيُونَ ثِقَاتٌ، وَقَدْ ذَكَرْتُ فِيْمَا تَقْدَّمَ الْخِلَافَ بَيْنَ أُنَمَّةِ الْحَدِيثِ فِي سَمَاعِ شُعَيْبِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو مِنْ جَدِّهِ<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (كتاب الأمثال في الحديث النبوي ج ١ ص ٢٨٨)

<sup>2</sup> (المستدرک علی الصحیحین ج ١ ص ٤٢٩)



## اقوال الفقهاء من المذاهب الأربعة

اقوال الفقهاء من الاحناف:

عبدالرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده، يعرف بداماد أفندي (المتوفى: 1078 هـ) كُتِبَ به: **وَفِي الْخَائِنَةِ: وَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ وَالْمُفْتِي قَبُولُ الْهَدِيَّةِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ الْخَاصَّةِ (وَيَحْضُرُ الدَّعْوَةَ الْعَامَّةَ) لِعَدَمِ كَوْنِهَا لِلْقَضَاءِ إِلَّا إِذَا كَانَ صَاحِبَ الْعَامَّةِ أَحَدَ الْخُصْمَيْنِ (لَا الْخَاصَّةَ) لِأَنَّهَا جُعِلَتْ لِأَجْلِهِ وَلَمْ يُفْصَلْ فِي الْخَاصَّةِ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْقَرِيبِ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ مَا إِذَا جَرَتْ لَهُ عَادَةٌ بِهَا أَوْ لَمْ تَجْرَ<sup>1</sup>**

أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني (المتوفى: 189 هـ) كُتِبَ به:

وحدثنا أبو يوسف عن عاصم بن سليمان عن محمد بن سيرين قال: أقرض عمر بن الخطاب أبي بن كعب عشرة آلاف درهم. قال: وكانت لأبي نخلٌ تُعَجَّل. قال: فأهدى أبي بن كعب لعمر بن الخطاب زطياً، فردّه عليه، فلقيه أبي بن كعب، فقال: أظننت أنني أهديت لك من أجل مالك، ابعث إلى مالك فخذ. قال: فقال عمر لأبي: رد إلينا هديتنا<sup>2</sup>. قال السرخسي: إن هذا إن كان بطريق البيع فاشترط إيفاء بدلٍ له حَمَلٌ ومؤونة في مكان آخر مبطل للبيع، وهو مبادلة التمر بالتمر نسيئة، وذلك لا يجوز. وإن كان بطريق الاستقراض فهذا قرض جَرَّ منفعة، وهو إسقاط خطر الطريق عن نفسه ومؤنة الحمل، ونهى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن قرض جَرَّ منفعة، وسماها ربا<sup>3</sup>. وقد أخرج الحديث المذكور الحارث بن أبي أسامة في مسنده وغيره عن علي - رضي الله عنه - مرفوعاً بلفظ: "كل قرض جر منفعة فهو ربا"، بسند ضعيف. لكن روي معناه موقوفاً عن ابن مسعود وأبي بن كعب وعبد الله بن سلام وابن عباس وفضالة بن عبيد - رضي الله عنهم -، كما روي عن عدد من التابعين<sup>4</sup>. أهدي.

(المصنف لعبد الرزاق، 142/8؛ والسنن الكبرى للبيهقي، 349/5)

قال السرخسي رحمه الله: إن عمر رضي الله عنه إنمارد الهدية مع أنه كان يقبل الهدايا لأنه ظن أنه أهدي إليه لأجل ماله، فكان ذلك منفعة القرض، فلما أعلمه أبي رضي الله عنه أنه ما أهدي إليه لأجل ماله قبل الهدية منه، وهذا هو الأصل، ولها قلنا: إن المنفعة إذا كانت مشروطة في الإقراض فهو قرض جَرَّ منفعة، وإن لم تكن مشروطة فلا بأس به<sup>5</sup>.

<sup>1</sup> (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ج ٢ ص ٥٨ الناشر: دار إحياء التراث العربي)

<sup>2</sup> (المصنف لابن أبي شيبة، 358/4)

<sup>3</sup> (المبسوط، 35/14)

<sup>4</sup> (انظر: السنن الكبرى للبيهقي، 349/5؛ ونصب الراية للزبيعي، 60/4؛ وتلخيص الحبير لابن حجر، 34/3. وسيرويه المؤلف عن إبراهيم النخعي

وعطاء بن أبي رباح وأبي جعفر الباقر)

<sup>5</sup> (المبسوط، 35/14، الأصل ج ٣ ص ٢١ الناشر: دار ابن حزم، بيروت - لبنان)

محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483هـ) لکھے ہیں:

فَإِنْ عَرَفَ الْقَوْمَ حَاجَتَهُ فَوَاسَوْهُ بِشَيْءٍ فَمَا أَحْسَنَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ شَرْطٍ؛ لِأَنَّهُ فَرَعَ نَفْسَهُ لِحِفْظِ الْمَوَاقِيتِ وَإِعْلَامِهِ لَهُمْ فَرِيحًا لَا يَتَفَرَّغُ لِلْكَسْبِ فَيَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَهْدُوا إِلَيْهِ بِهَدِيَّةٍ فَقَدْ كَانَ الْأَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ يَقْبَلُونَ الْهَدِيَّةَ وَعَلَى هَذَا قَالُوا الْفَقِيهَ الَّذِي يَفْتِي فِي بَلَدَةٍ أَوْ قَرْيَةٍ لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى الْفُتَيَّا شَيْئًا عَنْ شَرْطٍ فَإِنْ عَرَفُوا حَاجَتَهُ فَأَهْدُوا إِلَيْهِ فَهُوَ حَسَنٌ؛ لِأَنَّهُ مُحْسِنٌ إِلَيْهِمْ فِي تَفْرِيعِ نَفْسِهِ عَنِ الْكَسْبِ وَحِرَاسَةِ أَمْرِ دِينِهِمْ فَيَنْبَغِي أَنْ يَقَابِلُوا إِحْسَانَهُ بِإِلَاحْسَانٍ إِلَيْهِ.<sup>1</sup>

محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483هـ) لکھے ہیں:

(وَعَنْ) مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَرْزَبًا مَشْوِيًّا قَالَ: لِأَصْحَابِهِ كُلُّوْا قَالَ الْأَعْرَابِيُّ: إِنِّي رَأَيْتُ دَمًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: إِذَنْ فَكُلْ فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: صَوْمٌ مَاذَا؟ قَالَ: صَوْمٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، فَقَالَ: هَلَا جَعَلْتَهَا الْبَيْضَ، وَبِهِ نَأْخُذُ فَنَقُولُ: الْأَرْزَبُ مَا كُوِلَ، وَقَدْ قَبِلَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْهَدِيَّةَ فِيهِ وَأَكَلَ مِنْهُ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ - رَضَوَانِ اللَّهُ عَلَيْهِمْ - بِذَلِكَ (وَقَوْلُ) الْأَعْرَابِيِّ: إِنِّي رَأَيْتُ دَمًا مُرَادُهُ مَا يَقُولُ جُهَالُ الْعَرَبِ: أَنَّ الْأَرْزَبَةَ تَحِيضُ كَالنِّسَاءِ فَبَيَّنَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَا بَأْسَ لِلْمُهْدِيِّ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ هَدِيَّتِهِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - دَعَاهُ إِلَى الْأَكْلِ، وَإِنَّمَا بَعِثَ لِيَتِمَّ مَكَارِمُ الْأَخْلَاقِ.<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (المبسوط ج ١ ص ١٣٠ الناشر: دار المعرفة - بيروت)

<sup>2</sup> (المبسوط ج ١ ص ٢٣٠ الناشر: دار المعرفة - بيروت)

## اقوال الفقهاء من المالكية

مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى: 179هـ) لکھتے ہیں:

[هَدِيَّةُ الْمُدَيَّانِ]

قُلْتُ: مَا يَقُولُ مَالِكٌ فِي رَجُلٍ لَهُ عَلَى رَجُلٍ دَيْنٌ أَيُضْلَخُ لَهُ أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ هَدِيَّتُهُ؟ قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: لَا يُضْلَخُ أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ هَدِيَّتُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلًا كَانَ ذَلِكَ بَيْنَهُمَا مَعْرُوفًا، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ هَدِيَّتَهُ لَيْسَ لِمَكَانٍ دَيْنِهِ فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ.... وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ: أَمَّا مَنْ كَانَ يَتَّهَادَى هُوَ وَصَاحِبُهُ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ سَلَفَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَتَقَابَحُهُ أَحَدٌ. قَالَ: وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ يَجْرِي ذَلِكَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ الدَّيْنِ وَالسَّلَفِ هَدِيَّةً، فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا يَنْتَزِعُهُ عَنْهُ أَهْلُ التَّنْزُّهِ. قَالَ الْحَارِثُ بْنُ نُبَهَانَ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ: إِنْ أَتَى بَنَ كَعْبٍ اسْتَسَلَفَ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَشْرَةَ آلَافٍ دِرْهَمٍ فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً فَرَدَّهَا عُمَرُ، فَقَالَ أَتَى: قَدْ عَلِمَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَنِّي مِنْ أَطْيَبِهِمْ ثَمَرَةً، فَرَأَيْتُ إِنَّمَا أَهْدَيْتُ إِلَيْكَ مِنْ أَجْلِ مَالِكٍ عِنْدِي أَقْبَلَهَا فَلَا حَاجَةَ لَكَ فِيمَا مَنَعَكَ مِنْ طَعَامِنَا، فَقَبِلَ عُمَرُ الْهَدِيَّةَ.<sup>1</sup>

أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبي (المتوفى: 520هـ) لکھتے ہیں:

[النبي صلى الله عليه وسلم كان يرد الصدقة ويقبل الهدية]

في أن النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كان يرد الصدقة ويقبل الهدية قال مالك: بلغني أن سلمان أتى النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بصدقة في أول الإسلام، فردها عليه، وأتى بهدية فقبلها منه.

قال محمد بن رشد: الفرق في المعنى بين الصدقة والهدية أن الصدقة هي ما يقصد بها المتصدق الإحسان إلى المتصدق عليه والتفضل عليه، والهدية هي ما يقصد بها المهدي إكرام المهدي إليه وإتحافه بالهدية لكرامته عليه ومنزلته عنده إرادة التقرب منه، فالمتصدق يتفضل على المتصدق عليه وليس المهدي يتفضل على المهدي إليه، وإنما المهدي له هو المتفضل على المهدي في قبول الهدية، فلهذا الله تبارك وتعالى نبه عن الصدقة بأن حرّمها عليه، وأباح له الهدية لما فيها من صلة المهدي وإدخال السرور عليه بتبليغه.<sup>2</sup>

أبو الحسن، علي بن أحمد بن مكرم الصعيدي العدوي (نسبة إلى بني عدي، بالقرب من منفوط) (المتوفى:

1189هـ) لکھتے ہیں:

[قَوْلُهُ: تَصَافَحُوا] مَفَاعَلَةٌ مِنَ الصَّفْحِ [قَوْلُهُ: يَذْهَبُ] بِكَسْرِ الْبَاءِ مَجْزُومٌ فِي جَوَابِ الْأَمْرِ خَزَرَ بِالْكَسْرِ لِإِتِّقَاءِ السَّاكِنِينَ وَبِالرَّفْعِ أَيُّ فِيهِ يَذْهَبُ [قَوْلُهُ: الْعَلُ] بِكَسْرِ الْعَيْنِ الْمُعْجَمَةُ أَيُّ الْحَقْدُ وَالضَّغَانَةُ. [قَوْلُهُ: وَتَهَادَوْا] بَفَتْحِ الدَّالِ وَإِسْكَانِ الْوَاوِ، وَقَوْلُهُ: تَحَابُّوا قَالَ الْحَافِظُ تَبَعًا لِلْحَاكِمِ: إِنْ كَانَ بِالتَّشْدِيدِ فَمِنْ الْمُحَبَّةِ، وَإِنْ كَانَ بِالتَّخْفِيفِ فَمِنْ الْمُحَابَّةِ، وَذَلِكَ لِأَنَّ الْهَدِيَّةَ خُلِقَ مِنْ أَخْلَاقِ الْإِسْلَامِ دَلَّتْ عَلَيْهَا الْأَنْبِيَاءُ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ -

<sup>1</sup> (المدونة ج 3 ص 180)

<sup>2</sup> (البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليل لمسائل المستخرجة ج 4 ص 349)

الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ - وَحَتَّ عَلَيْهَا خَلْفَاؤُهُمُ الْأَوَّلِيَاءُ تَوَلَّفَ الْقُلُوبَ وَتَنَقَّى سَوَادَ الصُّدُورِ، وَوَرَدَ قَبُولُ الْهَبَةِ سَنَةً لِكُرِّ الْأَوَّلَى تَزَكَّ مَا فِيهِ مِنْهُ [قَوْلُهُ: وَتَذْهَبُ الشَّخَنَاءُ] بِشَيْئٍ مُعْجَمَةٍ مُفْتَوَحَةٍ وَحَاءٍ مُهْمَلَةٍ سَاكِنَةٍ وَنُونٍ وَالْمَدَّ الْعَدَاوَةُ؛ لِأَنَّ الْهَدِيَّةَ جَالِبَةٌ لِلرِّضَا وَالْمَوَدَّةِ فَتُذْهَبُ الْعَدَاوَةُ.<sup>1</sup>

أبو عبد الله محمد بن أحمد بن محمد بن علي بن غازي العثماني المكناسي (المتوفى: 919هـ) **لکھتے ہیں:**  
(وَقَبُولِ هَدِيَّةٍ) بَعْدَ مَا طَوَّلَ فِيهَا. ابْنُ عَرَفَةَ قَالَ: قَدْ يَخْفَفُ لِلْمَفْتِي فِي قَبُولِهَا إِنْ كَانَ مُحْتَاجًا وَلَا سِيَّمَا إِنْ كَانَ اشْتَغَالَهُ بِأَصُولِهَا يَقْطَعُهُ عَنِ التَّسَبُّبِ وَلَا رِزْقَ لَهُ عَلَيْهَا مِنْ بَيْتِ الْمَالِ، وَعَلَيْهِ يَحْمَلُ مَا أَخْبَرَنِي بِهِ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الشَّيْخِ الْفَقِيهِ أَبِي عَلِيٍّ بْنِ عَلَوَانَ: أَنَّهُ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيَطْلُبُهَا مِمَّنْ يَفْتِيهِ.<sup>2</sup>  
اقوال الفقهاء من الشافعية:

الشافعي أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبي القرشي المكي (المتوفى: 204هـ) **لکھتے ہیں:**

قَالَ: أَفْتَحِدُ دَلِيلًا عَلَى قَبُولِهِ الْهَدِيَّةِ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِيهِ مَالِكٌ عَنْ رِبْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - دَخَلَ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ خُبْزَ وَأَذْمَ مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرْبُزْ لَكُمْ لَحْمٌ فَقَالُوا ذَلِكَ شَيْءٌ تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ.<sup>3</sup>

أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادى، الشهير بالماوردي (المتوفى: 450هـ) **لکھتے ہیں:**  
قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: وَقَدْ مَضَى الْكَلَامُ فِي الْأَوْقَافِ وَسَنَدُ كُرِّ أَحْكَامِ الْهَبَاتِ وَهِيَ مِنَ الْعَطَايَا الْجَائِزَةِ بِدَلِيلِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى} (المائدة: 2) وَالْهَبَةُ بَرٌّ وَقَالَ {وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ} (البقرة: 177) (الآيَةُ يُعْنِي بِهِيَ الْهَبَةُ وَالصَّدَقَةُ وَرَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "لَوْ أَهْدَيْتُ إِلَى ذِرَاعٍ لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيتُ إِلَى كِرَاعٍ لَأَجَبْتُ" وَرَوَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "تَهَادَوْا تَحَابُّوا" وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ "إِنَّا نَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَنُكَافِي عَلَيْهَا" وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى إِبَاحَتِهَا وَقِيلَ: إِنَّ الْهَدِيَّةَ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْهَدَايَةِ، لِأَنَّهُ اهْتَدَى بِهَا إِلَى الْخَيْرِ وَالتَّائَلَفِ.<sup>4</sup>

<sup>1</sup> (حاشية العدوي على شرح كفاية الطالب الرباني ج ٢ ص ٤٣٤ دار الفكر - بيروت)

<sup>2</sup> (شفاء العليل في حل مقفل خليلناشر: مركز نجيبويه للمخطوطات وخدمة التراث، القاهرة - جمهورية مصر العربية ج ٢ ص ٩٥)

<sup>3</sup> (الأم ج ٣ ص ٥٩ الناشر: دار المعرفة - بيروت)

<sup>4</sup> (الحاوي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي وهو شرح مختصر المزني ج ٤ ص ١٥٣ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان)

## اقوال الفقهاء من الحنابلة

أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير

بابن قدامة المقدسي (المتوفى: 620هـ) لکھے ہیں:

أَنَّ الْهَبَةَ وَالصَّدَقَةَ وَالْهَدِيَّةَ وَالْعَطِيَّةَ مَعَانِيهَا مُتَقَارِبَةٌ، وَكُلُّهَا تَمْلِيكَ فِي الْحَيَاةِ بِغَيْرِ عَوْضٍ، وَاسْمُ الْعَطِيَّةِ شَامِلٌ لِجَمِيعِهَا، وَكَذَلِكَ الْهَبَةُ. وَالصَّدَقَةُ وَالْهَدِيَّةُ مُتَغَايِرَانِ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَأْكُلُ الْهَدِيَّةَ، وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ. وَقَالَ فِي اللَّحْمِ الَّذِي تُصَدَّقُ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةٍ: هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ فَالظَّاهِرُ أَنَّ مَنْ أُعْطِيَ شَيْئًا يَنْوِي بِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لِلْمُحْتَاجِ، فَهُوَ صَدَقَةٌ. وَمَنْ دَفَعَ إِلَى إِنْسَانٍ شَيْئًا لِلتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ، وَالْمَحَبَّةِ لَهُ، فَهُوَ هَدِيَّةٌ. وَجَمِيعُ ذَلِكَ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ، وَمَخْشُوثٌ عَلَيْهِ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَهَادَوْا تَحَابُّوا<sup>1</sup>.

منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدريس البهوتی الحنبلی (المتوفى: 1051هـ) لکھے ہیں:

(وَالْهَدِيَّةُ تُذْهَبُ الْحَقْدُ) لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدَايَا تُذْهَبُ وَحَرَّ الصَّدَرِ وَالْوَحَرُ - يَفْتَحُ الْحَاءُ الْمُهِمْلَةَ - الْحَقْدُ وَالْغَيْطُ. (وَالْهَدِيَّةُ تَجْلِبُ الْمَحَبَّةَ) لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: تَهَادَوْا تَحَابُّوا (وَلَا تَرُدُّ) أَيُّ: يَكْرَهُ رَدَّ الْهَدِيَّةِ.

(وَأِنْ قُلْتَ، كَذَرَاغٌ أَوْ كُرَاعٌ) بِضَمِّ الْكَافِ وَتَخْفِيفِ الرَّاءِ وَآخِرُهُ عَيْنٌ مُهِمْلَةٌ مُسْتَدَقٌّ السَّاقِ مِنَ الرَّجُلِ، وَمِنْ حَدِّ الرُّسْعِ فِي الْيَدِ وَهُوَ مِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بِمَنْزِلَةِ الْوُظَيْفِ مِنَ الْفَرَسِ وَالْبَعِيرِ، وَوُظَيْفُ الْبَعِيرِ: خُفُّهُ، وَهُوَ كَالْحَافِرِ لِلْفَرَسِ لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَوْ أَهْدَيْتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كُرَاعٍ لَقَبِلْتُ (خُصُوصًا الطَّيِّبِ) لِحَدِيثِ "ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ" فَعَدَّ مِنْهَا الطَّيِّبَ وَقَوْلُهُ: (مَعَ انْتِفَاءِ مَانِعِ الْقَبُولِ) مُتَعَلِّقٌ بِلَا تَرُدُّ. (وَيُسْنُ) لِمَنْ أَهْدَيْتُ إِلَيْهِ (أَنْ يُشِيبَ عَلَيْهَا) لِحَدِيثِ عَائِشَةَ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُشِيبُ عَلَيْهَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ) أَنْ يُشِيبَ عَلَيْهَا (فَلْيَذْكُرْهَا، وَ) ل (يُشِ عَلَى صَاحِبِهَا) الَّذِي أَهْدَاهَا.

(وَيَقُولُ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا) لِحَدِيثِ جَابِرٍ مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُشِيبْ بِهِ، فَمَنْ أَتَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ مَرْفُوعًا مَنْ صَنَعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الشَّنَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيبٌ<sup>2</sup>.

مصطفی بن سعد بن عبدہ السیوطی شہرہ، الرحیبانی مولد اثم الدمشقی الحنبلی (المتوفى: 1243هـ) لکھے ہیں:

(وَيُكَافِي) الْمُهِدِي لَهُ؛ لِحَدِيثِ عَائِشَةَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُشِيبُ عَلَيْهَا. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ.

<sup>1</sup> (المغني لابن قدامة ج ٢ ص ٣١ الناشر: مكتبة القاهرة)

<sup>2</sup> (كشاف القناع عن متن الإقناع ج ٣ ص ٣٢١ الناشر: دار الكتب العلمية)

(أَوْ يَدْعُوهُ)؛ أَي: إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَثِيبَ عَلَيْهَا، فَلْيَدْعُ كُرْهَا، وَيُثْنِي عَلَى صَاحِبِهَا الَّذِي أَهْدَاهَا (نَدْبًا فِيهَا)؛ أَي: فِي حَالِ الْمَكَافَأَةِ وَغَيْرِهَا، فَيَقُولُ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا؛ لِحَدِيثِ جَابِرٍ: مَنْ أَعْطَى عَطَاءً، فَوَجَدَ، فَلْيَجْزِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ، وَلِحَدِيثِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ مَرْفُوعًا: مَنْ صَنَعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَسَنٌ غَرِيبٌ.<sup>1</sup>

محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421هـ) لکھے ہیں:

مثال ذلك: شخص أعطى إنساناً كتاباً بدون قيمة، فإننا نسمي هذا هبة، فإن قصد بها ثواب الآخرة سَمَّيْنَاهَا صدقة، وإن قصد بها التودد إلى هذا الشخص فهي هدية، والغالب أن الهدية تكون من الأدنى إلى الأعلى؛ لأن الأدنى لا يريد أن ينفع الأعلى وإنما يريد التودد إليه.<sup>2</sup>

أبو محمد عبد العزيز بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد المحسن السلमान (المتوفى: 1422هـ) لکھے ہیں:

والأصل فيها قبل الإجماع قوله سبحانه وتعالى: {فَإِنْ طِئِنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا}، وقوله: {وَأَتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ} الآية، وقوله: {وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى} أي ليعن بعضكم بعضاً على البر، وقوله: {وَإِذَا حُيِّثُمُ بِتَحِيَّةٍ} الآية، قيل: المراد الهبة.

ومن السنة ما ورد عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: تهادوا تحابوا أحسنه الترمذي، وللزارع أنس مرفوعاً: تهادوا، فإن الهدية تسل السخيمة.

وعن أبي هريرة أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: لا تحقرن جارة لجارتها، ولا فرسن شاة متفق عليه. وقال - صلى الله عليه وسلم -: أهديت للنجاشي حلة وأوراق من مسك، ولا أراه إلا قدمات، فإن ردت علي فهي لك رواه أحمد.

وعن أبي هريرة أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: لو دعيث إلى كراع لأجبت، ولو أهدى إلي كراع لقبلت رواه البخاري. وللبخاري عن عائشة كان يقبل الهدية ويثيب عليها.<sup>3</sup>

صالح بن فوزان بن عبد الله الفوزان لکھے ہیں:

والهدية تذهب الحقد وتجلب المحبة؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: "تهادوا؛ فإن الهدايا تذهب وحرر الصدور".

ولا ينبغي رد الهدية وإن قلَّت، وتسبب الإثابة عليها؛ لأنه صلى الله عليه وسلم كان يقبل الهدية ويثيب عليها، وذلك من محاسن الدين، ومكارم الشيم (1 الوحر: الغل)<sup>4</sup>

<sup>1</sup> (مطالب أولي النهي في شرح غاية المنتهى ج ٢ ص ٣٨٠ الناشر: المكتب الإسلامي)

<sup>2</sup> (لشرح الممتع على زاد المستقنع ج ١ ص ٢٤ دار النشر: دار ابن الجوزي)

<sup>3</sup> (الأسئلة والأجوبة الفقهية ج ٣ ص ٣)

<sup>4</sup> (الملخص الفقهي ج ٢ ص ٢١٠ الناشر: دار العاصمة، الرياض، المملكة العربية السعودية)

## اقوال من فقه عام

أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (المتوفى: 319هـ) لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا مُسَدَّدٌ، ثنا مُسْلِمٌ، بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ، قَالَتْ: "لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ سَلَمَةَ، قَالَ لَهَا: إِنِّي قَدْ أَهْدَيْتُ إِلَى النَّجَاشِيِّ أَوْاقِيَّ مِنْ مِسْكِ وَحَلَّةٍ وَإِنِّي لَا أَرَاهُ إِلَّا قَدْ مَاتَ، وَلَا أَرَى الْهَدِيَّةَ الَّتِي أَهْدَيْنَا لَا تُرَدُّ عَلَيَّ، فَإِنْ رَدَّتْ عَلَيَّ فَهِيَ لَكَ فَكَانَ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ وَرَدَّتْ عَلَيْهِ الْهَدِيَّةُ، فَلَمَّا رَدَّتْ عَلَيْهِ الْهَدِيَّةُ أَغْطَى لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ أَوْقِيَّةً مِنْ ذَلِكَ الْمِسْكِ، وَأَغْطَى أُمَّ سَلَمَةَ سَائِرَهَا وَأَعْطَاهَا الْحَلَّةَ"<sup>1</sup>

محمد بن عبد الوهاب بن سليمان التميمي النجدی (المتوفى: 1206هـ) لکھتے ہیں:

ولأحمد وأبي حاتم البستي عن أنس: "أن رجلاً من أهل البادية كان اسمه زاهراً، وكان يهدي للنبي صلى الله عليه وسلم الهدية من البادية، فيجهره رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يخرج. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن زاهراً باديتنا ونحن حاضروه. وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحبه، وكان رجلاً دميماً. فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم يوماً وهو يبيع متاعه، فاحتضنه من خلفه، و (هو) لا يبصره، فقال الرجل: أرسلني! من هذا؟ فالتفت، فعرف النبي صلى الله عليه وسلم، فجعل لا يألو ما ألصق ظهره بصدر النبي صلى الله عليه وسلم حين عرفه، وجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقول: من يشتري العبد. فقال: يا رسول الله، إذا والله تجدني كاسداً. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: (لكن عند الله) لست بكاسداً، أو قال: لكن عند الله أنت غالي".

وعن عمر: "أن رجلاً كان يلقب حماراً، وكان يهدي إلى النبي صلى الله عليه وسلم العكَّة من السمن والعسل. فإذا جاء صاحبه يتقاضاه، جاء به إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أعط هذا متاعه. فما يزيد النبي صلى الله عليه وسلم على أن يتسم، ويأمر به فيعطى". رواه ابن أبي عاصم ولبخاري عنه: "أن رجلاً كان يلقب حماراً، وكان يضحك النبي صلى الله عليه وسلم"<sup>2</sup> -

محمد بن عبد الوهاب بن سليمان التميمي النجدی (المتوفى: 1206هـ) لکھتے ہیں:

وعن عائشة: "أن نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم كنَّ حَزْبَيْنِ: فحزب فيه عائشة وحفصة وسودة، والحزب الآخر فيه أم سلمة وسائر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم. وكان المسلمون قد علموا حب رسول الله صلى الله عليه وسلم لعائشة؛ فإذا كانت عند أحدهم هدية يريد أن يهديها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، أخرها حتى إذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيت عائشة بعث صاحب الهدية إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم (في بيت عائشة)"<sup>3</sup> -

<sup>1</sup> (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف ج ٢ ص ٢٩٩ الناشر: دار طيبة - الرياض السعودية)

<sup>2</sup> (مجموعة الحديث على أبواب الفقه ج ٣ ص ٤١)

<sup>3</sup> (مجموعة الحديث على أبواب الفقه ج ٣ ص ٤٣)

## کتاب الہدیۃ والہدیۃ

بَابُ افْتِقَارِهَا إِلَى الْقَبُولِ وَالْقَبْضِ وَأَنَّهُ عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

یصل بن عبد العزیز بن فیصل ابن حمد المبارک الحریملی النجدی (المتوفی: 1376ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: لَوْ دُعِيتَ إِلَى كُرَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ لَأَجَبْتَ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وَعَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتَ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عَدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: مَنْ جَاءَهُ مِنْ أَخِيهِ مَغْرُوفٌ مِنْ غَيْرِ إِشْرَافٍ وَلَا مَسْأَلَةٍ فَلْيَقْبَلْهُ وَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّمَا هُوَ رُزْقٌ سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ.

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ قَالَ: كَانَتْ أُخْتِي رُبَّمَا تَبْعُنِي بِالشَّيْءِ إِلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تُطْرِفُهُ إِيَّاهُ فَيَقْبَلُهَا مِنِّي. وَفِي لَفْظٍ كَانَتْ تَبْعُنِي إِلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالْهَدِيَّةِ فَيَقْبَلُهَا. رَوَاهُمَا أَحْمَدُ. وَهُوَ دَلِيلٌ عَلَى قَبُولِ الْهَدِيَّةِ بِرِسَالَةِ الصَّبِيِّ؛ لِأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُسْرٍ كَانَ كَذَلِكَ مُدَّةَ حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -<sup>1</sup>

صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت میں ہے کہ:

الْهَدِيَّةُ:

4 - مَا اتَّحَفْتَ بِهِ غَيْرَكَ، أَوْ مَا بَعَثْتَ بِهِ لِلرَّجُلِ عَلَى سَبِيلِ الْإِكْرَامِ، وَالْجَمْعُ هَدَايَا وَهَدَاوَى - وَهِيَ لُغَةُ أَهْلِ

الْمَدِينَةِ -

يُقَالُ: أُهْدِيتَ لَهُ وَآلِيَهُ، وَفِي التَّنْزِيلِ {وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ}

قَالَ الرَّاعِبُ: وَالْهَدِيَّةُ مُخْتَصَّةٌ بِاللُّطْفِ، الَّذِي يُهْدِي بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ، وَالْمَهْدَى: الطَّبَقُ الَّذِي يُهْدَى عَلَيْهِ. وَالْمَهْدَاءُ: مَنْ يَكْثُرُ إِهْدَاءُ الْهَدِيَّةِ.<sup>2</sup>

صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت میں ہے کہ:

الْهَدِيَّةُ:

3- الْهَدِيَّةُ لُغَةً مَا خُودُ مِنْ هَدَى، يُقَالُ: أُهْدِيتُ لِلرَّجُلِ كَذَا بَعَثْتُ بِهِ إِلَيْهِ إِكْرَامًا.

وَاصْطِلَاحًا: هِيَ الْمَالُ الَّذِي أُتْحَفَ بِهِ وَأُهْدِيَ لِأَحَدٍ إِكْرَامًا لَهُ.<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (بستان الأخبار مختصر نيل الأوطار ج ۲ ص ۱۳۳ الناشر: دار إشبيلية للنشر والتوزيع، الرياض)

<sup>2</sup> (الموسوعة الفقهية الكويتية ج ۲۲ ص ۲۲۰)

<sup>3</sup> (المصباح المنير، والمعجم الوسيط، والمفردات للراغب، والمغني 649/5، والخروشي 101/7، والبدائع 116/6، والقلوبي 110/3، الموسوعة

الفقهية الكويتية ج ۲ ص ۱۲۰)



صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت میں ہے کہ:

مَشْرُوعِيَّةُ الْهَدِيَّةِ:

لَا خِلَافَ بَيْنِ الْفُقَهَاءِ فِي مَشْرُوعِيَّةِ الْهَدِيَّةِ، بَلْ وَلَا خِلَافَ فِي اسْتِحْبَابِهَا فِي الْأَصْلِ إِلَّا لِعَارِضٍ، وَدَلِيلُ مَشْرُوعِيَّتِهَا الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الْمُطَهَّرَةُ وَاجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ.

فَمِنْ الْكِتَابِ قَوْلُهُ تَعَالَى: { فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا }، وَقَوْلُهُ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ: { وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى } الْآيَةُ. وَمِنْ السُّنَّةِ الْقَوْلِيَّةِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِبَارَتِهَا وَلَوْ فَرَسَنَ شَاقٍ، وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كِرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أَهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كِرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَخَبَرٌ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُشِيبُ عَلَيْهَا، وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: تَهَادُّوا وَاتَّحَابُوا.

وَمِنْ السُّنَّةِ الْعَمَلِيَّةِ: قَبُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةِ النَّجَاشِيِّ الْمُسْلِمِ وَتَصَرُّفُهُ فِيهَا وَمَهَادَاتُهُ<sup>1</sup>

(4) حَدِيثٌ: "لَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كِرَاعٍ لَأَجَبْتُ..." أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ<sup>2</sup>

(5) حَدِيثٌ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُشِيبُ عَلَيْهَا" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ<sup>3</sup>

حَدِيثٌ: "تَهَادُّوا وَاتَّحَابُوا" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمُنْفَرِدِ (ص 208) مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَحَسَنُ إِسْنَادِهِ ابْنُ حَبَرٍ فِي التَّلْخِصِ (3/163 طُذَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ)<sup>4</sup>

صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت میں ہے کہ:

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: مَا يَهْدَى لِلْمُعَلِّمِ إِنْ كَانَتْ الْهَدِيَّةُ لِأَجْلِ مَا يَحْصُلُ مِنْهُ مِنَ التَّعْلِيمِ فَلَا أَوْلَى عَدَمُ الْقَبُولِ لِيَكُونَ عَمَلُهُ خَالِصًا لِرَجَاءِ اللَّهِ تَعَالَى، وَإِنْ أَهْدِيَ إِلَيْهِ تَحَبُّبًا وَتَوَدُّدًا لِعِلْمِهِ وَصَلَاحِهِ فَلَا أَوْلَى الْقَبُولِ<sup>5</sup>

صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت میں ہے کہ:

أَقْسَامُ الْهَدِيَّةِ:

الْهَدِيَّةُ أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ كَمَا جَاءَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ نَقْلًا عَنْ أَقْصِيَّةِ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ أَبِي حَنِيفَةَ: خَلَالٌ مِنَ الْجَانِبَيْنِ كَالْإِهْدَاءِ لِلتَّوَدُّدِ<sup>6</sup>.

<sup>1</sup> (أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (فَتْحُ الْبَارِي 197/5 ط السَّلَفِيَّةِ)، وَمُسْلِمٌ (714/2 ط الْحَلَبِيِّ) مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ)

<sup>2</sup> (فَتْحُ الْبَارِي 199/5 ط السَّلَفِيَّةِ) مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

<sup>3</sup> (فَتْحُ الْبَارِي 210/5 ط السَّلَفِيَّةِ) مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ.

<sup>4</sup> (الْمَوْسُوعَةُ الْفَقْهِيَّةُ الْكُوَيْتِيَّةُ ج ٣ ص ٢٥٣)

<sup>5</sup> (الْمَوْسُوعَةُ الْفَقْهِيَّةُ الْكُوَيْتِيَّةُ ج ٣٨ ص ٢٣٠)

<sup>6</sup> (الْمَوْسُوعَةُ الْفَقْهِيَّةُ الْكُوَيْتِيَّةُ ج ٣ ص ٢٥٨)

صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت میں ہے کہ:

هَدِيَّةُ الْمُفْتِي وَالْوَاعِظِ وَمُعَلِّمِ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ:

ذَهَبَ فَقَهَاءُ الْحَنْفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ إِلَى أَنَّهُ لَا تَحْرُمُ عَلَى الْمُفْتِي وَالْوَاعِظِ وَمُعَلِّمِ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ  
الْهَدِيَّةُ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُمْ أَهْلِيَّةُ الْإِزَامِ؛ وَلَكِنَّ الْأُولَى حَقُّهُمْ إِنْ كَانَ سَبَبَ الْهَدِيَّةِ مُقَابِلَ مَا يَحْصُلُ مِنْهُمْ مِنَ الْإِفْتَاءِ وَالْوَعْظِ  
وَالْتَّعْلِيمِ عَدَمَ الْقَبُولِ لِيَكُونَ عَمَلُهُمْ خَالِصًا لِرَجَاءِ اللَّهِ تَعَالَى۔

وَأِنْ أُهْدِيَ إِلَيْهِمْ تَحَبُّبًا وَتَوَدُّدًا لِعِلْمِهِمْ وَصَلَاحِهِمْ فَلَا أُولَى الْقَبُولِ۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (الموسوعة الفقهية الكويتية ج ٣ ص ٢٦٠)

## الدلائل من الرقاق والآداب والاذكار

أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي (المتوفى: 373هـ) لکھے ہیں:

بَلَّغْنَا أَنَّ صَالِحَ الْمَرْيَ أَقْبَلَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ يُرِيدُ مَسْجِدَ الْجَامِعِ لِيُصَلِّيَ فِيهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَمَرَّ بِمَقْبَرَةٍ فَقَالَ لَوْ أَقَمْتُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ، فَدَخَلَ الْمَقْبَرَةَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَاتَّكَأَ عَلَى قَبْرِ فَعَلَبَنَّهُ عَيْنَاهُ، فَرَأَى فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ قَدْ خَرَجُوا مِنْ قُبُورِهِمْ، فَفَعَدُوا حِلَقًا حِلَقًا يَتَحَدَّثُونَ فَإِذَا شَابَ عَلَيْهِ ثِيَابَ دَنَسَةٍ، فَقَعَدَ فِي جَانِبٍ مَغْمُومًا، فَلَمْ يَمُكْثُوا إِذْ أَقْبَلْتُ عَلَيْهِمْ أَطْبَاقٌ عَلَيْهَا أَلْطَافٌ مُمِغَطَةٌ بِمَنَادِيلَ، فَكُلَّمَا جَاءَ وَاحِدًا مِنْهُمْ طَبَّقَ أَخَذَهُ، وَدَخَلَ قَبْرَهُ حَتَّى بَقِيَ الْفَتَى فِي آخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يَأْتِهِ فَقَامَ حَزِينًا؟ لِيَدْخُلَ فِي قَبْرِهِ فَقُلْتُ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا لِي أَرَاكَ حَزِينًا؟ وَمَا الَّذِي رَأَيْتَ؟ قَالَ: يَا صَالِحُ الْمَرْيَ هَلْ رَأَيْتَ الْأَطْبَاقَ؟ قَالَ: قُلْتُ نَعَمْ. فَمَا هِيَ؟ قَالَ: تِلْكَ أَلْطَافُ الْأَخْيَاءِ لِمَوْتَاهُمْ كُلَّمَا تَصَدَّقُوا عَنْهُمْ أَوْ دَعَوْا لَهُمْ أَتَاهُمْ ذَلِكَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، وَإِنِّي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ السِّنْدِ أَقْبَلْتُ بِوَالِدَتِي ثُرَيْدَةَ الْحَجَّ فَلَمَّا صِرْتُ بِالْبَصْرَةِ تَوَفَّيْتُ بِهَا وَتَزَوَّجْتُ وَالِدَتِي بَعْدِي، وَلَمْ تَذْكُرْ لِرُؤُوسِهَا أَنَّهُ كَانَ لَهَا وَلَدٌ، وَقَدْ أَلْهَنَهَا الدُّنْيَا فَمَا تَذْكُرُنِي بِشَفَةِ وَلَا لِسَانٍ، فَحَقٌّ لِي الْحُزْنُ إِذْ لَيْسَ لِي مَنْ يَذْكُرُنِي مِنْ بَعْدِي. قَالَ صَالِحٌ: وَأَيْنَ مَنْزِلُ أُمِّكَ؟ فَوَصَّفَ لِي الْمَوْضِعَ. قَالَ: فَلَمَّا أَصْبَحْتُ وَقَصَّيْتُ صَلَاتِي أَقْبَلْتُ فَمَسَّأَلْتُ عَنْ مَنْزِلِهَا، فَأَرْشَدْتُ إِلَيْهِ، فَجِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ: إِنِّي صَالِحُ الْمَرْيَ بِالْبَابِ فَأَدْخِلْنِي، فَدَخَلْتُ وَقُلْتُ: أَحِبُّ أَنْ لَا يَسْمَعَ كَلَامِي وَكَلَامُكَ أَخَذَ، فَدَنَوْتُ حَتَّى مَا كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا إِلَّا سِتْرٌ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ هَلْ لَكَ وَلَدٌ؟ قَالَتْ: لَا. قُلْتُ: فَهَلْ كَانَ لَكَ وَلَدٌ؟ فَتَنَفَّسَتْ الصُّعْدَاءُ ثُمَّ قَالَتْ: قَدْ كَانَ لِي وَلَدٌ شَابَ فَمَاتَ. فَقَصَّصْتُ عَلَيْهَا الْقِصَّةَ قَالَ: فَبَكَتْ حَتَّى تَحَدَّرَتْ دُمُوعُهَا عَلَى خَدَّيْهَا، قَالَتْ: يَا صَالِحُ ذَاكَ وَلَدِي مِنْ مَنْزِلِ كِبْدِي وَالْحَشَا، كَانَ بَطْنِي لَهُ وَعَاءٌ، وَنَدْبِي لَهُ سِقَاءٌ، وَحَجْرِي لَهُ حَوَاءٌ، ثُمَّ دَفَعَتْ لِي أَلْفَ دِرْهَمٍ وَقَالَتْ: تَصَدَّقْ بِهَا عَلَى حَبِيبِي وَفَرَّةَ عَيْنِي وَلَا أَنْسَاهُ الدُّعَاءَ وَالصَّدَقَةَ فِيمَا بَقِيَ مِنْ عُمْرِي قَالَ: فَأَنْطَلَقْتُ فَتَصَدَّقْتُ بِالْأَلْفِ، فَلَمَّا كَانَ فِي الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى أَقْبَلْتُ أُرِيدُ الْجُمُعَةَ فَأَتَيْتُ الْمَقْبَرَةَ، وَصَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ، وَاسْتَنْدَثُ إِلَى قَبْرِ فَخَفَقْتُ بِرَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ قَدْ خَرَجُوا وَإِذَا أَنَا بِالْفَتَى عَلَيْهِ ثِيَابٌ بَيْضٌ فَرِحًا مَسْرُورًا، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنِّي ثُمَّ قَالَ: يَا صَالِحُ الْمَرْيَ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا عَنِّي، وَقَدْ وَصَلْتُ إِلَيْنَا الْهَدِيَّةَ، فَقُلْتُ لَهُ: أَنْتُمْ تَعْرِفُونَ الْجُمُعَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَإِنَّ الطَّيُورَ فِي الْهَوَاءِ يَعْرِفُونَهَا وَيَقُولُونَ سَلَامٌ لِيَوْمِ صَالِحٍ يَعْنِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ.<sup>1</sup>

أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ) لکھے ہیں:

وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعَمَ الْعَطِيَّةِ وَنِعَمَ الْهَدِيَّةِ كَلِمَةً تَسْمَعُهَا فَتَطْوِي عَلَيْهَا ثُمَّ تَحْمِلُهَا إِلَى أَخٍ لَكَ مُسْلِمٍ تَعْلَمُهُ إِيَّاهَا تَعْدِلُ عِبَادَةَ سَنَةٍ.<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (تنبيه الغافلين بأحاديث سيد الأنبياء والمرسلين للسمرقندي ج ١ ص ٣٠٠)

<sup>2</sup> (إحياء علوم الدين ج ١ ص ١٠ الناشر: دار المعرفة - بيروت)

محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، أبو عبد الله، شمس الدين المقدسي الراميني ثم الصالحي الحنبلي (المتوفى:

763هـ) لکھے ہیں:

وَيَسْنَدُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ نِعِمَّتِ الْهَدِيَّةُ وَنِعِمَّتِ الْعَطِيَّةُ الْكَلِمَةُ مِنْ كَلَامِ الْحِكْمَةِ يَسْمَعُهَا الرَّجُلُ فَيَنْطَوِي عَلَيْهَا حَتَّى يُهْدِيَهَا إِلَى أَخِيهِ<sup>1</sup>

محمد بن علي بن عطية الحارثي، أبو طالب المكي (المتوفى: 386هـ) لکھے ہیں:

روى ذلك سعيد بن سعيد عن أبي طيبة عن كرز بن وبرة قال: وكان من الأبدال، قال: أتاني أخ لي من الشام فأهدى لي هدية، وقال: يا كرز اقبل مني هذه الهدية فإنها نعم الهدية، فقلت: يا أخي من أهدى لك هذه الهدية؟ قال: أعطانها إبراهيم التيمي، قلت: أفلم تسأل إبراهيم من أعطاه؟ قال: بلى، قال: كنت جالساً في فناء الكعبة، وأنا في التهليل والتسبيح والتحميد فجاءني رجل فسلم عليّ وجلس عن يميني فلم أر في زماني أحسن منه وجهاً ولا أحسن منه ثياباً ولا أشدّ بياضاً ولا أطيب ريحاً، فقلت: يا عبد الله من أنت ومن أين جئت؟ فقال: أنا الخضر، فقلت: في أي شيء جئتني؟ قال: جئتك للسلام عليك، وحباً لك في الله عزّ وجلّ، وعندي هدية أريد أن أهديها إليك، فقلت: ماهي؟ قال: هي أن تقرّ أقبل طلوع الشمس وتبسط على الأرض، وقبل أن تغرب سورة الحمد سبع مرات، وقل أعوذ برب الناس سبع مرات، وقل أعوذ برب الفلق سبع مرات، وقل هو الله أحد سبع مرات، وقل أيها الكافرون سبع مرات، وآية الكرسي سبع مرات، وتقول سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر سبع مرات.

وتصلي على النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سبع مرات، وتستغفر لنفسك ولوالديك وما توالداً ولأهلك وللمؤمنين والمؤمنات الأحياء منهم والأموات سبع مرات، وتقول اللهم يارب افعل بي وبهم عاجلاً وآجلاً في الدين والدنيا والآخرة ما أنت له أهل ولا تفعل بنا ما مولاي ما نحن له أهل، إنك غفور حلیم، جزاء كريم رؤوف، رحيم سبع مرات، وانظر أن لا تدع ذلك غدوة وعشية، فقلت: أحب أن تخبرني من أعطاك هذه العطية، فقال: أعطانها محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقلت: أخبرني بثواب ذلك، فقال لي: إذا لقيت محمداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فسله عن ثوابه فإنه سيخبرك، فذكر إبراهيم التيمي رحمه الله أنه رأى ذات ليلة في منامه أن الملائكة جاءت فاحتملته حتى أدخلوه الجنة فرأى ما فيها، ووصف وصفاً عظيماً مما رأى في صفة الجنة، قال: فسألت الملائكة فقلت: لمن هذا كله؟ فقالوا: للذي عمل مثل عملك وذكر أنه أكل من ثمرها وسقوه من شرابها فأتاني النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ومعه سبعون نبياً وسبعون صفاً من الملائكة، كل صف مثل ما بين المشرق والمغرب فسلم عليّ وأخذ بيدي، فقلت: يا رسول الله إن الخضر أخبرني أنه سمع منك هذا الحديث، فقال: صدق الخضر وكل ما يحكيه فهو حق وهو عالم أهل الأرض وهو رئيس الأبدال وهو من جنود الله عزّ وجلّ في الأرض، فقلت: يا رسول الله فمن فعل هذا ولم ير مثل الذي رأيت في منامي، هل يعطى ممّا أعطيته؟ قال: والذي بعثني بالحق إنه ليعطي العامل بهذا وإن لم يرني ولم ير الجنة إنه

<sup>1</sup>(الآداب الشرعية والمنح المرعية ج ١ ص ١٨٢)

ليغفر له جميع الكبائر التي عملها ويرفع الله عز وجل عنه غضبه ومقته ويؤمر صاحب الشمال أن لا يكتب عليه شيئاً من السيئات إلى سنة والذي بعثني بالحق نبياً ما يعمل بهذا إلا من خلقه الله تعالى سعيداً ولا يتركه إلا من خلقه شقيماً، وقد كان إبراهيم التيمي رحمه الله مكث أربعة أشهر لم يطعم طعاماً ولم يشرب شرباً فلعله بعد الرؤيا والله تعالى أعلم ذكره الأعمش عنه فهذا من جمل ما أتى مما يستحب أن يقرأ ويقال بعد صلاة الغداة، ولذلك فضائل جملة وردت بها الأخبار حذفنا ذكرها للاختصار<sup>1</sup>

أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ) لکھے ہیں:

ويقبل الهدية ولو أنها جرعة لبن أو فخذ أرنب ويكافي عليها

حديث كان يقبل الهدية ولو أنها جرعة لبن أو فخذ أرنب ويكافي عليها أخرجه البخاري من حديث عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية ويثيب عليها وأما ذكر جرعة اللبن وفخذ الأرنب ففي الصحيحين من حديث أم الفضل أنها أرسلت بقدر لبن إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو واقف بعرفة فشر به ولأحمد من حديث عائشة أهدت أم سلمة لرسول الله صلى الله عليه وسلم لبنا الحديث وفي الصحيحين من حديث أنس أن أبا طلحة بعث بورك أرنب أو فخذها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله<sup>2</sup>

جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ) لکھے ہیں:

قَالَ ابْنُ قُتَيْبَةَ جَاءَنِي جَارِيَةٌ بِهَدِيَّةٍ فَقُلْتُ لَهَا قَدْ عَلِمَ مَوْلَاكَ إِنِّي لَا أَقْبِلُ الْهَدِيَّةَ قَالَتْ وَلَمْ قُلْتُ أَخْشَى أَنْ يَسْتَمِدَّ مِنِّي عِلْمًا لِأَجْلِ هَدِيَّتِهِ فَقَالَتْ مَا اسْتَمَدَ النَّاسُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ وَقَدْ كَانَ يَقْبِلُ الْهَدِيَّةَ فَقَبِلْتُهَا فَكَانَتْ الْجَارِيَةُ أَفْقَهُ مِنِّي<sup>3</sup>

جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ) لکھے ہیں:

ذكر مزاحه ومداعبته صلى الله عليه وسلم:

وعن أنس أن رجلاً من أهل البادية كان اسمه زاهراً وكان يهدي للنبي صلى الله عليه وسلم الهدية من البادية فيجهزه رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يخرج فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "أن زاهراً بادينا ونحن حاضروه". وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحبه وكان رجلاً دميماً.

فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم وهو يبيع متاعه فاحتضنه من خلفه ولا يبصره الرجل فقال أرسلني من هذا فالتفت فعرف النبي صلى الله عليه وسلم فجعل لا يألو ما الصق ظهره بطن النبي صلى الله عليه وسلم حين عرفه وجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقول من يشتري العبد فقال يا رسول الله إذا والله تجدني كاسد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

<sup>1</sup> (قوت القلوب في معاملة المحبوب ووصف طريق المريد إلى مقام التوحيد ج ١ ص ٤٠ الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل ج ٣ ص ١٢٢)

<sup>2</sup> (إحياء علوم الدين ج ٢ ص ٣٦٠ الناشر: دار المعرفة - بيروت)

<sup>3</sup> (كتاب الأذكياء ج ١ ص ٢٢٨)

"لكن عند الله عز وجل لست بكاسد" أو قال: "لكن عند الله أنت غال" رواه الامام أحمد قال لنا محمد بن ابي منصور قال لنا ابو زكريا الدميم بالذال المهملة في الخلق وبالذال المعجمة في الخلق.<sup>1</sup>

أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ) لکھتے ہیں:

(باب استحباب مكافأة المهدي بالدعاء للمهدي له إذا دعاه عند الهدية)

روينا في كتاب ابن السني عن عائشة رضي الله عنها قالت أهديت لرسول الله (صلى الله عليه وسلم) شاة، قال: أقسميها، فكانت عائشة إذا رجعت الخادم تقول: ما قالوا؟ تقول الخادم: قالوا: بارك الله فيكم، فتقول عائشة: وفيهم بارك الله، نرد عليهم مثل ما قالوا، ويبقى أجرنا لنا.<sup>2</sup>

محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، أبو عبد الله، شمس الدين المقدسي الراميني ثم الصالحي الحنبلي (المتوفى:

763هـ) لکھتے ہیں:

عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: تَجَاوَزُوا وَتَزَاوَرُوا وَتَهَادُوا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُثَبِّتُ الْمَوَدَّةَ وَتَسْلُ السَّخِيمَةَ قَالَ الشَّاعِرُ:

تَوْلَدَ فِي قُلُوبِهِمُ الْوِصَالُ  
وَتَلْبَسُهُمْ إِذَا حَضَرُوا جَمَالًا<sup>3</sup>

هَذَا يَا النَّاسَ بَعْضَهُمْ لِبَعْضٍ  
وَتَزَرَّعَ فِي الصَّمِيمِ هَوًى وَوَدَا

<sup>1</sup> (صفة الصفوة ج ١ ص ٢٩ الناشر: دار الحديث، القاهرة، مصر)

<sup>2</sup> (الأذكار ج ١ ص ٣١١ الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت - لبنان)

<sup>3</sup> (الأدب الشرعية والمنح المرعية ج ١ ص ٢٩٤)

## الدلائل من السيرة والشمائل

محمد بن عمر بن واقد السهمي الأسلمي بالولاء، المدني، أبو عبد الله، الواقدي (المتوفى: 207هـ) **لکھتے ہیں:**

قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي خَصِينِ الْهَذَلِيِّ، قَالَ: لَمَّا أَسْلَمْتُ هُنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ أَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَدِيَّةٍ - وَهُوَ بِالْأَنْطَحِ - مَعَ مَوْلَاةٍ لَهَا، بِحَدِيثَيْنِ مَرْضُوفَيْنِ وَقَدْ . فَأَنْتَهَتْ الْجَارِيَةُ إِلَى خِيَمَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَتْ وَاسْتَأْذَنْتْ، فَأُذِنَ لَهَا فَدَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ بَيْنَ نِسَائِهِ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَتِهِ وَمَيْمُونَةَ وَنِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَتْ: إِنَّ مَوْلَاتِي أَرْسَلَتْ إِلَيْكَ بِهَذِهِ الْهَدِيَّةِ، وَهِيَ مُعْتَذِرَةٌ إِلَيْكَ وَتَقُولُ: إِنَّ غَنَمَنَا الْيَوْمَ قَلِيلَةٌ الْوَالِدَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ فِي غَنَمِكُمْ، وَأَكْثَرُوا الدَّتْهَا! فَرَجَعْتُ الْمَوْلَاةُ إِلَى هُنْدٍ فَأَخْبَرَتْهَا بِدُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَرَتْ بِذَلِكَ، فَكَانَتْ الْمَوْلَاةُ تَقُولُ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا مِنْ كَثْرَةِ غَنَمِنَا وَالِدَتِنَا مَا لَمْ نَكُنْ نَرَى قَبْلَ وَلَا قَرِيبًا، فَتَقُولُ هُنْدُ: هَذَا دُعَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَرَكَتُهُ، فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ.<sup>1</sup>

عبد الله بن سعيد بن محمد عبادي اللحجي الحضرمي الشحاري، ثم المراوعي، ثم المكي (المتوفى:

1410هـ) **لکھتے ہیں:**

وحكي أن بعض الأولياء أهدى له هدية من الدراهم والدنانير، فقال له بعض جلسائه: يا مولانا، الهدية مشتركة. فقال: نحن لا نحب الاشتراك. فتغير ذلك القائل لظنه أن الشيخ يريد أن يختص بالهدية. فقال الشيخ: خذها لك وحدك، فأخذها فعجز عن حملها، فأمر الشيخ بعض تلامذته فأعانوه وحكي أنه أهدى لأبي يوسف هدية من الدراهم والدنانير، فقال له بعض جلسائه: يا مولانا، الهدية مشتركة. فقال: أُل في الهدية للعهد، والمعهود هدية الطعام. فانظر الفرق بين مسلک الأولياء ومسلک الفقهاء!!<sup>2</sup>

عبد الله بن سعيد بن محمد عبادي اللحجي الحضرمي الشحاري، ثم المراوعي، ثم المكي (المتوفى:

1410هـ) **لکھتے ہیں:**

تهادوا - بفتح الدال المهملة -؛ أي: ليهده بعضكم لبعض (تحابوا)؛ أي: يحب بعضكم بعضاً، لأن الهدية خلق من أخلاق الإسلام دللت عليه الأنبياء، وحث عليه خلق الأولياء، وهي تؤلف القلوب، وتنفي البغضاء من الصدور. قال الغزالي: قبول الهدية سنة، لكن الأولى ترك ما فيه منة، فإن كان البعض تعظم منته دون البعض رد ما تعظم منته. انتهى.

ويسن المكافأة عن الهدية برء مثلها أو زيادة إن قدر على ذلك، ولا يكلف نفسه ما لا يطيق. و التهادي: تفاعل، فيكون من الجانبين.

<sup>1</sup> (المغازي ج ٢ ص ٨٢٨ الناشر: دار الأعلمي - بيروت)

<sup>2</sup> (منتهى السؤل على وسائل الوصول إلى شمائل الرسول صلى الله عليه وآله وسلم ج ١ ص ٢٨٥ الناشر: دار المنهاج - جدة)

وينبغي للمهدي أن يقصد بالهدية امتثال أمر الشارع وما ندب لأجله، ولا يقصد بذلك الدنيا. قال حسن رضي

الله عنه:

إن الهدايا تجارات اللئام وما يبغي الكرام لما يهدون من ثمن<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (منتهى السؤل على وسائل الوصول إلى شمائل الرسول صلى الله عليه وآله وسلم ج ٣ ص ٨٣ الناشر: دار المنهاج - جدة)



## اقوال المشائخ من الصوفياء

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز اپنے مکتوب ۴۸ میں فرماتے ہیں:

**متن:** در کتابت مولانا محمد قلیج موفق مرقوم فرمودہ بودند جزوی خرچے برائے طالب علمان و صوفیان فرستادہ شد ذکر تقدیم طالب علمان بر صوفیان در نظر ہمت بسیار زیبا درآمد بحکم الظاہر عنوان الباطن امید است کہ در باطن شریف نیز این جماعہ کرام تقدیم پیدا کردہ باشند کل اناء یترشح بمافیہ ع از کوزہ برون همان تراود کہ دروست۔ و در تقدیم طالب علمان ترویج شریعت است حاملان شریعت ایشان دولت مصطفوی علیہ و علی الہ الصلوٰت والتسلیمات بایشان برپاست۔

**ترجمہ:** آپ نے مولانا محمد قلیج موفق کے خط پر تحریر فرمایا تھا کہ طالب علموں اور صوفیوں کیلئے کچھ خرچہ بھیجا گیا ہے۔ صوفیوں پر طالب علموں کے ذکر کو مقدم رکھنا آپ کی بلند ہمتی کے پیش نظر بہت اچھا معلوم ہوا ہے۔ اس حکم کے مطابق کہ ”ظاہر“ باطن کا دیباچہ ہوتا ہے۔“ امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس عزت والی جماعت (طالبان علم) کا مقدم ہونا پیدا ہو گیا ہو گا کیونکہ ہر برتن سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے۔ کوزہ سے وہی کچھ نکلتا ہے جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے۔ اور طالب علموں کے مقدم کرنے میں شریعت کو رواج دینا ہے کیونکہ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور دین مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰت انہی کے ساتھ قائم ہے۔

**شرح:** حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ مکتوب حضرت شیخ فرید بخاری علیہ الرحمۃ کی طرف تحریر فرمایا۔ انہوں نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا تھا۔ جس میں طالب علموں اور صوفیوں کیلئے کچھ اخراجات بھیجنے کا اظہار کیا تھا، اس خط میں انہوں نے طالب علموں کا ذکر صوفیوں کے ذکر پر مقدم رکھا تھا جس پر امام ربانی قدس سرہ نے اظہار مسرت فرماتے ہوئے امید ظاہر فرمائی کہ آپ کا باطن بھی علماء و طلباء کی تعظیم سے سرشار ہے یہ بزرگ جماعت ہی شریعت کو رواج دینے والی، مذہب و ملت کے تشخص کو اجاگر کرنے والی اور دینی اقدار کو قائم رکھنے والی ہے۔ کیونکہ یہی گروہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی کامل وراثت کا حامل ہے اور انبیاء کرام کی شریعتوں کو رواج دینے پر مامور تھے۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے احکام بجالانے پر ہی منحصر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا، تصوف کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔ لہذا علماء شریعت کا مرتبہ صوفیاء اور شہداء کے مرتبے سے بھی بلند تر ہے۔

چنانچہ ایک مکتوب میں آپ نے وضاحت فرمائی ہے کہ علوم شرعیہ کی تعلیم و تدریس، ذکر و فکر سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اگر سارا وقت درس میں ہی صرف ہو جائے تو نہایت بہتر ہے۔ رات کے اوقات ذکر و فکر کیلئے وسیع ہیں۔<sup>1</sup>

نیز آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ اہل سنت کے علمائے ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق ان کے درست عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی و کمی اس کے مقابلے میں ہیچ (ناچیز) دکھائی دیتی ہے۔<sup>2</sup>

بینہ: حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خرچ کر دینے سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ شرعی مسائل میں سے ایک مسئلہ کو رواج دیا جائے کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اقتداء ہے۔ اسی لیے آپ مگر حضرات کو علماء و طلباء کی مالی اعانت پر ترغیب دیا کرتے تھے چنانچہ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی تربیت کی وجہ سے یہی جذبہ رکھتے تھے اور طلباء، علماء اور فقراء پر اپنا مال زیادہ خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ یہ حضرات مسائل و احکام شرعیہ کی تعلیم و تبلیغ پر مامور ہیں۔

مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ اپنے صدقات و معروفات کو علماء و طلباء کیلئے وقف رکھتے۔ ایک مرتبہ ان سے عرض کیا گیا کہ آپ اپنے معروفات میں تعلیم کیوں نہیں فرماتے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد علماء سے بہتر کوئی گروہ نظر نہیں آتا۔ میری رائے میں ان کو علم کی طرف متوجہ رکھنا فرائض میں داخل ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ گروہ اپنے روزمرہ کی ضروریات میں الجھا رہا تو حصول علم کیلئے کوششوں کو کیونکر جاری رکھ سکے گا لہذا ان کو کسب معاش کی فکر سے آزاد رکھنا اور ترویج علم و شریعت کیلئے فارغ لمحات مہیا کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔<sup>3</sup>

### ترویج شریعت کی فضیلت

متن: ایجب کسی سوال نمکند کہ طالب علم گرفتار از صوفی وارستہ چون مقدم باشد جواب گویم کہ او هنوز حقیقتِ سخن را در نیافت است طالب علم باوجود گرفتاری سبب نجات خلائق است چہ تبلیغ احکام شرعی از وی میسر است اگرچہ خود بان منتفع نشود و صوفی باوجود وارستگی نفس خود را احلاص ساخت است بخلائق کارے ندارد۔

<sup>1</sup> (دفتر دوم مکتوب ۱۴)

<sup>2</sup> (دفتر اول مکتوب ۸)

<sup>3</sup> (تعلیمات غزالی)

**ترجمہ:** اس جگہ کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ گرفتار (ماسوی اللہ میں) طالب علم، آزاد (ماسوی اللہ سے) صوفی سے کس طرح مقدم ہوگا۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس شخص (سائل) نے اس مسئلہ کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا، طالب علم باوجود گرفتاری کے مخلوق کی نجات کا سبب ہے۔ کیونکہ اس کو احکام شریعہ کی تبلیغ میسر ہے۔ اگرچہ خود اس سے نفع حاصل نہیں کرتا اور صوفی نے ماسوی اللہ سے آزادی کے باوجود صرف اپنے نفس کو آزاد کیا ہے مخلوق کے ساتھ اس کو کوئی کام نہیں رہا۔

**شرح:** حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفی اگرچہ ماسوی اللہ سے آزاد ہے مگر اس کو صرف اپنی نجات حاصل ہے جبکہ علماء اور طلباء اگرچہ ماسوی اللہ سے آزاد نہ بھی ہوں مخلوق کی نجات کے کفیل ہیں۔ کیونکہ انہیں تعلیم دین اور ترویج شریعت کی سعادت میسر آئی ہے۔ ہاں وہ صوفی جو فنا و بقا کے بعد نزول کر کے دعوت و ارشاد کی مسند پر رونق افروز ہو اور علم باطن کے ساتھ علم ظاہر کی دولت سے بھی آراستہ ہو ایسے صوفی کو کمالات نبوت سے حصہ ملتا ہے اور وہ بھی شریعت کی ترویج و تبلیغ کرنے والوں میں شمار کیا جائے گا اور علماء شریعت کے حکم میں داخل ہوگا۔ ایک دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا کہ ایسا صوفی جو جامع شریعت و طریقت ہو علمائے ظواہر شریعت سے کامل ہوتا ہے۔ کیونکہ علم ظاہر و باطن دونوں انبیاء کی میراث ہیں۔ لہذا اتمام متروکہ میراث سے کامل حصہ رکھنے والا ہی کامل وارث ہوتا ہے۔ اس لیے صوفی کامل ظاہر شریعت کا بھی معلم ہوتا ہے اور باطن شریعت کا بھی مبلغ ہوتا ہے۔

الامام ابی المواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد الشافعی المصری المعروف بالشعرانی لکھتے ہیں:  
(أخذ علينا العهد العام من رسول الله ﷺ) أن نقبل كل ما جاءنا من الحلال من غير استشراف نفس ولا نردده، وذلك لأنه جاءنا من عند الله تعالى من غير تعمد وقع منا أو اجتلاب، قال تعالى: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق ۲-۳) ولا يمتن الحق تعالى على العبد إلا بما هو حلال محمود۔

و كانت طريقة سیدی ابی الحسن الشاذلی، أنه لا يسأل ولا يرد ولا يدخر، وكذلك كانت طريقة سیدی احمد بن الرفاعی رحمهم الله تعالى۔ وفي الحديث: ومن توارع عن الحلال وقع في الحرام۔ “وهذا أمر ربما يخل به كثير من المشايخ فضلا عن غيرهم، وكذلك كان دأب سیدی علی الخواص إلى اواخر عمره، ثم قبل من الناس قبل موته وصار يضع الدراهم والدنانير عنده في قدرة، فكل من مر عليه من العميان والعاجزين والمديونين يعطيه من ذلك ويقول مافي الكون مال إلا وله ناس يستحقون الأكل واللبس منه من اصحاب الضرورات۔ وسمعته رضى الله عنه يقول: لو كشف للمحبوبين لرأو جميع ما يأتيهم من الناس إنما هو هدية من الحق تعالى وهو الذى قدمه إليهم فكيف يصح لصاحب هذا المشهد أن يرد۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (لوائح الانوار القدسية في بيان العهود المحمدية ص ۱۰۵)

واجمع العارفون على أن من شرط الكامل أن لا يطفئ نور معرفته ونور ورعه يعني أن نور معرفته يحجبه عن شهود الملك لغير الله، ونور ورعه لا يكون إلا مع شهود نسبة الملك للخلق، فالكامل من يتورع عن أكل ما بأيدي الناس إلا بطريقه الشرعى مع شهوده جزماً أن ذلك ملك لله عز وجل - فالزم يا أخى طريق الشريعة وإلا هلك والسلام - وقد روى الشيخان والنسائى أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُعْطِينِي الْعَطَاءَ، فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، أَوْ تَصَدَّقْ بِهِ مَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ، وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَمَا لَا فَالْثَنِيْعَةُ نَفْسُكَ -“

قال سالم فلاجل ذلك كان عبدالله بن عمر لا يسأل أحداً شيئاً ولا يرد شيئاً أعطيه - وفي رواية لمالك مرسل: ”ان رسول الله ﷺ أعطى عمر عطاء فَرَدَّه عُمَرُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ رَدَدْتَهُ؟ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ خَيْرَ الْأَحْدَانَا أَنْ لَا يَأْخُذَ مِنْ أَحَدٍ شَيْئاً؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا ذَلِكَ عَنْ الْمَسْأَلَةِ، فَأَمَّا مَا كَانَ عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ يَزُوقُكَ اللَّهُ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَمَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا أَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئاً، وَلَا يَأْتِينِي شَيْءٌ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ إِلَّا أَخَذْتُهُ<sup>1</sup>

وروى أبو يعلى والإمام أحمد بإسناد صحيح والطبرانى وابن حبان فى ”صحيحه“ والحاكم وقال صحيح الإسناد مرفوعاً ”مَنْ بَلَغَهُ مَعْرُوفٌ عَنْ أَخِيهِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافٍ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ، وَلَا يَزِدْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ -“<sup>2</sup>

وروى الامام احمد والطبرانى والبيهقى واسناد احمد جيد قوى مرفوعاً: مَنْ عَرَضَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ هَذَا الرِّزْقِ، مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ، وَلَا إِشْرَافٍ، فَلْيَبْسُغْ بِهِ، فَإِنْ كَانَ عَنْهُ غَنِيًّا، فَلْيَبْسُغْ بِهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَخْوَجُ إِلَيْهِ مِنْهُ<sup>3</sup>

الامام ابى المواهب عبد الوهاب بن احمد بن على بن احمد الشافعى المصرى المعروف بالشعرانى المتوفى

٤٣٠ هـ

اخذ علينا العهد اذا زارنا فقير احياء او ميتاً أن نقدم بين يدي نجوانا صدقة، وإن قلت، لا سيما أول زيارتنا له، ونسلمها للنقيب أو لأحد من أخوان الشيخ، لا للشيخ، فان تسليمها للشيخ سوء أدب، ثم إن كان لنا حاجة عند الشيخ قلناها للنقيب يسأل الشيخ لنا فيها، ولا نسأله نحن، لأنه كالسلطان، ولو طلع إنسان بهدية للسلطان من فراخ وغنم، ليسلمها للسلطان فى يده، كان ذلك فى اقصى غايات قلة الادب، وربما ضرب ومقت -

واعلم يا أخى، أن الأولياولى الناس بمكافاة من أحسن إليهم لجودهم وحيائهم، فمن دفع لهم هدية، ولور غيفاً فقد أدخلهم فى منته، ووجب عليهم قضاء حوائجه فى الدارين، ومن لم يدفع إليهم شيئاً من الهدايا، فقضاء حوائجه ليست واجبة عليهم انما ذلك مستحب، وفرق بين الوجوب والاستحباب<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (مؤطا مالک ج ٥ ص ١٢٥٣)

<sup>2</sup> (صحيح ابن حبان ج ٨ ص ١٩٥)

<sup>3</sup> (مسند الامام احمد ج ٣٢ ص ٢٢٤)

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

### فتوح کا قبول کرنا

اسی سلسلہ میں فتوح کے قبول کرنے کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ اگر صوفی کا کوئی روزینہ نہ ہو اور کسی کسب سے اس کو روزی حاصل نہ ہوتی ہو تو عبادت الہی اور بھائیوں کو نصیحت کرنے کی قوت کو بحال رکھنے کیلئے فتوح قبول کر لے۔ ہمارے اسلاف کرام نے فتوح قبول کرنے میں یہ تفتیش ضرور کی ہے کہ فتوح نذر کرنے والا یہ جو کچھ بطور نذرانہ پیش کر رہا ہے اس کو یہ مال یا شے کس طرح حاصل ہوئی ہے یعنی اخذ فتوح میں تفتیش کر لینا چاہیے لیکن بعض مشائخ کرام اخذ فتوح میں صرف معطی حقیقی پر نظر رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو شبہ کے مال سے نہیں کھلواتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبر نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت علی ثانی حضرت سید علی ہمدانی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امراء لاجین (ترک) میں سے ایک امیر نے دعوت میں بلایا اس نے حضرت علی ہمدانی رحمہ اللہ کے امتحان اور آزمائش کیلئے مشتبہ طعام تیار کر لیا تھا یعنی ایک ضعیفہ سے ایک مرغ زبردستی چھین کر پکوا یا تھا اور ایک مرغ وجہ حلال سے (خرید کر) الگ پکوا یا تھا۔ امیر نے باورچی سے کہہ دیا تھا کہ حلال اور حرام مرغ کو اس طرح دسترخوان پر رکھنا کہ وجہ حلال سے حاصل کیا ہو مرغ میرے سامنے ہو اور مشتبہ مرغ شیخ کے سامنے رکھنا، جب کھانا سامنے رکھا گیا تو باورچی یہ بات بھول گیا اور اس نے حلال مرغ شیخ کے سامنے اور مشتبہ مرغ امیر کے سامنے رکھ دیا۔ جب کھانا کھا چکے اور ہاتھ دھونے کیلئے طشت لایا گیا تو اس وقت امیر نے شیخ علی ہمدانی رحمہ اللہ سے کہا کہ حضرت میر آپ نے کھانے میں احتیاط نہیں برتی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلال کھانے والے کو حلال ہی کھلواتا ہے اور اس وقت بھی ایسا ہی ہوا ہے جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس ضعیفہ سے یہ مرغ چھینا گیا تھا وہ حضرت کی مریدنی تھی اور اس نے یہ مرغ حضرت کی فتوح میں پیش کرنے کیلئے پرورش کیا تھا اور امیر کے کسی غلام کو بھی یہ بات اس وقت بتادی تھی اور کہا تھا کہ یہ مرغ ایک درویش کی نذر کا ہے علاوہ ازیں دوسرا مرغ امیر کے کہنے کے مطابق اس کے سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت شیخ کے سامنے رکھا گیا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی اور حضرت شیخ کے نیاز مندوں میں شامل ہو گیا۔

<sup>1</sup> (البحر المورود فی الموائیق والعہود یعنی العہود الصغری ص ۱۰۳)

حضرت قدوة الکبریٰ نے فرمایا کہ زر زکوٰۃ اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال فقیر کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہے، علاوہ ازیں فتوح میں جو کچھ حاصل ہو اس کا ذخیرہ نہ کرے۔ نہ صبح کی فتوح کو شام کیلئے اسی طرح شام کی فتوح کو صبح کیلئے بچا کر نہ رکھے تاکہ وہ اس حکم کو بجالائے۔

**الفقر بذل الموجود وترک طلب المفقود۔**

**ترجمہ:** یعنی موجود کا خرچ کرنا اور غیر موجود کا ترک کرنا ہی فقر ہے۔

ہاں اگر اکابر کے اعراس یا کسی دوست کا قرض ادا کرنے کیلئے جمع کرے تو روا ہے۔ فتوح کو اصحاب مجلس میں تقسیم کر دینا چاہیے کہ تحفوں میں سب کا حصہ ہے۔ ”الھدایا مشترک“ یعنی اگر بصورت لباس حاصل ہو تب بھی سب کو اس میں شریک کرے۔ جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کیلئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر و شیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**من زار کریمًا صفر الیدین رجع مصفر الخدین۔**

**ترجمہ:** جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد رہ کر لوٹا۔

درویش بھی زائر کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو۔

**المؤلف:** عبد العزیز بن أحمد بن محمد، علاء الدین البخاری الحنفی (المتوفی: 730ھ) لکھتے ہیں:

**قِيلَ مَنْ زَارَ حَيًّا وَلَمْ يَذُقْ عِنْدَهُ شَيْئًا فَكَأَنَّمَا زَارَ مَيِّتًا۔**

کہا گیا ہے کہ جس نے کسی زندے سے ملاقات کی اور اس کے ہاں کچھ نہ چکھا تو گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔<sup>1</sup>

**أحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الكوراني الشافعي ثم الحنفي المتوفى 893 هـ** لکھتے ہیں:

**وقد اشتهر أن من زار إنسانًا ولم يطعم عنده فكأنما زار ميتًا۔**

**ترجمہ:** اور تحقیق کے ساتھ مشہور ہے کہ جس نے کسی زندے سے ملاقات کی اور اس کے ہاں کچھ نہ چکھا تو گویا کسی

مردے سے ملاقات کی۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (كشف الأسرار شرح أصول البزدوي ج ۲ ص ۱۶۵)

<sup>2</sup> (الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري ج ۹ ص ۳۵۷)

اس سلسلہ میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز (درویش) کی ملاقات کیلئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کیلئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچ کر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔ اتفاق سے وہی ڈھیلا اُن درویش کے کام آیا۔

جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اس کو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھاڑو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کیے ہیں) تو زائر کو چاہیے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ، چہار شنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسم ماکولات واجناس کچھ پیش کرے تو فوراً قبول کر لے اور کھانے کی چیزوں کو فوراً کھالے، اس لئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے۔

### از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد

ترجمہ: دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے:

جزاک اللہ خیراً و تقبل اللہ منک۔

اور اگر موجود نہ تو اس طرح کہے:

جزاہ اللہ خیراً و تقبل اللہ منہ۔<sup>1</sup>

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

### مکتوب نوزدہم

ان مکاتیب کے جامع بندہ لاشی (شاہ رؤف احمد مجددی رحمہ اللہ) غفی عنہ کو تحریر فرمایا:

عریضہ کا جواب اور رسالہ مراتب الوصل، جو میں نے تصنیف کر کے آپ کے حضور میں ارسال کیا تھا وہ آپ کے حضور میں پہنچا اور اس کے مطالعہ سے خوش ہو کر تحریر کیا۔ بعض نصیحتیں، طالبان طریقت کے سلوک، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور نیاز مندی کے سجدوں کو بجالانے کی قید، فتوحات (نذرانوں) میں فقراء کا حصہ معین کرنا، حدیث و تفسیر اور مکتوبات وغیرہ کا توجہ و حلقہ سے پہلے ذکر اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کا بیان:

<sup>1</sup> (لطائف اشرفی ص ۶۸۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صاحبزادہ عالی مراتب (و) بلند شان حضرت شاہ رؤف احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش کرتا ہے کہ عنایت نامہ کے دو صفحات مع رسالہ شریفہ صادقہ مصدوقہ موصول ہوئے، انہوں نے خوشیاں بخشیں۔ **جزاکم اللہ خیر الجزاء**۔ (یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے)۔

اس (مکتوب) کے مندرجات سے بہت سرور حاصل ہوا۔ حق تعالیٰ و تبارک بہت زیادہ برکت اور طریقہ شریفہ احمدیہ مجددیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی اشاعت (کی توفیق) عنایت فرمائے۔

مردانہ و راستقامت پر قائم رہیں اور ہر کسی سے الگ اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ (مشغول) اور (اس کی) محبتوں میں دیوانہ رہیں۔ ہم اس بلند مناقب صاحبزادہ سے بہت خوش ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں خوش رکھے اور مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم نیز آپ سے خوش رہیں۔

جب بھی دلوں میں توجہ و حضور اور انوار کی جمعیت و وسعت پیدا ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ توجہ نیست و نابود ہو جائے (اور) پھر فوق (بلندی) کی طرف توجہ کریں۔ اللہ کرے کہ طالبان خدا کو تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔ فقیر کو دعا سے فراموش نہ کریں۔ فتوحات (نذرانوں) سے جو کچھ عنایت ہو (اس میں سے) فقراء کا حصہ معین رہے اور فقراء جو کہ جلساء اللہ (یعنی اللہ کے ہم نشین) ہیں وہ آپ کے ہمراہ رہیں۔ تفسیر و حدیث، مکتوبات شریفہ، عوارف، تعرف، نفحات اور فقہ کا ذکر حلقہ متبرکہ میں ہوتا رہے اور اوقات میں سے کچھ وقت حضرت باری تعالیٰ کی بارگاہ میں محبت و نیاز مندی کے سجدوں، گڑ گڑانے اور گریہ زاری کرنے کیلئے صرف کریں، جو غیروں اور خود سے الگ ہو کر ایک خلوت میں کیا جائے۔ اس فقیر ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

رسالہ شریفہ کے مطالعہ سے ہم بہت خوش ہوئے۔ حق تعالیٰ یوں کرے کہ اس رسالہ شریفہ کے مضامین (کی کیفیات) احسن طریقہ سے کامل اور مکمل طور پر آپ میں اور آپ کے ساتھیوں میں ظاہر ہوں اور طالبان خدا کو بہرہ ور کریں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباؤ اجداد کو جو کچھ عطا فرمایا ہے، وہ آپ کو عنایت فرمائے۔

**والسلام علیکم وعلیٰ لیدیکم۔**

**یعنی:** اور آپ پر سلامتی ہو اور اس پر جو آپ کے پاس ہے۔<sup>1</sup>



## (۲) باب نمبر دو: امی ولی بن سکتا ہے کے بیان میں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:  
بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو شخص مروجہ درسِ نظامی کا عالم نہ ہو، وہ ولی نہیں بن سکتا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ ولی تو بن سکتا ہے مگر پیر و مرشد نہیں بن سکتا تو کیا ولایت و ارشاد اور بیعت مشائخ کیلئے درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے یا نہیں۔ براہ کرم اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟ **بینوا تو جروا**

**المستفتی:** سید محمد منور شاہ نقشبندی سیفی سواتی

شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء دارالعلوم علیہ کراچی صوبہ سندھ

### الجواب بعون الملک الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی جعل بیعة الاولیاء رحمة اللہ تعالیٰ علیہ غیر مشروطة بقراءة الفنون المروجة فی هذا الزمان والصلوة والسلام علی رسولہ وحبیہ سیدنا محمد المبعوث آخر الزمان وعلی آلہ واصحابہ الذین بايعوا النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم ووصلوا الی اقصی مراتب الارشاد والاحسان وهذا بدون قراءة الفنون المروجة فی ما بعد الزمان۔ بل بالسماع والصحبة والبیعة مع صحبة رسول الانس والجان علیہ افضل الصلوات والسلام الی تعاقب الدوران وعلی اتباعہ الکاملین وورثتہ الاکملین اصحاب الایقان والعرفان اما بعد!

جاننا چاہئے کہ عالم، مبلغ اور واعظ بننے کی شرائط الگ ہیں اور مفتی و مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے شرائط الگ ہیں جس کی کچھ تفصیل مخزن الحقائق میں بھی درج ہے۔ اور مفتی کی شرائط کو علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رد المحتار ص ۵۲، ۵۳، ۵۴، مطبوعہ بیروت اور مجموعہ الرسائل ص ۱۲، ۱۱، ج ۱ اور طبقات فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے یا پیر و مرشد بننے کی شرائط الگ ہیں جو مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر کتب تصوف میں مذکور ہیں۔ ایک کی شرائط دوسرے میں خلط ملط کرنے سے مسئلہ الجھ جاتا ہے۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لئے جو شرط مروجہ نظامی کے عالم ہونے کی لگائی جاتی ہے اور اس کے حق میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، وہ شرط اور اس کے اثبات کے دلائل مفتی، عالم تبخر اور اچھا مبلغ حق اور واعظ بننے کے حق میں ہیں۔ اور اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔

جیسا کہ جلالین شریف ص ۵۷ پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

**”ومن للتبعیض لان ما ذکر فرض کفایة لایلزم کل الامة ولا یلیق بکل احد کالجاهل“**

اور کلمہ ”من“ تبعیض کیلئے ہے کیونکہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے اور پوری امت پر تبلیغ کرنا لازم نہیں اور ہر جاہل کے لئے مناسب بھی نہیں ہے کہ وہ تبلیغ کرے۔

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

اسی طرح علامہ شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”فلا یأمر الجاهل ولا ینہی لانه ربما امر بمنکر أو نہی عن معروف لعدم علمه بذالک“۔

یعنی ان پڑھ جاہل کو حق نہیں کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے کیونکہ جاہل اپنی لاعلمی کی وجہ سے کبھی بری اور منہی عنہ (کو نیکی سمجھ کر) کا حکم دیتا ہے اور کبھی نیکی کو (بری اور منہی عنہ سمجھ کر) اس سے منع کرتا ہے۔<sup>1</sup> فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”المر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیاء۔ اولها العلم لان الجاهل لا یحسن الامر بالمعروف“۔

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے پانچ چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس میں سب سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جاہل بے علم آدمی امر بالمعروف کو کیا جانے۔<sup>2</sup> امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے علم کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے بلکہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان افغانی فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جاہل کی تبلیغ زنا سے بدتر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وانما حق العوام ان یؤمنوا ویسلموا ویسئلوا ویشغلوا بعبادتهم ومعایشهم ویتروا العلم للعلماء فالعامی لو یزنی او یسرق کان خیر الہ من ان یتکلم فی العلم فانہ من تکلم فی اللہ أو فی دینہ بغير اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لا یدری کن یرکب لجة البحر وھو لا یعرف السباحة۔

ترجمہ: اور یقیناً عوام کا حق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام لانے کے بعد اپنی عبادات اور اپنے معاش دنیا میں مصروف عمل رہے۔ اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دے پس اگر کوئی عامی زنا یا چوری کرے تو یہ اس کے لئے **تکلم فی العلم** (یعنی بر جہالت سے بہتر ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں **اتقان فی العلم** کے بغیر گفتگو کرنے والا کفر میں واقع ہو جاتا ہے اور اس کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا (من حیث لا یدری) جس طرح کوئی شخص دریا کی لہر میں کود پڑے درآں حالیکہ اسے تیرنا نہ آتا ہو۔<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (تفسیر صاوی ج ۱، ص ۱۶۱)

<sup>2</sup> (کذا فی حاشیہ جلالین ص ۵۷، حاشیہ ص ۲۵ و الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ باب الامر بالمعروف)

<sup>3</sup> (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۱۵ ثم احیاء العلوم ج ۳ باب مدخل الشیطان الی القلب)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری جگہ ایک مسئلہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ جتنا سنو ارے گا۔ اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں جاہل کو وعظ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ کیا تم قرآن میں ناسخ و منسوخ جانتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا اور ہماری مسجد سے نکل جاؤ اور یہاں وعظ نہ کرنا۔<sup>1</sup>

اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے معارف القرآن ص ۲۸۰، ج ۱ پر لکھا ہے کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”ہلکت و اہلکت مع زیادۃ“ اور فرمایا کہ میری مسجد سے نکلو اور آئندہ نہ آنا لہذا علم کے بغیر کسی کو مبلغ اور واعظ بننا جائز نہیں ہے۔ اور آیت کریمہ ”ولنکن منکم امة خیر یدعون الی الخیر... الایۃ“ کی تفسیر میں عام معتمد اور ثقہ مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی تبلیغ کے لئے علم و حکمت و دانش کی شرط لگائی ہے اور جاہل مبلغین پر سخت رد کیا ہے اور قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف کرنے والوں کے لئے عالم ہونا و ناجو بی شرط ہے اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ان دلائل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے۔ کیونکہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کی شرائط الگ ہیں۔ ہاں یہ بات سونے پہ سہاگہ ہے کہ ایک شخص باشرائط (مثلاً صحت عقیدہ، عمل صالح، اور باطنی نور و فیض وغیرہا کا حامل) پیر و مرشد بھی ہو اور ساتھ ساتھ ایک تبحر اور راسخی فی العلم عالم ربانی بھی ہو۔ (جو کہ وارثِ کامل ہوتا ہے) دوسری بات یہ ہے کہ کسی فن کے بارے میں شرائط کا تعین کرنا اس فن کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کام ہے اور انہی کی بات دلیل بھی بنتی ہے۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کی شرائط میں مروجہ درسِ نظامی کی شرط تصوف کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مثلاً حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور حضرت سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا اس کی شرط لگانا درست نہیں ہے نیز نفسِ حصولِ تفتہ فی الدین درسِ نظامی مروجہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ صحبتِ اکابر اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بطورِ سماع بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو علماء، پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی کی شرط لگاتے ہیں ان میں سے اکثر حضرات خود طریقت و

<sup>1</sup> (بستان العارفین ص ۱۳، قرطبی، ج ۱، تفسیر عزیز، ایضاً وغیرہ)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

تصوف میں استاذِ کامل (شیخِ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے تربیت یافتہ نہیں ہیں لہذا ان کا قول قابل اعتبار نہیں جیسا کہ فن طب میں غیر طبیب یا ناقص طبیب کا قول غیر معتبر ہوتا ہے۔ بہت سے حضرات جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی اور فنون نہیں پڑھے مگر درجہ ولایت پر فائز ہوئے اور رشد و ہدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیا مثلاً حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام جو اس دنیا میں پہلے بشر تھے انہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے تھے مگر ولی بھی تھے اور پیر و مرشد بھی تھے۔ نبوت و رسالت بھی ملی اور اولو العزم کے رتبہ پر بھی فائز ہوئے اور علم لدنی بھی بفضلِ الہی مل گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ہے:

**وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا... الْآيَةُ الْبَقَرَةُ ۳۱** یعنی اس نے (اللہ تعالیٰ نے) آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے۔ پھر اسماء کی تفسیر میں بہت اختلافات ہیں (پوری تحقیق تفسیر مظہری میں درج ہے) اسی طرح ولایت ملائکہ کرام علیہم السلام ہے انہوں نے کون سے فنون پڑھے؟ جبکہ وہ اللہ کے ولی اور دوست ہیں۔ اور اس کے حکم سے سر مو انحراف نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے **”وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ“** یعنی وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کا قبل از وحی ولی اور مرشد ہونا۔ اسی طرح حضرت سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیہ ہونا۔ قرآن کریم میں ہے: **”وَامْهٌ صَدِيقَةٌ“** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا صدیقیت کے مقام پر فائز تھیں (وال تفصیل فی المنظرہ وغیرہ)۔

اسی طرح حضرت ام موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: **”وَإِذْ نَادَىٰ إِبْرَاهِيمُ فِي الْمَشْرِقِ الْأَيْمَنِ الْكَلْبَ الْكَلْبَ... الْآيَةُ يٰ وَحٰی“** غیر تشریحی ہے جو اکابر محدث اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو ملتی ہے۔ (کمافی التفسیر المنظرہ)

اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی زوجہ تھیں، ولیہ تھیں اور آخرت میں آقائے دو جہاں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم میں شامل ہوں گی۔ اسی طرح قرآن کریم نے حضرت خضر علیہ السلام کی ولایت اور علم کے حصول (بغیر مروجہ فنون کے پڑھے) تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: **”أَتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (الكهف ۶۵)“** یعنی ہم نے اسے (خضر علیہ السلام) کو اپنی جانب سے رحمت اور علم عطا کیا۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بچپن ہی میں ولایت عطا کر دینا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (کمافی نفحات الانس للعلامہ الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اسی طرح بعض امی حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے ولایت عطا فرمائی تھی اور وہ حضرات بہت سے اکابر مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوئے، مثلاً حضرت حماد باس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور بظاہر امی تھے۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور بعد میں آنے والوں کے (یعنی مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے) پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے حالانکہ امی تھے۔ حضرت امام شعرانی رحمۃ

## (۲) باب نمبر دو: امی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

اللہ تعالیٰ علیہ کے پیرومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی امی تھے۔ (کما فی مقدمۃ الانوار القدسیۃ) اسی طرح دیگر حضرات بھی تھے جنہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے مگر وہ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بھی تھے اور رشد و ہدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام امت مسلمہ پر پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور پھر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت دیگر تمام مسلمانوں پر مروجہ درسِ نظامی و فنون کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صحبت مع النبی الاکرم ﷺ اور تعلق باللہ تعالیٰ اور علم باللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے: **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** کے تحت تحقیق فرمائی ہے۔ اسی طرح خیر التابعین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرن کے جنگلوں میں اونٹ چراتے اور اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مشغول رہتے انہوں نے تو فنونِ مروجہ و مدونہ نہیں پڑھے لیکن ولایت اور ارشاد کے کتنے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے؟ اسی طرح ولایتِ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل ولادت نص سے ثابت ہے۔ اسی طرح اصحابِ کہف بلکہ اصحابِ کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کتے کی (قطمیر کی) ولایت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ انہوں نے کون سے مروجہ فنون اور درسِ نظامی کی تحصیل کی تھی؟ اسی طرح ہدٰی سلیمان علیہ السلام اور نملۃ سلیمان علیہ السلام، اسی طرح اسطوانۃ حنّانہ جو نبی کریم ﷺ کی جدائی میں رویا تھا، اسی طرح دیگر حیوانات (جن کا ذکر صاحبِ روح البیان نے کیا ہے) کو ولایت حاصل تھی جبکہ انہوں نے تو کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا جبکہ ابھی وہ بچے ہی تھے۔ **وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (مریم ۱۲)** اس وقت انہوں نے کون سے فنون پڑھے تھے؟ اسی طرح حضرت شبان راعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کئی کتب تصوف کے مصنف ہیں حالانکہ امی تھے۔ **(النفحات للجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)**

حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دباغ صاحبِ تفسیر (ابریز تبریز)، شیخ برکتہ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر کامل مکمل، مشہور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی و فنون نہیں پڑھے تھے بلکہ امی تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ولایت اور اپنی جانب سے علم عطا فرمایا تھا۔ اور یہ حضرات اپنے زمانے میں پیرومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند عالیہ پر فائز رہے۔ مزید تفصیل کے لئے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سید جعفر حسینی نقشبندی سیفی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف **”الجواب الشافی فی اثبات ولایت الامی بفضل الالہی وبسبب صحبۃ النبی ﷺ او الولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“** جو فارسی زبان میں ہے، ملاحظہ کریں پس مرتبہ ولایت و ارشاد کا حصول صرف اللہ کے فضل و عنایت اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاءِ راہِ سخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت بابرکت پر منحصر ہے نہ کہ مروجہ فنون

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

و درسِ نظامی کے حصول پر۔ اسی طرح ظاہری علم کا حصول بھی مروجہ فنون و درسِ نظامی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عارفِ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے التزام سے اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکثر خلفائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صحبت کے التزام اور سماع سے علمِ باطن کے ساتھ ساتھ علمِ ظاہر بھی حاصل ہوا تھا۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ:

علمائی ناد رہ یا بے ز حسیب

گر کنے خدمت بخوانے یک کتب

بے کتاب و بے معید و استاد

در دلت یا بے علوم انبیائے

(لب لباب مثنوی کتاب العلم)

**ترجمہ:** اگر تو اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرے اور ایک کتاب پڑھے تو نادِ علوم اپنے گریبان میں پائے گا، اپنے دل میں انبیاء علیہم السلام کے علوم (ظاہری و باطنی) پائے گا بغیر کتاب اور سختی اور استاد کے۔ (مثنوی شریف)

اسی طرح حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نے اپنی تفسیر روح المعانی سورۃ جمعہ کی آیت کریمہ: ”ہو

الذی بعث فی الامیین رسولاً... الخ“ باب الاشارات ص ۱۵۷، ۱۵۸، (طبع مکتبہ حنفیہ ملتان) میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”اشارۃ الی عظیم قدر تہ عز و جل وان افاضۃ العلوم لا تتوقف علی الاسباب العادیۃ ومنہ قالوا! ان الولی یجوز ان یکون امیا کالشیخ معروف الکرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی ماقال ابن الجوزی، وعنده من العلوم اللدنیۃ ما تقصر عنها العقول وقال عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: قد یکون الانسان عالما باللہ تعالیٰ ذائقین و لیس عنده علم من فروض الکفایات، وقد کان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلم من العلماء التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحقائق الیقین ودقائق المعرفۃ مع ان من علماء التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ من هو اقوم بعلم الفقہ من بعض الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ومن انقطع الی اللہ عز و جل و خلصت روحہ افیض علی قلبہ انوار الہیۃ تھیأت بہا لا دراک العلوم الربانیۃ والمعارف اللدنیۃ، فالو لایۃ لا تتوقف قطعاً علی معرفۃ الفقہ مثلاً علی الوجه المعروف، بل علی تعلم ما یلزم الشخص من فروض العین علی اى وجه کان من قرأۃ أو سماع من عالم أو نحو ذالک۔

**ترجمہ:** مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ کی قدرتِ عظیمہ کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کی طرف بھی کہ علوم کا افاضہ کرنا اسبابِ عادیہ پر موقوف نہیں اس لئے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امی ہونا جائز ہے۔ جیسے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے، جبکہ ان کے (حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس اتنے علوم لدنیہ تھے، جس سے عقلیں عاجز ہوتی تھیں۔ حضرت عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

فرمایا ہے کہ کبھی انسان عالم باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اور صاحب یقین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل ہوتا ہے حالانکہ اس کے پاس فرض کفایہ علوم نہیں ہوتے اور یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقائق یقینیہ اور معرفت کے دقائق کی بناء پر علماء تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ عالم تھے اگرچہ بعض علماء تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عالم تھے۔ اور جو شخص اپنا تعلق مخلوق سے منقطع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کی روح (نفس سے) آزاد ہو گئی تو اس کے قلب پر انوار الہیہ انڈیلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کے ادراک کی استعداد حاصل کر لیتا ہے۔ پس ولایت کا حصول قطعی طور پر علوم رسمہ مثلاً نحو، معانی، اور بیان وغیرہ پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہی معروف و مروجہ علم فقہ پر موقوف ہے۔ بلکہ فرض عین علم کی تحصیل بھی کافی ہے چاہے اس فرض، عین علم کا حصول مروجہ طریقے سے ہو یا کسی عالم باعمل (یا شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے سماع کے طریقے پر ہو یا دیگر کسی واسطے سے ہو... الخ<sup>1</sup>

پس اس عبارت سے یہ معلوم ہو گئی کہ اس زمانے میں مراتب ولایت و ارشاد کے حصول اور علوم شرعیہ کے حصول کے لئے مروجہ فنون کا پڑھنا لازم و شرط نہیں ہے بلکہ ان کے حصول علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت اور ان سے سماع کرنے اور ان کی توجہات عالیہ سے خصوصاً طریقہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی ایک توجہ سوچوں سے بہتر ہے۔ (کمافی المکتوبات الشریفہ للامام الربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اور اس سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ میں وصول الی اللہ تعالیٰ میں بچے، نوجوان، بوڑھے اور عورت برابر ہیں، بلکہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مردے بھی فیض پاتے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقف اسرار تشابہات قرآنی نے اپنے مکتوبات شریفہ میں تحقیق فرمائی ہے۔ جبکہ وراثت حقیقی دونوں علوم (علم ظاہر و باطن) کے جمع کرنے پر منحصر ہے۔ پس علم ظاہر، جس طرح مروجہ فنون سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت کے التزام اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ اور علم باطن مشکوٰۃ صدر النبی ﷺ سے انعکاس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ چاہے بلا واسطہ ہو یا بواسطہ یا بالوسائط ہو۔ جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری میں اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲، نمبر ۵۴، ج ۱ میں تصریح فرمائی ہے، لہذا ان کتابوں کی طرف مراجعت فرمائی جائے۔

<sup>1</sup> (تفسیر روح المعانی)



## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

آخر میں ہم چند نکات کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے:

(۱) نکتہ اولیٰ: یہ ہے کہ وراثت حقیقی جمع بین العلمین (علم ظاہر و علم باطن) پر منحصر ہے حدیث مبارکہ ہے: ”العلماء

ورثة الانبياء“ یعنی علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وارث ہیں۔ اور دوسری حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علم ہے۔ اور یہ بات عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دونوں علوم کے جامع ہوتے ہیں۔

کما فی الحدیث: ”العلم علمان فعلم فی القلب فذلک هو العلم النافع و علم علی اللسان فذلک حجة اللہ علی ابن آدم علیہ السلام (مشکوٰۃ و احیاء العلوم) (و کما فی حدیث البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفظت من رسول اللہ ﷺ و عائین ای من العلم اما الاول فبششتہ فیکم (ای بلسان القول) و اما الاخر فلو بششتہ فیکم (بلسان المقال) لقطع هذا البلعوم۔ والتفصیل فی احقاق المعالی والمظہری والمرقات واشعة اللمعات فلیراجع۔)

اگر ایک علم ہو اور دوسرا نہ ہو تو یہ نقص ہے اور نقص انبیاء کرام علیہم السلام میں قطعاً متصور نہیں ہو سکتا۔ لہذا انبیاء کرام، علیہم السلام کے کامل وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہی ہوں گے جو علم ظاہر اور علم باطن دونوں کے جامع ہوں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)“

یعنی ”اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے خشیت رکھنے والے علماء ہی ہیں۔“

اور تفسیر روح المعانی اور مظہری میں ہے کہ یہاں علماء سے مراد علماء باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور جامع وارثین ہیں نہ کہ صرف ظاہری فنون کے حامل علماء۔

حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”من لم يخش الله فليس بعالم“۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ سے خشیت نہیں رکھتا وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔<sup>1</sup>

اور مراتب خشیت علم باللہ کی تکثیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ لہذا جو حقیقی عالم نہ ہو وہ حقیقی وارث بھی نہیں ہو سکتا (فانہم)۔ قرآن و حدیث کی وضاحت کے بعد اب آئمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

<sup>1</sup> (حديقة النديه ج ۱، وكذا في المظہری)



## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

سراج الامۃ حضرت سیدنا امام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

**”لولا سستان لہلک نعمان“**

یعنی اگر میری عمر کے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

پس ان دو سالوں سے مراد مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے سے پہلے ابتدائی جوانی کے دو سال ہیں جن میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ میں (ایک قول کے مطابق) اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ علویہ قادریہ میں کمالات باطنیہ حاصل کئے۔ نور فراست اور کمالات باطنیہ اور علوم ظاہرہ کی تحصیل کے بعد مرتبہ اجتہاد مطلق پر فائز ہو کر مسائل اجتہادیہ میں استنباط فرما کر امت مسلمہ کے لئے روشن چراغ بن گئے۔ حضرت امام الشریعۃ والطریقۃ مولانا محمد ہاشم سمگانی اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ **”لولا سستان لہلک نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ“** میں سین کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا رائج ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو سُنْتیں یعنی ثابت بالسنۃ چیزیں (علم باطن و علم ظاہر) نہ ہوتیں تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہو جاتے کیونکہ محرمات ظاہرہ اور باطنہ سے اجتناب اور فرائض ظاہرہ اور باطنہ کا انتہال ان دو علوم پر مبنی ہے۔ اور ان دو علوم کے بغیر محرمات کا ارتکاب اور فرائض کا ترک لازم آتا ہے جو کہ ہلاکت ہے لیکن علم ظاہر اور احکام شریعہ کا علم مروجہ و مدونہ فنون پر موقوف نہیں بلکہ اگر فنون مدونہ کے ذریعے حاصل ہو جائے یا صحبت مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے فقہ اور علم اخذ کیا جائے یا علماء راہنہین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال سننے سے حاصل ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں علم ظاہر سے اتصاف صحیح ہے بلکہ مؤخر الذکر دو طریقے تو خیر القرون بالخصوص عہد نبوی ﷺ میں معمول تھے۔

کتاب اثبات البیعت (مصنفہ: پیر طریقت رہبر شریعت قطب سرحد فی زمانہ حضرت سراج الحق سیفی مرحوم) کے حاشیہ

پر ہے:

حضرات آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کی ہے۔ ہمارے مذہب کے پیشوا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی فقہت و علیت کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے: **”الناس کلہم عیال ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفقہ“** یعنی سارے لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنبہ ہے جن کی نیکی اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ طبقات کبریٰ ص ۴۶ پر ہے:

**”ختم القرآن فی الموضع الذی مات فیہ سبعۃ الاف مرۃ“**

یعنی جس جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات ہزار ختم قرآن کئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کئے اور دو سال ان کی صحبت میں رہے فقط یہی نہیں بلکہ ان دو سالوں کو اپنی پوری زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: ”لو لا سنتان لہلک نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض صحبت سے بہت کچھ پایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود عالم ربانی اور متبع سنت ہونے کے حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوتے اور ان سے علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے جبکہ وہ ایک مسکین چرواہے تھے اور بظاہر اُمی تھے۔ جب ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا جاتا کہ آپ مقتدائے زمانہ ہو کر ایک سیدھے سادے شخص کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہم ان سے وہ کچھ حاصل کرتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

”وكان يقول صحبت الصوفية رحمة الله تعالى عليه عشر سنين۔“

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں دس سال گزارے

ہیں۔

(محشی: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی مدظلہ العالی)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

”من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزدق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔“

کما فی المرقاة شرح المشکوٰۃ ج ۱ ذیل حدیث (العلم علما الخ)۔

یعنی جس نے صرف علم ظاہر کو حاصل کیا اور امراض باطنیہ سے اپنے نفس کو پاک نہ کیا تو وہ فاسق رہے گا۔ اور جس نے تصوف پڑھا مگر فقہ نہیں پڑھا تو وہ زندق ہو گیا۔ کیونکہ پھر طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھے گا اور ظاہر شریعت سے انکار کرے گا اور بہت سی ضروریات دین سے بوجہ جہالت انکار کرے گا۔ پھر تفقہ فی الدین فنون مروجہ پڑھنے پر منحصر نہیں بلکہ صحبت اکابر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی بطور سماع حاصل کیا جاسکتا ہے (کما مر) اور جس نے دونوں (علم ظاہر و علم باطن) کو جمع کیا پس وہ مقام تحقیق اور مقام وراثت تک پہنچ گیا۔ ان آئمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال و افعال سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی وراثت دونوں علوم (علم ظاہر و علم باطن) کے حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ حضرت امام

ربانی واقف سر لامکانی قیوم زمانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے (مکتوب نمبر ۲۶۸، ج ۱، م ۵۳، ج ۲، م ۱۳، ج ۲) پر اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر تصریح فرمائی ہے کہ کامل وراثت جمع بین العلمین سے حاصل ہوتی ہے۔

عبارات ملاحظہ ہوں:

**مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲:** اس بیان میں کہ علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نصیب کیا ہے اور صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصہ میں کیا آرہا ہے۔ اور علمائے راہنیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں ان کے نصیب میں کیا ہے؟ مرزا شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مبارک خط جو از روئے کرم کے صادر فرمایا تھا۔ برادر عزیز شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہنچایا اور خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ایسے مکتوبات کے ساتھ جو نصیحتوں سے پر ہوں، یاد فرماتے رہیں۔ میرے مخدوم و مکرم **النصیحة ہی الدین و متابعة سید المرسلین علیہ و علیہم من الصلوات افضلها و من التحیات اکملها** یعنی سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین کا دین اور ان کی متابعت اختیار کریں۔

سید المرسلین ﷺ کے دین اور متابعت سے علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم رکھتے ہیں، احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں، اور علماء راہنیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب جو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے طور درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت تبعیت کے طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔ اسی واسطے **”علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل“** کے شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ پس آپ کو بھی لازم ہے کہ علم و عمل و حال و وجد کے روئے سے حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین و اہل طاعتہ اجمعین الصلوة والتحیات کی متابعت بجالائیں تاکہ اس وراثت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو، جو نہایت اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ والسلام۔<sup>۱</sup>

<sup>۱</sup> (مکتوبات امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد دوم دفتر دوم مکتوب نمبر ۱۳)

مکتوب نمبر ۵۴ ج ۲: یہ مکتوب شریف طویل ہے ہم اپنے مدعا کی مناسبت سے مختصراً نقل کرتے ہیں:

اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں اور وہ سات درجے ہیں۔ ہر ایک درجہ کی تفصیل میں سید شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

(۱) پہلا درجہ عوام اہل اسلام کیلئے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینانِ نفس (جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے) سے پہلے احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنہ کی متابعت ہے اور علماء ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا معاملہ ابھی تک اطمینانِ نفس تک نہیں پہنچا۔ متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت حاصل ہونے میں برابر ہیں۔ (ملخصاً)

(۲) دوسرے درجہ آنحضرت کے اقوال و اعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے مثلاً تہذیبِ اخلاق، بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض کا رفع کرنا وغیرہ جو مقامِ طریقت کے متعلق ہے۔ اتباع کا یہ درجہ اربابِ سلوک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو شیخِ مقتداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔ (ملخصاً)

(۳) تیسرے درجہ آنحضرت ﷺ کے ان اذواق و احوال و مواجید کی اتباع ہے، جو ولایتِ خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان اربابِ ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوبِ سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا سالکِ مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے اور اطمینانِ نفس حاصل ہو کر طغیان و سرکشی ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے وہ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ (ملخصاً)

(۴) چوتھے درجہ نفس کے مطمئن ہونے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راہِ سخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ وابستہ ہے جو اطمینانِ نفس کے بعد متابعت کی حقیقت سے متحقق ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ ”اصحابِ ولایات ثلاثہ قبل الکمالات والحقائق“ کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینانِ نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمالِ اطمینانِ نفس کو کمالاتِ نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے پس علماء راہِ سخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نفس کے کمالِ اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے، جو اتباع کی حقیقت ہے، متحقق ہوتے ہیں (ملخصاً)

(۵) متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں۔ بلکہ ان کا حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلے میں دوسرے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولو العزم پیغمبروں علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں (مخلصاً)

(۶) متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے سوا متابعت کے یہ پانچ درجات مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔ (مخلصاً)

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و هبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی ہے۔ اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان و سرکشی سے باز آگئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے الخ... پس کامل تابعدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو، اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں تو وہ درجات کے اختلاف کے بموجب فی الجملہ طور پر تابع ہے۔

علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں کاش یہ لوگ درجہ اول کو ہی سرانجام کر لیں۔ انہوں نے متابعت کو صورتِ شریعت پر موقوف کر رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور امر خیال نہیں کرتے۔ اور طریقہ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو جو درجاتِ متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر علماء ہدایہ اور بزدوی کے سوا کسی اور امر کو اپنا پیر و مقتدا نہیں جانتے۔ (مخلصاً)<sup>1</sup>

**مکتوب نمبر ۲۶۸ ج ۱:** اس بیان میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کا علم کون سا ہے اور ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو حدیث ”علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل“ (رواہ الشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الفتوحات) میں واقع ہوئے ہیں، کون سے ہیں؟ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت سے باقی رہا ہے۔ وہ علم توحید و جود دی اور

<sup>1</sup> (مکتوبات شریفہ جلد دوم دفتر دوم مکتوب ۵۳)

احاطہ و سر بیان اور قرب و معیت کے ان اسرار کے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (قبل از مقام رسوخ) نے تکلم کیا ہے اور ان کے مناسب امور کے بیان میں خانخانان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف صادر ہوا ہے۔

**الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی:** اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ ان حدود کے فقراء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ **والمستول من اللہ سبحانہ سلامتکم و عافیتکم و ثباتکم و استقامتکم**۔ چونکہ علم وراثت کی بحث در میان میں آگئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ **”العلماء ورثة الانبیاء“** یعنی علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ وہ علم جو انبیاء کرام علیہم السلام سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم الاحکام اور دوسرا علم الاسرار اور عالم وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہے جس کو ان دونوں علوم سے حصہ حاصل ہو، نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب میں نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“** (رواہ الشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الفتوحات) یعنی میری امت کے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے مراد علماء وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں نہ کہ غرماء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہو کیونکہ وارث کو قرب اور جنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہو گا مگر یہ کہ اس کے علم ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یہ کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے۔ اور عالم مطلق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علوم سے پورا حصہ حاصل ہو... الخ<sup>۱</sup>

عبارت مظہری: قال القاضي ثناء الله الفنى الفتى رحمة الله تعالى عليه فى تفسيره (المظهرى ص ۱۰۰ ج ۱) ذیل قوله تعالى **”وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرة ۱۰۲)“**... فان قيل اليس قد قال الله تعالى (وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ) على التأكيد القسمى فما معنى قوله تعالى (لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ) قيل معناه انهم لما لم يعملوا بما علموا افكانهم ما علموا وقيل المثبت العقل الغريزى والعلم الاجمالى بقبح الفعل وترتب العقاب والمنفى العلم بحقيقة ما يلحقه من العذاب والمختار عندى ان العلم علما

<sup>۱</sup>(مکتوب ۲۶۸ ج ۱)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

(۱) علم يتعلق بظاهر القلب وذا لا يستتبع العمل ومنه علم اليهود (يعرفونه كما يعرفون ابنائهم) لا يجدتهم معرفتهم شيئاً (مثلهم كممثل الحماة يحمل اسفارا) (۲) علم وهى يتخلص الى صميم القلب بعد انجلاته والى النفس بعد اطمينانه وهو المعنى فى قوله تعالى (انما يخشى الله من عباده العلماء... الآية) وقوله عليه السلام ”العلماء ورثة الانبياء“ <sup>الشافعية</sup> ”يحبهم اهل السماء ويستغفر لهم الحيتان فى البحر اذا ماتوا الى يوم القيامة“ (رواه ابن النجار عن انس رضى الله تعالى عنه) (واشار الى كلا العلمين افضل الانبياء عليه الصلوة والثناء (خير الخيار خيار العلماء وشر الشرار شرار العلماء) رواه الدارمى من حديث الاحوص بن حكيم رضى الله تعالى عنه وعن الحسن البصرى رضى الله تعالى عنه قال ”العلم علمان: فعلم فى القلب فذلك العلم النافع وعلم على اللسان فذلك حجة الله على ابن آدم“ رواه الدارمى،... الخ<sup>1</sup>

**ترجمہ:** حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر اس آیت کریمہ: ”وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرة ۱۰۲)“ کے تحت فرماتے ہیں کہ (پس اگر یہ کہا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ”وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ“ فرما کر تاکید قسمی ”یعنی لام قسم اور تاکید دخول قد بر ماضی دونوں“ کے ساتھ ان کے علم کا اثبات نہیں فرمایا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول ”لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرة ۱۰۲)“ کا کیا مطلب ہے؟ پس جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ س کا یہ معنی ہے کہ جب انہوں نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا تو وہ ایسے ہیں جیسے کہ جانتے نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مثبت (یعنی جس علم کا اثبات کیا گیا ہے) وہ عقل غریزی (طبعی) اور فعل کی برائی اور اس پر مرتب ہونے والے عقاب (سزا) کا علم (اجمالی) ہے۔ اور منفی (جس علم کی نفی کی گئی ہے) وہ علم ہے جو عذاب کی حقیقت سے ملحق ہے۔ اور (حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک مختاربات یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ علم جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے عمل نہیں پھوٹتا (یعنی علم ظاہر بلا عمل) اور اس قسم سے علم یہود ہے۔ ”يعرفونه كما يعرفون ابنائهم“ یعنی وہ انہیں (نبی کریم ﷺ) کو اس طرح جانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں) مگر اس معرفت نے انہیں کچھ نفع نہ پہنچایا۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو دل کی صفائی اور اطمینانِ نفس کے بعد دل و نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور یہی مراد و مقصود ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ ”اللہ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ہیں“ اور نبی کریم علیہ السلام کے قول کا کہ ”علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور انہی سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب وہ اس دنیا سے وصال کر جاتے ہیں تو دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں ان کے لئے دعائے

<sup>1</sup>(تفسیر مظہری، ص ۱۱۰، ج ۱)



مغفرت کرتی ہیں قیامت تک) اسے ابن نجار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور افضل الانبیاء ﷺ نے بھی اپنے اس قول سے ان دو علوم کی طرف اشارہ فرمایا ہے: ”اچھوں میں اچھے بہتر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور بروں میں برے شریر علماء ہیں۔“ اس حدیث کو دارمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احوص بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

”ایک علم القلب اور یہی علم نافع ہے اور دوسرا علم اللسان اور یہ علم بنی آدم پر اللہ کی حجت ہے۔“

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس موضوع پر مکمل تفصیل سلطان الاولیانج، مجدد عصر حاضر، قطب الارشاد حضرت مرشد ناخواجہ سیف الرحمن مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب (ہدایۃ السالکین) اور فقیر امین اللہ سیفی غفر لہ کی کتاب ”احقاق المعالجات“ میں نکتہ نمبر ۵ کے تحت درج ہے۔ نیز فرضیت علم باللہ (علم باطنی) اور اشرافیت علم باللہ بر علم ظاہر کے دلائل بھی درج کئے گئے ہیں اور کامل وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دونوں علوم کی شرط ہونے پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ جس میں سے یہ بات بھی ہے کہ علم ظاہر قرآن کتب اور سماع و صحبت اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور دیگر مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اور علم باطن صحبت و بیعت مع الاولیاء الکبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اور فضل و کرم ایزدی جل جلالہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (فلیراجع الیہما)

(۲) نکتہ ثانیہ: یہ ہے کہ شریعت و طریقت میں کوئی مغایرت نہیں ہے یعنی یہ ایک دوسرے سے جدا اور الگ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ بعض لوگ (جیسے فرقہ باطنیہ) کا نظریہ ہے کہ شریعت علیحدہ اور طریقت کوئی اور چیز ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ علوم شریعت حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کو کسی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ اس سے استہزاء و انکار کرتے ہیں اور اپنی من مانی طریقت گڑھ کر شرعی احکام پر طعن و طنز کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عام مسلمانوں بلکہ عام علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت کہیں زیادت شریعت پر خلوص نیت اور صدق دل سے عمل کرتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان کی صحبت میں آنے والا بھی شریعت اور اس کے احکام کو محبوب رکھتا ہے اور حتی المقدور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ اور ولایت حقیقی اتباع شریعت و اتباع سنت اور کامل مکمل مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقت کی مبارک صحبتوں اور ان کی توجہات عالیہ کی تاثیر سے بفضل الہی مل جاتی ہے۔ اس موضوع پر مختلف علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستقل کتابیں مختلف ناموں سے لکھی ہیں، جیسے شریعت اور طریقت وغیرہ۔



(۳) نکتہ ثالثہ: یہ ہے کہ پہلے واضح ہو گیا کہ امی شخص ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے لیکن آیا وہ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں صحیح بات یہ ہے کہ امی شخص پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے اور بعض کتابوں میں مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے، علم العقائد فقہ اور تفسیر و حدیث کا عالم ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے (مثلاً بریقہ نور ظلم اور القول الجلیل وغیرہا میں) تو اس سے مراد بقدر ضرورت عقائد حقہ اور احکام ضروریہ شرعیہ کے علم کا حصول ہے جو کہ فرض عین علوم میں آتا ہے۔ تفصیلی طور پر مذکورہ فنون یادِ مگر مروجہ فنون و درسِ نظامی کا پڑھنا مراد نہیں ہے۔ اور نہ ہی فنون مروجہ کی سلف صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ اور خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں تدوین ہوئی تھی تو اس کا پڑھنا ولایت و ارشاد کے لئے کیوں کر شرط ہو سکتا ہے؟ نیز متعدد بار یہ بھی واضح ہوا کہ علوم ظاہریہ کی تحصیل بھی درسِ نظامی کی مروجہ کتب پڑھنے پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر ذرائع مثلاً علمائے راہِ حق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سننے اور مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے التزام سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے: **”اصحابی کالنجوم فباہم اقتدیتم اہتدیتم“** یعنی میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ **”فلاقتداء بہم انما یثبت کونہم مرشدین“**۔ یعنی ان کی اقتداء کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سب مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مروجہ و مدونہ فنون نہیں پڑھے تھے۔ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے بھی تھے جو ایک مرتبہ یا چند مرتبہ صحبتِ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے تھے مگر پھر بھی امت کے لئے مرشد اور رہنما ہوئے اور باقی امت کے اکابر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے افضل ہوئے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ علم (ظاہری شرعی بھی) انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور ہر مسلمان (مکلف) مرد و عورت پر (بقدر ضرورت) فرض ہے مگر ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے تمام علوم و فنون و مروجہ درسِ نظامی کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین نہیں ہے۔

(۴) نکتہ رابعہ: (۱) مردوں کی بیعت کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ فتح میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ  
اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (الفتح ۲۸)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

**ترجمہ:** وہ لوگ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر رہے ہیں بے شک وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں اللہ کا یہ بلا کیف (اور معونت و فیض و نور و نعمت و خیر) ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جس نے عہد (بیعت) توڑا تو اس عہد (بیعت) توڑنے کا وبال بھی اسی پر ہو گا اور جو اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا تو عنقریب خدا سے بڑا اجر دے گا۔

اس قول خداوندی ل پر بار بار نظر ڈالیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کے لئے نہ سارے علوم کو لازم کیا اور نہ ہی درسِ نظامی کو شرط قرار دیا اور اس بیعت پر جو خیرات و برکات اور انوار و فیوض اور درجاتِ قرب و ولایت مرتب ہوتے ہیں اس کو **”ید اللہ فوق ایدیہم“** اور **”فسیؤتہ اللہ اجر اعظیما“** میں اشارہ فرمایا ہے اور مظہری کے قول کے مطابق جنت مقامِ رضا اور **”رؤیۃ اللہ فی الجنة“** کی طرف بھی اشارہ ہے۔ لہذا ہمیں یہ بھی جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیعتِ اولیاءِ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس پر مرتب ہونے والے مرتبہ ولایت و ارشاد کے لئے درسِ نظامی پڑھنے کو شرط قرار دیں اور اپنی رائے سے قرآن پاک کی آیت میں زیادتی کریں۔ (۲) اسی طرح آیت کریمہ: **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (الفتح ۱۸)** اس میں بھی بیعت اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات (ولایت و ارشاد) کے لئے تمام فنون و مروجہ درسِ نظامی کو شرط نہیں قرار دیا (فافہم) رہا بیعت کی اقسام مثلاً (بیعت بالجہاد، بالتقویٰ، بالاستقامۃ، بالخلافۃ والامارۃ یا بیعت بالایمان أو بالجہاد أو بالکتاب المعارف الباطنیۃ و مراتب الولایت) کا مسئلہ تو ہر ایک کی دلیل اور اس کے حکم کی تفصیل الگ موقع چاہتا ہے۔ اور اس کی پوری تفصیل تصوف کے مطولات میں موجود ہے۔

(۳) عورتوں کی بیعت کا ذکر سورۃ ممتحنہ پ ۲۸، ع ۸ میں ہے:

**قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْ لَا دَهْنَ وَلَا يَأْتِينَ بِنَهَائِنِ يَفْتَرِيَنَّهُ بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعَصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الممتحنة ۱۲)**

**ترجمہ:** اے نبی اکرم ﷺ جب مسلمان عورتیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ ﷺ کے پاس آئیں تاکہ بیعت کریں آپ ﷺ سے ان باتوں پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ بچوں کو قتل کریں گی اور نہ لادیں گی بہتان کہ باندھ لیویں اس کو درمیان ہاتھ اپنے کے اور پاؤں اپنے کے اور نہ نافرمانی کریں گی تیری بیچ کسی حکم شرعی کے۔ پس آپ ﷺ انہیں بیعت کر لیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات مبارکہ سے نفس بیعت اور طریقہ بیعت دونوں ثابت ہوئے کہ مردوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ دینے سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ”ید“ کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اور عورتوں کی بیعت زبانی ہوگی۔ ہاتھ میں ہاتھ دینا نہیں ہے۔ اسی طرح عورتوں کی بیعت کی شرائط پر سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفصل مکتوب ج ۲ دفتر ۲ مکتوب نمبر ۴۱ لکھا ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے حاشیہ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں **نفی مس ید المرأة الاجنبیة** کو بصورت عدم حجاب (کپڑا، رومال وغیرہ) اور **رخصت واثبات فی صورة الحجاب** کو احادیث کی رودشنی میں بیان کیا ہے اور القول الجمل میں بھی کچھ شرائط و ضوابط بیان ہوئے ہیں اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے **بیعت مع النساء الاجنبیات بالعصا** **أو بالعمامة** ثابت ہے لیکن بغیر حجاب مس ید سے **بیعت مع النساء الاجنبیات** ثابت نہیں۔ (واللتفصیل فی کتب التصوف)

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ”**اذا جائک**“ فرما کر بیعت کے لئے درس نظامی وغیرہ فنون و علوم پڑھنے کی شرط نہیں لگائی۔ چونکہ کتاب اللہ کی تقیید اس کا نسخ ہے اور اس کا نسخ خبر واحد سے جائز نہیں تو ہمارے قیاس سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ لہذا ہمیں قرآن و سنت، آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ہر فن کے اپنے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و اہل اجتہاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرنی چاہئے اور اپنی رائے کو دین و مذہب اور اکابر دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تابع کر کے ایک سچا مسلمان بننا ضروری ہے۔

(۴) اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے:

**عن جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بایعت: رسول اللہ ﷺ علی اقامة الصلوة وابتاء الزکاة والنصح لكل مسلم۔**

**ترجمہ:** حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے نماز قائم کرنے پر زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔<sup>1</sup>

مندرجہ بالا حدیث میں کیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے سارے علوم حاصل کرنے کا حکم دیا اور کیا جب انہوں نے مروجہ سارے علوم حاصل کر لئے تو پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام سے بیعت لی؟ ہرگز ہرگز نہیں؟ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اسلام لاچکے تھے اس لئے یہ بیعت اسلام کی نہیں تھی بلکہ یہ وہی بیعت تھی جو طریقت میں مروج ہے جس میں احکام ظاہری و باطنی کے التزام کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جو صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول ہے۔

<sup>1</sup> (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱)

## (۲) باب نمبر دو: امی ملی بن سکتے ہیں کے بیان میں

(۵) دوسری حدیث شریف میں ہے کہ:

عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا عند النبی ﷺ سبعة او ثمانية او تسعة فقال لا تبایعون رسول اللہ ﷺ فسیبنا ایدینا فقلنا یا رسول اللہ ﷺ انما قد بایعناک فعلی ما نبایعک قال ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئاً وتصلوا الصلوة الخمس وتسمعوا واطیعوا واستر کلمة خفیة قال ولا تستنلوا الناس شیئاً فلقد رأیت بعض اولئک النفر یسقط سوطه فلا یسئل احداً یأولہ۔

**ترجمہ:** حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے (ہم سات، آٹھ یا نو آدمی تھے)۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم رسول اکرم ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو آپ علیہ السلام سے بیعت کی ہے پھر کس چیز پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کریں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو۔ راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ حالت دیکھی کہ اتفاقاً چابک بھی گڑ پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر انھیں دیدے بلکہ خود اٹھایا۔<sup>1</sup>

اس حدیث مذکورہ میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ بیعت طریقت کیلئے پہلے علوم مروجہ پڑھے جائیں پھر بیعت کی جائے نیز حدیث مذکور میں بیعت ایمان و جہاد کے بعد بیعت بالتقویٰ والا تقیاد والا استغناء ہے جو کہ بیعت بیعت سلوک ہے۔

(۶) تیسری حدیث ہے:

”عن مجاشع بن مسعود السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی علیہ السلام ابایعہ علی الهجرة فقال ان الهجرة قد مضت لأهلها ولكن علی الاسلام والجہاد والخیر۔“

**ترجمہ:** مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تاکہ ہجرت پر بیعت کروں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہجرت، اہل ہجرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے ہو چکی یعنی اب ہجرت فرض نہیں رہی البتہ اسلام، جہاد اور بھلائی پر بیعت ہو سکتی ہے۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (ابن ماجہ ص ۲۰۶)

<sup>2</sup> (مسلم ج ۲ ص ۱۳۰)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

اس حدیث شریف میں لفظ ”خیر“ آیا ہے جو کہ جامع ہے جس میں تمام نیکیوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور اس سے بیعت سلوک و تصوف کا صریح اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ حقیقی عارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے کمالات باطنیہ و مراتب قرب الہی و درجات ولایت اور تصفیہ و تزکیہ قلب و نفس و قالب اور انوار و تجلیات و فیوضات اور حصول تقویٰ کاملہ ظاہری و باطنی اور توفیق علم و عمل و اخلاص اور معرفت الہی حاصل کرنے کی بیعت کی جاتی ہے جو کہ تمام کے تمام امور خیر اور فرائض مہمہ ہیں۔

(۷) چوتھی حدیث ہے کہ:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا اذا بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة يقول لنا في استطعتم۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے تو آپ ﷺ فرماتے جس پر تمہیں استطاعت ہو سکے۔<sup>1</sup>  
یہ بھی تسلیمی اور انقیاد فی امور الخیر وفق الاستطاعة پر بیعت کی دلیل ہے جو بعینہ بیعت سلوک ہے۔

(۸) پانچویں حدیث ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج النبی ﷺ في غداة باردة والمهاجرون رضی اللہ تعالیٰ عنہم والانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم يحفرون الخندق فقال اللهم ان الخير خير الآخرة: فاغفر للانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم والمهاجرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فاجابوا: نحن الذين بايعوا محمداً ﷺ على الجهاد ما يقينا ابدًا۔ وفي رواية: (اللهم لا عيش الا عيش الآخرة فاغفر للانصار والمهاجرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ صبح کو نکلے جبکہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم خندق کھود رہے تھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے اللہ بہتر خیر تو آخرت والی ہے لہذا مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاف فرمادے تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔<sup>2</sup>  
اس روایت سے بیعت کے اثبات کے علاوہ اس کے خیرات و برکات بھی ثابت ہوتے ہیں۔

(۹) چھٹی روایت ہے:

عن يزيد بن ابي عبيد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت لسلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ على أي شيء بايعتم النبی ﷺ يوم الحديبية قال على الموت۔

<sup>1</sup> (مسلم ج ۲ ص ۱۳۱)

<sup>2</sup> (بخاری ج ۳ کتاب الاحکام ص ۱۰۶ و کذا کتاب المغازی)

**ترجمہ:** یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی تو فرمایا موت پر۔ یعنی جب تک موت نہیں آئے گی اس وقت تک جہاد، اطاعت، تقویٰ اور امور خیر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ساتھ دیتے رہیں گے۔<sup>1</sup>

ان تمام احادیث سے ایک طرف بیعت سلوک کا اثبات ہوا تو دوسری طرف یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے لئے، ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے یا پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی اور مدونہ فنون کا پڑھنا شرط نہیں اور علوم شرعیہ ضروریہ کا حصول درسِ نظامی کی طرح صحبت و بیعت اکابر اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی ہو سکتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ: اول مجاہدہ نفس ضروری ہے اور جب اس میں ریاضت کرے گا تو معرفتِ روح خود بخود حاصل ہوتی جائے گی اور یہ معرفت حقیقی اس ہدایت میں سے ہے جن کے بارے میں پروردگارِ عالم نے فرمایا ہے: **”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“... الآية**، یعنی اور جن لوگوں ہمارے راستے میں جہاد (مجاہدہ) کیا ہم انہیں ضروری اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور جس نے معرفت، ریاضت کی منازل کو طے نہ کیا ہو۔ اس کو روح کے حقائق پر دلائل سوچنے یا بیان کرنے کی اجازت نہیں“ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ہدایت کے لئے مجاہدہ کو سبب بنایا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت پہلے عطا فرمائی ہے اور علم کامل بعد میں عطا فرمایا خصوصاً رسول اللہ ﷺ کو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **”حتى جاء الحق وهو في غار حراء فجاءه الملك فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ... الحديث“**

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بیعت کے لئے یا ولایت و ارشاد کے لئے پہلے ہر شعبے کا علم حاصل کرنا اور مروجہ فنون کا حاصل کرنا شرط و لازم نہیں ہے۔ اور پھر بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو علوم شرعیہ ضروریہ سے نوازتا ہے جس واسطے سے بھی ہو۔

**(۵) نکتہ خامسہ:** یہ ہے کہ فقہاء احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چھ طبقات بیان کئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی کون بن سکتا ہے اور کس کا فتویٰ قابل قبول ہو گا؟ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجموعہ رسائل ص ۱۱۱ اول میں ذکر کیا ہے کہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چھ طبقات ہیں۔

(۱) مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فی الشرع مثلاً آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۲) مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فی المذہب مثلاً (امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۳) مجتہدین فی المسائل مثلاً امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قاض خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ طاہر بن عبد الرشید رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ، بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

<sup>1</sup> (فتح الباری ج ۳، ص ۱۶۷)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ہی بن سکتے ہیں کے بیان میں

(۴) اصحاب التخریج، مثلاً امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۵) اصحاب التریح مثلاً صاحب ہدایہ و صاحب قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا۔

(۶) اصحاب التیمز، مثلاً صاحب الکنتز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب المختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب الوقایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ، صاحب المجمع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیرہم۔

ان کے علاوہ ساتواں درجہ (مقلدین، محض علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کا ہے۔ لہذا مفتی ان مذکورہ چھ طبقات میں سے ہو گا۔

اگر ساتویں درجہ (مقلدین محض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) میں سے کوئی عالم فتویٰ دینا چاہے تو اسے ان مذکورہ چھ طبقات میں سے کسی کا قول نقل کرنا لازم ہو گا۔ ورنہ اس کا فتویٰ یا قول مردود ہو گا۔ اور جو ان کی تقلید (بدون نقل از فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و

مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے کریں تو ”فالویل لمن قلدهم کل الویل“ آہ... اس کے لئے پوری ہلاکت ہے۔ کیونکہ اس برائے نام مفتی میں استنباط و اجتہاد کی اہلیت و شرائط نہیں پائی جاتیں تو بجائے ہدایت کے ضلالت و گمراہی کی طرف لے جاتا

ہے۔ تو اس پر لازم ہے کہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حوالہ سے بات کریں۔<sup>1</sup>

یہ بات اس لئے بیان کی گئی ہے کہ فنون کی تین اقسام ہیں:

(۱) علم العقائد      (۲) علم الفقہ      (۳) علم التصوف (الاخلاق)

اور انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو جن امور کی طرف دعوت دی ہے ان میں زیادہ مہتمم بالشان ہی تین امور و فنون

ہیں یعنی (اصلاح العقائد والاعمال والاخلاق) (کما فی التفہیمات الالہیہ ج ۱ و مقدمة شرح العقيدة الطحاوی

بالادیة) پس علم العقائد میں ان علمائے اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی بات یا فتویٰ قابل قبول ہو گا جو اس علم و فن کے مجتہد

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوں گے۔ مثلاً سیدنا امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امام ابو الحسن

اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور علم الفقہ میں اس علم کے مجتہدین رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہم مثلاً آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور مذکورہ چھ طبقات کے فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اور فتویٰ حجت ہو گا۔ اسی

طرح علم التصوف (الاخلاق) میں ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے قول و فعل و فتویٰ کا اعتبار ہو گا جو

اس فن کے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مسلمہ آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں مثلاً حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی

<sup>1</sup> (راجع مجموعة الرسائل ص ۱۱ ج اول، فتاوی رد المحتار، للشامی ص ۵۲، ۵۳، ج ۱، ایضاً، ص ۴۷، ج ۱ مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت)



## (۲) باب نمبر دو: امی ولی بن سکتا ہے کے بیان میں

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیرہم، لہذا اگر کوئی عالم یہ بات کہتا ہے کہ امی شخص ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہیں بن سکتا (اور وہ اپنے اس فتویٰ پر کسی مسلم مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی التصوف کا قول بطور دلیل پیش نہ کرے اور نہ وہ خود مجتہد ہے تو ایسے شخص کا فتویٰ مردود اور ناقابل قبول ہو گا۔ کیونکہ ”لکل فن رجال“ یعنی ہر فن کے لئے اپنے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و محقق ہوتے ہیں۔ (فافہم) اور فن تصوف کے آئمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و محققین کے حوالہ جات سے امی کی ولایت و ارشاد پر دلائل پیش ہوئے اور بعض آئمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شرط علم کے محال صحیحہ بیان ہوئے ہیں کہ علم شرعی ضروری خواہ قرآن کتب سے ہو یا صحبت اولیائے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے ہو یا بفضل الہی الہام و کشف را سخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے ہو۔ کما مر تفصیلاً۔

(۶) نکتہ سادہ: یہ نکتہ کامل مکمل حقیقی مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط میں ہے کہ حقیقی کامل مکمل مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع علوم ظاہرہ اور باطنہ ہوتا ہے۔ اس کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحت عقیدہ: یعنی شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہو گا جس کا عقیدہ حقیقی اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے عین مطابق ہو گا کسی بھی گمراہ فرقے کا شخص نہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے اور نہ ہی شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے۔

(والتفصیل فی الکتب المعتبرة، والمکتوبات المجدیة رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۲) عمل صالح: صحت عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ سے بھی مزین ہو گا یعنی حتی المقدور فرائض و واجبات و سنن مومکہہ پر عمل کرنا اور حرام و مکروہات تحریمہ سے اجتناب کرنا اس کا شیوا ہو گا۔ اور سنن زائدہ و مستحبات اور اولیٰ و عزیمت پر بھی عمل کرتا ہو یعنی حتی المقدور۔

(۳) نور و فیض: کسی کامل مکمل شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صحبت یافتہ ہو اور اس شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے باطنی انوار و تجلیات، حرارت و فیض اور حیات لطائف حاصل کر چکا ہو اور واصل الی اللہ ہو اور اس کا فیض متعدی ہو چکا ہو یعنی دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہو یعنی اس کی صحبت میں تاثیر ہو۔

(۴) سند کا اتصال: یعنی اس کا سلسلہ بغیر انقطاع کے نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔

(۵) اجازت یافتہ: شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت یافتہ ہو اور اس سے سند اجازت حاصل کی ہو۔



## (۲) باب نمبر دو: اسی ملی بن سکتے ہیں کے بیان میں

(۶) علم ظاہر ضروری: علم ظاہر بھی حاصل ہو چاہے وہ کتب پڑھنے سے ہو یا علماء راہنہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اور اولیاء کاملین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سننے یا ان کے افعال کو دیکھنے سے حاصل ہو۔ جس سلسلہ کا شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہو تو اس سلسلہ کے اکابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال و افعال کا تابع ہو اور ان کے بیان کردہ شرائط پر چل رہا ہو۔

(۷) فقیہ العصر مفتی اعظم سندھ شہید اہلسنت، استاذ العلماء محضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ (جس کی تائید میں مشہور و معروف علمائے اہلسنت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم مثلاً قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، رئیس القلم پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی، مفتی اہلسنت حضرت علامہ سید شجاعت علی قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم، حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علامہ ابوالفضل مفتی محمد عبدالرحمن ٹھٹھوی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں) میں پیر کامل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے:

### نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جواباً عرض یہ ہے کہ کامل بزرگوں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کا ارشاد ہے کہ جس پیر میں جب تک چار باتیں نہ ہوں۔ اس وقت تک ایسے شخص کا مرید ہونا حرام ہے۔

(۱) پیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کم از کم اتنا علم دین ہو کہ حلال اور حرام، جائز اور ناجائز میں تمیز کر سکے۔ (یعنی تمام علوم مروجہ و درس نظامی کا حصول شرط نہیں نیز علم دین ضروری بھی درس نظامی یا علوم مروجہ پر موقوف نہیں بلکہ صحبت علماء راہنہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے التزام اور ان کے اقوال سننے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ (کما مر تفصیلاً)

(۲) کہ شریعت پر عمل کرتا ہو اس کے کسی عمل پر شریعت کا اعتراض نہ ہو۔

(۳) کہ صحیح العقیدہ، اہل سنت و جماعت کا ہو۔ وہابی جماعت اور گستاخ دیوبندی نہ ہو۔

(۴) کہ اس کا سلسلہ طریقت حضور پر نور ﷺ تک متصل ہو اور کسی کامل مرشد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے مرید

کرنے کی اجازت و خلافت ملی ہو۔<sup>۱</sup>

(۵) اس کی صحبت میں تاثیر اور نور و فیض مخلصین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کو حاصل ہوتا ہو۔ ملخصاً

<sup>۱</sup> (فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ ص ۳۶۵ ج ۱)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ہی بن سکتے ہیں کے بیان میں

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موافق دیگر شرائط بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۸) فناء و بقا اور عروج و نزول کی دولت سے مشرف ہو۔<sup>۱</sup>

(۹) جذبہ اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہو لیکن اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو کبریتِ احمر ہے ”کلامہ

دواء و نظرہ شفاء“ احیاء دلہائے مردہ توجہ شریف او منوط است) یعنی ایسا شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو وہ کبریتِ احمر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفاء ہے اس کی توجہ شریف پر مردہ دلوں کی حیات منحصر ہے۔<sup>۲</sup>

(۱۰) سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ، اور سیر فی الاشیاء، کو مکمل طور پر قطع کیا ہو یا بالفاظِ دیگر اس کا قلب سالم، نفس مطمئن اور عناصر معتدل ہو یا بالفاظِ دیگر ولایتِ صغریٰ (فیض صفاتِ فعلیہ) ولایتِ کبریٰ (فیض صفاتِ حقیقیہ) ولایتِ علیا (فیض اسم الباطن اور اسماء و شیونات) کمالاتِ ثلاثہ (کمالاتِ نبوت، کمالاتِ رسالت، کمالاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اولو العزم یعنی تجلیاتِ ذاتیہ و اعتبارات) حقائقِ سبعہ (حقیقتِ کعبہ ربانی سے لیکر حقیقتِ معبودیت صرفہ تک اور حقیقتِ ابراہیمی علیہ السلام سے لیکر حقیقتِ محمدی ﷺ اور حقیقتِ احمدی ﷺ تک) اور حب صرف اور لاتعین تک کے درجات و مراتب سے مشرف ہو۔ اگر ان مقامات میں سے بعض کے ساتھ مشرف ہو اور بعض کے ساتھ مشرف نہ ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ کہلائے گا۔ مثلاً اگر ولایاتِ ثلاثہ کے مراتب پر فائز ہو لیکن کمالات و حقائق و مابعد مراتب پر فائز نہ ہو اور فیضِ عالم امر سے بہرہ ور ہو مگر نفس و قالب (عالم خلق) کی تزکیہ سے متصف نہ ہو تو کامل مکمل مطلق نہیں ہاں اگر فیضِ متعدی ہو گیا ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ آخر ہو گا یعنی خلافتِ مقیدہ یا خلافتِ مطلق اضافیہ کا اہل ہے نہ کہ خلافتِ مطلقہ حقیقیہ کا۔ **و غیر ہا من الشرائط۔** مزید تفصیل کے لئے مکتوباتِ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حجتہ السالکین، للغوث محمد جان التشنبدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور ہدایۃ السالکین از افادات مجدد دورانِ قیوم زمانِ قطب الارشاد حضرت سیدنا خواجہ سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و دامت برکاتہم و فیوضاتہم کا مطالعہ فرمائیں۔

(۷) **نکتہ سابع:** جس طرح مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چار مذاہب میں حصرِ فضلِ الہی اور اجماع سے ثابت

ہے اسی طرح سلاسلِ معرفتِ الہی کا چار سلاسلِ معروفہ میں حصر بھی فضلِ الہی ہے۔

<sup>۱</sup> (مکتوب نمبر ۲۹۲ ج ۱)

<sup>۲</sup> (مکتوب ۲۹۲ ج ۱)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

اور وہ چار سلاسل یہ ہیں:

(۱) سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ

(۲) سلسلہ عالیہ علویہ چشتیہ

(۳) سلسلہ عالیہ علویہ قادریہ

(۴) سلسلہ عالیہ سہروردیہ

ان میں سے تین سلاسل (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کی شرائط ان سلاسل کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں میں درج شدہ تحقیقات کی موافق (جیسا کہ سیر السلوک اور مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کثرت ذکر لسانی مع حضور قلبی

(۲) کثرت خلوت عن الناس

(۳) ترک دنیا و زینت و خواہش جس کو لفظ (زہد) میں اشارہ ہے)

(۴) ترک نکاح الی ان یصل الی مقام الکمال والتکمیل

(۵) کم بولنا

(۶) کم کھانا

(۷) لوگوں سے کم میل جول رکھنا

(۸) کثرت ریاضت

(۹) کثرت اربعینات وغیرہا۔

بقیہ شرائط جاننے کے لئے مکاتیب شریفہ اور ہدایت السالکین کی طرف رجوع فرمائیں۔ اور دیگر مطولات تصوف کو رجوع فرمائیں۔

شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط کے ساتھ ساتھ مذکورہ سلاسل ثلاثہ کی شرائط پر عمل کرنا اس پر فتن دور میں نہایت مشکل ہے اور جب تک مذکورہ شرائط کے ساتھ ان سلاسل میں ریاضت و مجاہدہ نہ کیا جائے تو مقصودی چیز (تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور معرف الہی) کا حصول امکان عادی سے خارج ہے جبکہ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ میں زیادہ کام شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ ان کی توجہ کی برکت سے سالک بہت جلد مقامات عالیہ میں ترقی و عروج حاصل کر لیتا ہے۔ (کما حقہ سیدنا الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفہ) جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کی صحبت اقدس و توجہ شریف کی برکت سے بہت جلد مقامات عالیہ حاصل کر لئے تھے حتیٰ کہ بعد میں آنے والے تمام اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے افضل ہو گئے۔ اسی لئے تمام اہل سنت و جماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ ”تمام قطب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابدال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اغواث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا ایک ادنیٰ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آپس کے درجات کے اعتبار سے) کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابتداء ہی سے صحبت خیر البشر ﷺ کی برکت سے وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو بعد کے

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو شاید انتہا میں بھی کم حاصل ہو۔ (کما حقہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی رسول ﷺ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں) میں سے کون سا افضل ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا کہ جو غبار (گرد) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں (معیّت نبوی ﷺ میں) داخل ہوا وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے۔ (یعنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غیر صحابی سے یقیناً افضل ہے) **(فلا تعدل بالصحبۃ شیئاً۔ ملخصاً مکتوبات شریف)** یعنی صحبت کے برابر کوئی شے نہیں ہے۔ حضرت سیدنا وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحبت نبوی ﷺ کی برکت سے حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہوئے۔ **”فانظر الی برکات التوجہ والصحبۃ“** اس سلسلہ عالیہ کے شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ سوچلوں کا کام دیتی ہے (قالہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی جو ترقی و عروج دیگر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوچلوں میں شاید حاصل کر سکیں وہ ترقی و عروج حقیقی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرات شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ شریف سے حاصل کر لیتے ہیں۔ جس طرح حنفی مذہب دیگر مذاہب سے افضل اور زیادہ اوفق بالکتاب والسنتہ اور اذق واکمل ہے اسی طرح صدیقی نقشبندی نسبت باقی نسبتوں سے کئی وجوہات کے اعتبار سے اعلیٰ، افضل، اذق، اقرب، ایسر، اکمل، ادل، اسبق، اجل، اقدم اور اشرف ہے۔ **(کما حقہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مکتوباتہ)**

کہ برنڈازہ پنہاں بحرم قافلہ را

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

روب از حیلہ چاں بکسلید این سلسلہ را

ہم شیران جہان بستہ این سلسلہ اند

حاشائے کہ برارم ب زبان این گلہ را

قاصرے گر کند این طائفہ را طعن قصور

**(مکتوبات شریف)**

یعنی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بزرگ حضرات عجیب سالار قافلہ ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حملوں سے اس سلسلے کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی، میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا شکوہ زبان پر لاؤں حضرت امام ربانی، واقفِ سرلامکانی، واقفِ متناہات قرآنی، مجدد و منور الف ثانی، الشیخ احمد الفاروقی السرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ عالم ربانی، مجتہد فی علم الکلام، صوفی اعظم، مجدد الف، قیومِ زمان اور راسخ فی العلم اور چاروں سلاسل کی جامع شخصیت تھے اور جن کی شخصیت کو نہ صرف اہلسنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلکہ دیگر تمام گمراہ فرقوں کے ہاں بھی

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

مقبولیت حاصل تھی، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں مقبولیت عامہ سے نوازا تھا) نے اپنے متعدد مکاتیب شریفہ میں افضلیت نقشبندیہ کی مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں حالانکہ وہ خود پہلے سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور سلسلہ کبرویہ میں مولانا یعقوب صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلیفہ مجاز تھے لیکن اس کے باوجود حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر کمالات عالیہ اور معارف دقیقہ حاصل کئے یعنی حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چاروں سلاسل کے حقیقی فیض یافتہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکتوب نمبر ۲۹۰، ۱۵۱، ۱۳۱، ۲۰۶، ۲۰۰، ۱۱۰، ۱۹۰، ۱۶۸، ۹۰، ۵۸، ۲۱ وغیرہ (ج ۱ دفتر اول میں اور مکتوب نمبر ۳۵، ۳۳، ۴۳، ۴۲، ۲۳، ۱۸ وغیرہ (ج ۲ دفتر دوم) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت کی صراحت فرمائی ہے۔

ہم چند وجوہات یہاں بیان کرتے ہیں:

**نسبت صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:** اس سلسلہ عالیہ کی نسبت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے اور باقی تینوں سلاسل کی نسبت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے:

**”ما صلب اللہ یشأ فی صدری الا صبیئہ فی صدر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ“<sup>۱</sup>**

**ترجمہ:** حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ (انوار و تجلیات و فیوضات و برکات) میرے سینے (مبارکہ) میں اللہ نے انڈیلے ہیں وہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے (مبارکہ) میں انڈیل دیئے ہیں۔ (توجہ اور انعکاس سے) جس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں۔ (جیسا کہ جمیع اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”من لدن عہد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الیٰ زمننا هذا“ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ”افضل البشر بعد الانبیاء علیہم السلام بالتحقیق سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ یعنی ”انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے تحقیقا افضل ہیں“ اسی طرح ان سے منسوب سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ بھی دیگر سلاسل سے اسی وجہ سے افضل ہے۔ کما حقہ سیدنا الامام الربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مفتی اہل سنت مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ کے ص ۳۵۹، ج ۱ پر سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ کی افضلیت کے بارے میں استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: ”سلسلہ قادریہ کی ابتداء سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ افضل ہے اس

<sup>۱</sup> (رواہ الامام السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الحاوی للفتاویٰ)

لئے کہ اس میں اتباع شریعت کی بہت تاکید ہے اور قادری سلسلہ کی انتہاء نقشبندیہ کی ابتداء ہے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت اپنے ہم عصر اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہے نہ کہ کل پر۔ اسی طرح تحقیق سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریفہ میں اور علامہ عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجموعۃ الاسرار میں بھی فرمایا ہے۔

(۲) التزام سنت واجتناب بدعت: افضلیت نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک وجہ التزام سنت النبوی ﷺ اور اجتناب

بدعت ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور عزیمت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق و معارف کو شرع شریف کا خادم تصور کیا ہے۔ اگر سنت کی تابعداری کی دولت انہیں حاصل ہو اور احوال و کشف و غیرہ کچھ حاصل نہ ہو تو خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر باوجود احوال (باطنی کیفیات) کے متابعت (شریعت) میں قصور و کمی معلوم ہو تو انہیں احوال پسند نہیں۔ حضرت خواجہ سیدنا عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام مواجید و احوال ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں جانتے اور اگر اعتقاد اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیں دے دیں اور احوال و کرامات وغیرہ کچھ نہ دیں تو پھر بھی کچھ غم نہیں۔<sup>1</sup>

اور بدعتِ حسنہ (جب وجوب کے درجہ میں نہ ہو اور شعارِ اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی نہ ہو) سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ اور خصوصاً جب کہ وہ رافع سنت بھی ہو کیونکہ اس میں نور نہیں پاتے اور سن ۱۰۰۰ھ کے بعد بدعتِ حسنہ کی گنجائش بھی کم رہ گئی ہے کیونکہ یہ دور فتن ہے اور اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بعض فتنے بھی بدعتِ حسنہ کے نام پر اٹھیں گے تو اسلئے بھی گریز کرتے ہیں۔

ریاضاتِ شاقہ (جس میں شہرت و آفت زیادہ ہوتی ہے) جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار نہیں کیئے تھے، کی بجائے التزام سنت (خواہ موکدہ ہو یا زائدہ) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔

(کما صرح بہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفہ)۔

(۳) ابتداء کا انتہاء مندرج ہونا: اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ابتداء میں دیگر سلاسل کی انتہاء (یعنی صورتِ انتہاء) مندرج

ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرز پر ہے اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک صحبتِ نبوی ﷺ میں جو کمالات حاصل ہوتے تھے وہ اولیاء امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو انتہاء میں بھی شاید بہت کم میسر

<sup>1</sup> (مکتوبات شریف ج ۱)

## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

ہوں۔ اسی طرح اس سلسلہ عالیہ کے حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ابتداء میں ہی وہ کچھ پالیتے ہیں جو دیگر سلاسل کے حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو انتہاء میں حاصل ہوتا ہے۔ ”فہی طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ بطریق الانعکاس والتوجہ والمحبۃ کما حقہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراراً“ بشرط یہ کہ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل مکمل حقیقی نقشبندی ہو کیونکہ موصول (پہنچانے والا) پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ نہ کہ صرف سلسلہ۔ تو امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

(۴) **اقرب والیر:** یہ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ تمام سلاسل کی نسبت اقرب یعنی وصول الی اللہ میں سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نقشبندی اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ سوچوں کا کام دیتی ہے اور سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور عمل کرنے اور اس کی شرائط پوری کرنے میں سب سے زیادہ آسان بھی ہے۔

کیونکہ اس کی بنیادی شرائط دو ہی ہیں:

(۲) التزام سنت نبوی ﷺ

(۱) صحبت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع الآداب

حضرت خواجہ خواجگان سیدنا محمد بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔“ کیونکہ اس میں جذب، سلوک پر مقدم ہے اور جذب میں اجتباء (چن لینا اور منتخب کر لینا) ہے **کما قال اللہ سبحانہ ”اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویبہدی الیہ من ینیب“** اور اجتباء معبود و مقصود حقیقی کا فضل ہے۔

**ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔**

(۵) **ذکر قلبی:** اس سلسلہ عالیہ کی ابتداء ذکر قلبی سے ہوتی ہے بلکہ اس میں ذکر قلبی (خفی) ہی ہوتا ہے۔ اور ذکر قلبی (خفی) ذکر لسانی سے ستر (70) درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

**کما فی الحدیث: الذکر الخفی الذی لا یسمعه الحفظۃ سبعون ضعفا (رواہ الامام السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الحاوی للفتاوی)**

یعنی ذکر خفی جسے حفظ فرشتے بھی نہیں سن سکتے وہ ستر (70) درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ ذکر قلبی (خفی) سے جذب الہی پیدا ہوتا ہے۔ جس سے عروج و ترقی جلدی سے ہوتی ہے۔

کہ برند از رہ پنهان بحرم قافله راہ

نقشبندیہ عجب قافله سالارانند



## (۲) باب نمبر دو: اسی ولی بن سکتے ہیں کے بیان میں

اور ذکر قلبی ریاء سے بھی بعد (دور) ہے اور حضور دائم بھی ذکر قلبی میں متصور ہے کیونکہ اس میں فتور و انقطاع نہیں ہوتا  
 کما حقہ العلامة المظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ اور اس سلسلہ میں لسانی ذکر داخل کرنا بدعت فی الطریقت ہے۔ (کمانی  
 المظہری والمکتوبات الشریفہ)

مگر یہ کہ کوئی ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیگر سلاسل کی مناسبت سے خفیۃً یا جہراً کریں تو ٹھیک ہے جب دیگر سلاسل کا بھی  
 جامع ہو۔۔ جب ذکر قلبی (خفی) کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

وہ ذکر اس آیت کریمہ کا مصداق بن جاتا ہے کہ:

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله... الخ الآية كما حققه العلامة الامام محمود الكوسى البغدادي  
 رحمة الله تعالى عليه في تفسيره روح المعاني ذيل هذه الآية الكريمة فليراجع۔

(۶) تجلی ذاتی دائمی: اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی (فناء و بقاء کے بعد) تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوتی ہے  
 جبکہ دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے یعنی بجلی کی طرح نمودار ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہے اور عارضی  
 شے پر دائمی شے کو فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ ”قیاس کن زگلستان میں بہار مرا“ یعنی ”میرے گلستاں سے میری بہار کا  
 اندازہ کر لو“۔ اور دیگر سلاسل کے بعض اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو تجلی ذاتی دائمی حاصل ہوئی ہے وہ بھی نسبت صدیقی رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور اقتباس ہے جس طرح حضرت ابوسعید خضریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبہ مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی وصولی کی وجہ سے تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوئی تھی اور دائمی حضور اور یادداشت کے مقام سے سرفراز ہوئے تھے۔

(کماحقہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفہ المجلد الاول)

(۷) نسبت اصحاب النبی ﷺ: ایک وجہ فضیلت نقشبندیہ یہ ہے کہ یہ نسبت بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
 طریقہ پر صحبت، محب، آداب، انقیاد، اور اتباع سنت پر مبنی ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد بزرگوار  
 خواجہ شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلسلوں (قادیہ چشتیہ،  
 سہروردیہ) کی نسبتوں کا خلاصہ نسبت نقشبندیہ ہے اور ہم بھی اب خود اسی نسبت پہ قائم ہیں۔“ (زبدۃ المقامات)

اور مقدمہ مکتوبات شریفہ اردواز قاضی عالم الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشبندی مجددی نسبت میں حضور اکرم ﷺ کے ایک روحانی فیصلہ چاروں سلاسل کا فیض مندرج ہو چکا  
 ہے پس جو اس نسبت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کو چلاتا ہے اس کو چاروں سلاسل کا فیض اور چاروں سلاسل کے اکابر رحمۃ اللہ  
 تعالیٰ علیہ کی روحانی مدد و خوشحالی مل جاتی ہے۔ (ملخصاً تفصیل وہاں درج ہے)



طریقہ عالیہ نقشبندیہ مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتا رہا۔ سب سے پہلے طریقہ صدیقیہ سے مشہور ہوا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک سے شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور تک رہا پھر حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک طریقہ صدیقیہ طیفوریہ سے ملقب ہوا۔ پھر حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیدنا شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صدیقیہ طیفوریہ خواجگانہ کہلانے لگا۔ پھر سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجتہادی کوششوں اور مخلصانہ جدوجہد کی بدولت یہ طریقہ صدیقیہ طیفوریہ خواجگانہ نقشبندیہ سے مشہور ہو گیا۔ پھر حضرت امام ربانی، شہباز لامکانی، واقف تٹاہات قرآنی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجتہادی اور تجدیدی کوششوں سے یہ طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ کہلانے لگا۔ (کما فی تحفۃ النقشبندیۃ شرح حدیقۃ الندیہ خالدیہ)

اور اس زمانے میں حضرت خواجہ خواجگان، قطب ارشاد، قیوم زمان، مجدد عصر رواں جامع طرق اربعہ مجمع البحرین علامہ و خواجہ سیف الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زید مجدہ (جو متابعت نبوی علی التحیۃ والصلوۃ والثناء کے درجات سبعہ سے متصف ہیں اور کامل و حقیقی وارث النبی ﷺ ہیں) نے اپنی اجتہادی اور تجدیدی کوششوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو صحیح طرز پر قائم و دائم فرمایا ہے اور فیض نقشبندی و مجددی کو اپنی آب و تاب کے ساتھ باکمال طریقہ سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلا یا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے مشہور ہو گیا ہے پس سیفی کوئی نیا عقیدہ، مذہب نہیں بلکہ حضرت مرشدنا مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجدیدی خدمات کی بناء پر سلوک و تصوف کی تبرکی نسبت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی اور وجوہات بھی ہیں جن کی وجہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ دیگر سلاسل سے افضل و بہتر ہے جنہیں علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ (مکمل تفصیل مکتوبات شریف، تفسیر مظہری، مکاتیب شاہ غلام دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں موجود ہے۔)

**تنبیہ:** ایک ضروری بات یہ ہے کہ نقشبندیہ سلسلے کی افضلیت بیان کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا کہ دیگر سلاسل کی کوئی اہمیت یا فضیلت نہیں۔ ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ ہر ایک سلسلہ عالیہ کے اپنے فضائل و برکات ہیں اپنی شرائط کے ساتھ۔ کیونکہ یہ تمام سلاسل، دریائے نبوی ﷺ کی نہریں ہیں، جو دریائے نبوی سے سیراب ہوتی ہیں کیونکہ ان سلاسل سے مقصود اصلی رضائے الہی اور معرفت الہی کا حصول ہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہو اور سلسلہ کو اپنے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شرائط و آداب کے مطابق چلا رہا ہو، چاہے وہ کسی بھی سلسلہ کا ہو اور مرید متبع شرع اور طالب صادق ہو۔ اگر یہ دونوں نہ ہو یا ایک نہ ہو تو کسی سلسلہ عالیہ کی فضیلت سے اسے فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی حقیقی نقشبندی

## (۲) باب نمبر ۷۰: امی ملی بن سکتے ہیں کے بیان میں

مجددی نسبت کو تمام نسبتوں پر فضیلت حاصل ہے اور سب سے اقرب والیر ہے اور یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق ہے جو کہ چاروں سلاسل کے جامع اور ہزار سالہ مجدد ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اس سلسلہ کی حقیقی باشرائط بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض و برکات سے بھی مستفید ہو جائیں (وَفَقْنَا لِلَّهِ سُبْحَانَهُ لَذَلِكَ بِجَاهِ حَبِيبِهِ ﷺ) اور تعدد پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جواز و عدم جواز اور وجوب کی تحقیق کیلئے ہمارے مرشد مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب ”ہدایۃ السالکین“ کی طرف رجوع فرمائیں تشفی ہو جائے گی، رہا سلاسل اربعہ کے اسباق اور اس کی ترتیب تو اس کیلئے بھی ہدایت السالکین اور بعض مکاتیب مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تعصب و عناد سے بچائے اور چاروں سلاسل کے فیوضات و برکات اور بالخصوص سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام کمالات و برکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہمیں استقامت، عفو و مغفرت، عافیت دارین، خیر الدنیا والاخرۃ اور وراثتِ حقیقی سے نوازے۔

بفضلہ و کرمہ و علی آلہ و اصحابہ اتباعہ اجمعین و بطفیلِ حبیبہ آمین یا رب العلمین

بحرۃ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

### (۳) باب نمبر تین: اولیاء اللہ کی فراست کا بیان

#### (۳) باب نمبر تین: اولیاء اللہ کی فراست کا بیان

بعض علماء اولیاء اللہ کی فراست سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الہی کا غیب پر مطلع ہونا معجزات سید الانبیاء علیہم السلام سے ہے جو آپ کے صدق نبوت و رسالت اور دین اسلام کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہے (اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اور بے حد و حساب معجزات عطاء فرمائے ہیں) لہذا ایسے اولیاء کرام بھی بحمد اللہ کثیر التعداد ہیں اور ہر دور اور ہر علاقہ میں موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الطَّيِّبِ قَالَ: حَدَّثَنَا مِصْعَبُ بْنُ سَلَامٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ، ثُمَّ قَرَأَ: {إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ} (الحجر: 75)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ {إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ} (الحجر: 75)<sup>1</sup>

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

حدثني ابو شر حبيب الحمصي قال ثنا سليمان بن سلمة قال ثنا المؤمل بن سعيد بن يوسف الرحبي قال ثنا ابو المعلى اسد بن وداعة الطائي قال ثنا وهب بن منبه عن طاؤس بن كيسان عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ احذروا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله وينطق بتوفيق الله۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔<sup>2</sup>

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

حدثنا عبد الاعلى بن واصل قال ثنى سعيد بن محمد الجرمي قال ثنا عبد الواحد بن واصل قال ثنا ابو بشر المزلق عن ثابت البناني عن انس قال قال رسول الله ان لله عبادا يعرفون الناس بالتوسم۔

<sup>1</sup> (سنن الترمذی باب ومن سورة الحجر ج ۵ ص ۲۹۸ رقم الحديث ۳۱۲ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المعجم الكبير ج ۸ ص ۱۰۲ رقم الحديث ۷۹۷ مطبوعه مكتبة العلوم والحكم الموصول)، (تاریخ بغداد حرف الكاف من اباء المحمدين ج ۳ ص ۱۹۱ برقم ۲۳۳ مطبوعه دار لكتب العلمیة بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۲ مطبوعه دار الكتاب العربی بیروت)

<sup>2</sup> (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر طبری تحت سورة الحجر آیت نمبر ۵ ج ۱ ص ۴۶-۴۷ مطبوعه دار الفکر بیروت)

### (۳) باب نمبر تین: اولیاء اللہ کی فراست کا بیان

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو تو سم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔<sup>1</sup>

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

حدثني احمد فتعبده قال ثنا الحسن بن محمد قال ثنا الفرث بن السائب قال ثنا ميمون بن مهران عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اتقوا فراسة المؤمن فان المؤمن ينظر بنور الله.

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔<sup>2</sup>

ولیوں کے امام مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

اخرج ابن عساكر عن الحسن بن محمد العلوى قال: كنت بالكوفة وانا صبي في المسجد الجامع وقد جاء القرامطة بالحجر الاسود وكان اهل الكوفة قد رويوا عن امير المؤمنين علي عليه السلام انه قال: كاني بالاسود الدنداني من اولاد حام قد دلى الحجر الاسود من القنطرة السابعة في مسجدي هذا يقال له (رحمة) وذكروا اسمه بالحاء (رحمة) قال: فلما دخلوا المسجد قال السيد القرمطي يا رحمة بالحاء قم فقام اسود دنداني من اولاد حام كما ذكر امير المؤمنين فاعطاه الحجر وقال: اطلع الى سطح المسجد ودل الحجر فاخذه وطلع فجاء يدليه من القنطرة الاولى وكان انسانا دفعه الى الثانية وكان كلما اراد ان يدليه من القنطرة مشى الى قنطرة اخرى حتى وصل الى القنطرة السابعة ودلاه منها فكبر الناس لقول امير المؤمنين وتصحيح قوله.

**ترجمہ:** ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے الحسن بن محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں بچپن میں کوفہ کی جامع مسجد میں تھا جب کہ قرامطہ (جو کہ ملاحدہ روافض کی قوم تھی اور خلافت عباسیہ میں انہوں نے خروج کیا تھا) حجر اسود کو لائے تو اہل کوفہ نے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا میں اسود دندانی کو جو کہ حام کی اولاد سے ہے دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میری اس مسجد کے ساتویں کنگرے سے حجر اسود کو گرایا ہے۔ اس کا نام رحمة ہے۔ (علماء اس کا نام رحمة حاء کے ساتھ بتاتے ہیں) راوی نے بیان کیا جب قرامطہ مسجد کے اندر آئے تو ان کے سردار نے کہا اے رحمة اٹھ تو اسود دندانی (جو کہ اولاد حام سے تھا جیسا کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا) اٹھا اور اسے حجر اسود دے کر کہا اسے مسجد کی چھت پر لے جا اور اوپر سے اسے گرا دے تو وہ حجر اسود کو

<sup>1</sup> (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورة الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

<sup>2</sup> (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورة الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ذکر ميمون بن مهران رحمة اللہ علیہ ج ۳ ص ۹۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

### (۳) باب نمبر تین: اولیاء اللہ کی فراست کا بیان

لے کر مسجد کی چھت پر چڑھا اور وہ پہلے کنگرے کے قریب سے اسے گرانے لگا تو ایک انسان نے دوسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا پھر جب وہ اسے وہاں سے گرانے لگا تو تیسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں کنگرے کے پاس پہنچے اور وہاں سے اس نے حجر اسود کو گرا دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قول کی صداقت پر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ کس طرح ان کی غیبی خبر صحیح ثابت ہوئی۔<sup>1</sup>

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فواللہ لاتسألونی عن شیء الی یوم القیمة الا حدثتکم

بہ۔

**ترجمہ:** میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔<sup>2</sup>

امام شعرانی کبریٰ میں فرماتے ہیں:

واما شیخنا السید علی الخواص رضی اللہ عنہ فسمعتہ یقول لایکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وهو من یوم الست الی استقرارہ فی الجنة اوفی النار۔

**ترجمہ:** ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔<sup>3</sup>

شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:

ثم انه ینجذب الی حیز الحق فیصیر عبد اللہ فیتجلی لہ کل شیء۔

**ترجمہ:** پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔<sup>4</sup>

مشکوٰۃ جلد اول کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بروایت بخاری۔

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یراہ بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہا۔

<sup>1</sup> (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

<sup>2</sup> (جامع بیان العلم وفضله باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدة وقوله سلونی ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

<sup>3</sup> (الکبریٰ الاحمر بہامش البواقیت والجواهر الباب الرابع والثمانین وماتین ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

<sup>4</sup> (فیوض الحرمین ص ۷۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

### (۳) باب نمبر تین: اولیاء اللہ کی فرست کا بیان

**ترجمہ:** رب تعالیٰ فرماتا ہے پس جبکہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔<sup>1</sup>

یہ بھی خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام اس وقت زمین پر زندہ ہیں۔ اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ علیہ السلام کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی اس امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، ان کے علوم بھی اب حضور علیہ السلام کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔

<sup>1</sup> (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج ۵ ص ۲۳۸۲ رقم الحدیث ۶۱۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار البازمكة المكرمة)، (الزهد الکبیر للبیہقی ج ۲ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ مؤسسة الكتب الثقافية بیروت)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

### (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی امداد کرنے کا بیان

بعض علماء امداد الاولیاء یعنی اولیاء اللہ کی بعد الوفات زندوں کی امداد کرنے کے منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے۔

حالانکہ اولیاء اللہ زندوں کی بعد الوفات امداد کر سکتے ہیں:

كَقَوْلِهِ تَعَالَى لَتَوْثِّقَنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (آل عمران ۸۱)

ترجمہ: تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں کیونکہ انبیاء سے دین محمدی ﷺ کی مدد کا عہد لیا گیا حالانکہ رب تعالیٰ جانتا تھا کہ حضور کے زمانہ میں یہ حضرات وفات پا چکے ہوں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی۔ اس طرح کہ شبِ معراج پچاس نمازوں کو پانچ کرادیں۔ اس طرح اب بھی حضور کی مدد اپنی امت پر برابر جاری ہے اگر ان کی مدد نہ ہو تو ہم کوئی نیکی نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ، شہداء، مومنین، صالحین سے بعد وفات امداد طلب کرنا بھی حکم خداوندی ہے کہ اس پر عقیدہ اور عمل رکھنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ اور قرآن کریم پر ایمان رکھنا ہے لہذا اس کے منکر کیلئے سخت حکم ہے۔

تفسیر الصاوی جلد اول میں ہے:

فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَأَحَادِ النَّاسِ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا أَصْلًا وَلَا نَفْعَ بِهِ لَا ظَاهِرًا وَلَا بَاطِنًا فَهُوَ كَافِرٌ خَاسِرُ الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةُ وَاسْتَدْلَالُهُ بِهَذِهِ الْآيَةِ ضَلَالٌ مُبِينٌ۔

ترجمہ: جس کا یہ گمان ہو کہ نبی اکرم ﷺ عام مسلمانوں کی مانند اور بالکل کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی ان کی ذات سے

کوئی ظاہری باطنی نفع ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔

خسر الدنيا والآخرة واستدلّاه به هذه الآية ضلال مبين<sup>1</sup>۔

سوال: اس میں تو صرف نبی علیہ السلام کے امداد اور نفع پہنچانے کی دلیل ہے اور صرف آپ ﷺ

کی مدد اور نفع پہنچانے سے انکار کرنے والوں کیلئے وعید ثابت ہے نہ کہ اوروں کے متعلق۔

جواب: جس طرح نبی ﷺ سے یا اور کسی نبی علیہ السلام سے مدد طلب کرنا شرک و بدعت نہیں بلکہ عین ایمان ہے اسی

طرح اولیاء اللہ، شہداء، صالحین اور مومنین سے مدد طلب کرنا بھی عین ایمان ہے کیونکہ اولیاء اللہ، شہداء، صالحین اور مومنین

<sup>1</sup> (ج ۱ ص ۵۸، ج ۱ ص ۶۱ حصہ اول۔ تحفۃ المؤمنین ص ۱)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفا کی لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

کی پیروی تابعداری عین نبی ﷺ کی اطاعت، تابعداری اور پیروی ہے جس طرح نبی کی اطاعت اطاعتِ خداوندی ہے اسی طرح صالحین کی تابعداری رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

**كقوله تعالى: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)**

**ترجمہ:** اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا، یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا حکم مانے۔ تو وہ صدیقین، شہداء، صالحین میں سے ہو گا (دوسرا یہ کہ) جو چیز انبیاء کے لئے معجزہ ہے وہی اولیاء اللہ کیلئے کرامت ہے۔ معجزہ اصل ہے اور کرامت فرع ہے اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا معجزہ اور اولیاء اللہ کی کرامت بعد الوفا منقطع نہیں ہوتی بلکہ باقی ہے اس لئے جس طرح نبی سے بعد وفات مدد طلب کرنا اور نفع لینا عین ایمان ہے اسی طرح اولیاء اللہ صدیقین، مؤمنین اور صالحین سے بھی بعد وفات مدد طلب کرنا عین ایمان ہے اور اس عقیدہ کو بدعت، کفر اور شرک کہنے والا خود خارجی معتزلی، زندیق، منافق، وہابی جبری کافر ہے اگر ایسا عقیدہ بدعت، کفر، شرک اور حرام ہو تو دلیل پیش کرنا چاہیے جیسا قولِ خداوندی ہے: **قُلْ هَلَمْ شَهِدَاءُ كُمْ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا (الانعام ۱۵۰)** تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا۔ معلوم ہوا کہ جس چیز کی حرمت نہ دکھائی جاسکے وہ حلال ہے اور یہاں شہداء سے مراد کتاب اللہ کی آیت یا ان کے پیغمبروں کے اقوال ہیں۔ نہ کہ خود ان کی بکواس جیسا کہ وہابیہ کرتے ہیں۔ اس لئے اکابرین اہلسنت اولیاء اللہ کی وفات کے بعد امداد طلب کرنے پر اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں۔

جیسا حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

**قال امام غزالی من يستمد به في حيوته يستمد به بعد مماته<sup>1</sup>**

وقال الامام الغزالي في الاحياء كل من يستمد به في حيوته يستمد به بعد وفاته كذا نقل الشيخ عبدالحق الدهلوی فی شرح المشکوۃ وقال الامام الشافعی ان قبر الامام موسى الكاظم عليه الرحمة ترياق مجرب لاجابة الدعوات ونقل عن بعض المشائخ ان الشيخ معروف الكرخي والشيخ الغوث الاعظم سيدنا الشيخ محي الدين عبدالقادر الجيلاني قدس سرهما تصرفهما في القبور كتصرفهما في الحيوة نفعا الله تعالى ببركاتهم واصلنا الى مثل مالاتهم امين۔ کتاب نور الايمان بزيارت آثار حبيب الرحمن۔“

<sup>1</sup> (ص ۱۳۲ البصائر مصنفه حمد الله ديو بندي)



## (۴) باب نمبر چہار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی سداہکنے کا بیان

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُرْمُطِيُّ مِنْ وَلَدِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ بَغْدَادَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلَيْمَانَ بْنِ نَضْلَةَ الْخَزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ نَضْلَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ رَوْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَقَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ فِي مَتَوَضَّعِهِ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا، نُصِرْتَ نُصِرْتَ، ثَلَاثًا، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي مَتَوَضَّعِكَ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا، نُصِرْتَ نُصِرْتَ، ثَلَاثًا، كَأَنَّكَ تُكَلِّمُ إِنْسَانًا، فَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؟ فَقَالَ: هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي، وَيَزْعُمُ أَنْ قُرَيْشًا أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِي بَكْرِ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ عَائِشَةَ أَنْ تَجْهَرَهُ، وَلَا تُعْلِمَ أَحَدًا، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا بَنِيَّةُ، مَا هَذَا الْجَهَارُ؟ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ، مَا أَذْرِي، فَقَالَ: وَاللَّهِ، مَا هَذَا زَمَانُ غَزْوِ بَنِي الْأَصْفَرِ، فَأَيْنَ يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: وَاللَّهِ، لَا عِلْمَ لِي قَالَتْ: فَأَقْمِنَا ثَلَاثًا، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ بِالنَّاسِ، فَسَمِعْتُ الرَّاجِزَ يُنْشِدُهُ:

البحر الرجز

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدُ مُحَمَّدًا	حَلَفَ آبَاؤُنَا وَآبِيهِ الْأَتْلَدَا
إِنَّا وَلَدْنَاكَ وَكُنْتَ وَلَدًا	ثَمَّةً أَسْلَمْنَا، وَلَمْ نَنْزَعْ يَدَا
إِنْ قُرَيْشًا أَخْلَفُواكَ الْمَوْعِدَا	وَنَقْضُوا مِيثَاقَكَ الْمَوْكِدَا
وَزَعْمُوا أَنَّ لَسْتَ تَدْعُو أَحَدَا	فَانْصُرْ هَذَاكَ اللَّهُ نَصْرَ الْيَدَا
وَادْعُ عِبَادَ اللَّهِ يَأْتُوا أَمَدَا	فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ تَجَرَّدَا

إِنْ سِيمَ خُسْفًا وَجْهَهُ تَرَبَّدَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا، نُصِرْتَ نُصِرْتَ، ثَلَاث..... الخ-<sup>1</sup>

امام عبد الملک بن ہشام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فقال رسول الله انصرت يا عمرو بن سالم-

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو تمہاری مدد کی گئی۔

امام محمد بن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وخرج عمرو بن سالم الخزاعي في اربعين راكبا من خزاعة فقدموا على رسول الله ا يخبرونه بالذي اصابهم

ويستنصرونه-

<sup>1</sup> (طبرانی صغیر ج ۲ ص ۷۳-۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۷۵ ابرقم ۱۹۱۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ چالیس خزاعی سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔<sup>1</sup>

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قد نصرت یا عمرو بن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>2</sup>

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>3</sup>

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اخبرنا الشريف ابو نصر الزيني انا ابو طاهر المخلص ثنا يحيى بن محمد املاء ثنا يحيى بن سليمان بن نضلة الخزاعى بالمدينة سنة خمس واربعين ومائتين حدثني عمي محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن ميمونة بنت الحارث زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ بات عندها في ليلتها ثم قام يتوضا للصلاة فسمعتة وهو يقول لبيك لبيك ثلاثا او نصرت نصرت ثلاثا قالت فلما خرج من متوضاه قلت يا رسول الله بابي انت وامى سمعتك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بنى كعب يستصر خنى الخ۔

**ترجمہ:** حضرت ام المومنین ميمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ ﷺ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔<sup>4</sup>

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو۔

<sup>1</sup> (طبقات الكبرى ابن سعد سرية رسول الله ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۴ مطبوعه دار صادر بيروت)

<sup>2</sup> (تاريخ الامم والملوك المعروف تاريخ الطبري ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۴ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

<sup>3</sup> (دلائل النبوة باب نقض قریش ما عاهدوا عليه رسول الله ﷺ بالحديبية ج ۵ ص ۷ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

<sup>4</sup> (دلائل النبوة للاصبهاني ص ۷۳-۷۴ رقم الحديث ۵۹ مطبوعه دار طيبة الرياض)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفاً لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>1</sup>

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابت قیم الجوزیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فقال رسول اللہ نصرت یا عمرو ابن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>2</sup>

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں:

فقال رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>3</sup>

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

فقال رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>4</sup>

الامام العالم العلامة علی بن برہان الدین الحلبي الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

عن ميمونة رضي الله عنها ان رسول الله ﷺ بات عندها ليلة فقام ليتوضا للصلاة قالت فسمعتة يقول لبيك

لبيك لبيك ثلاثاً نصرت نصرت نصرت ثلاثاً فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول لبيك لبيك لبيك

ثلاثاً نصرت نصرت نصرت ثلاثاً كانك تكلم انساناً فهل كان معك احد قال هذا راجز بنى كعب يعني خزاعة يزعم

ان قريشاً اعانت عليهم بكر بن وائل اى بطنانهم وهو بنو نفاثة۔

**ترجمہ:** حضرت ام المؤمنین ميمونة رضي الله عنها بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا

آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری

مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین

بار لبيك نصرت نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف ایک ٹولہ بنو نفاثہ کی مدد کی ہے۔<sup>5</sup>

<sup>1</sup> (الاكفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والثلثة الخلفاء غزوة الفتح ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعه عالم الكتب بيروت)

<sup>2</sup> (زاد المعاد في هدي خير العباد فصل في الفتح الاعظم ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)

<sup>3</sup> (السيرة النبوية غزوة الفتح الاعظم وكانت في رمضان سنة ثمان ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

<sup>4</sup> (خصائص الكبرى باب ما وقع في فتح مكة من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۳۵ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

<sup>5</sup> (انسان العيون في سيرة الامين المامون المعروف بالسيره الحلبيه ج ۳ ص ۷۱-۷۲ مطبوعه دار احياء التراث العربيه بيروت) (سير ابن هشام ج ۲ ص ۲۶۵)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتا ہے:

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔<sup>1</sup>

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اخرج الطبرانی عن ميمونة ام المؤمنين رضى الله عنها قالت بات عندى رسول الله ﷺ ليلة فقام ليتوضا للصلاة فسمعتة يقول فى متوضئه بالليل لييك لييك لييك ثلاثاً نصرت نصرت نصرت ثلاثاً فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول فى متوضئك لييك لييك لييك ثلاثاً نصرت نصرت نصرت ثلاثاً كانك تكلم انساناً فهل كان معك احد فقال هذا راجز بنى كعب وهم بطن من خزاعة يستصر خنى الخ۔

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکارا تھا۔<sup>2</sup>

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التُّسْتَرِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ سَلِيمَانَ بْنِ نَضْلَةَ الْمَدِينِيِّ، ثنا عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ نَضْلَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، ثُمَّ قَامَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي مَتَوَضَّئِهِ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، ثَلَاثًا، وَنُصِرْتُ وَنُصِرْتُ، ثَلَاثًا، قَالَتْ: فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بَابِي أَنْتَ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي مَتَوَضَّئِكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، ثَلَاثًا، وَنُصِرْتُ وَنُصِرْتُ، ثَلَاثًا، كَأَنَّكَ تُكَلِّمُ إِنْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصِرُّ خُنِي، وَيَزْعُمُ أَنْ قَرَيْشًا أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِي بَكْرِ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ عَائِشَةَ أَنْ تُجَهِّزَهُ وَلَا تُعَلِّمَ أَحَدًا، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو هَا فَقَالَ: يَا بَنِيَّةُ مَا هَذَا الْجَهَارُ؟ قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي، قَالَ: مَا هَذَا بَرَمَانٌ غَرَوْنِي الْأَضْفَرُ فَأَيْنَ يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: لَا عَلِمَ لِي، قَالَتْ: فَأَقَمْنَا ثَلَاثًا، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحُ بِالنَّاسِ فَسَمِعْتُ الرَّاجِزَ يَنْشُدُهُ:

البحر الرجز

جَلَفَ أَيْبَانَا وَأَيْبِهِ الْأَتْلَدَا

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدُ مُحَمَّدًا

<sup>1</sup>(مختصر سيرة الرسول ص ۳۱ مطبوعه دار القلم بيروت)

<sup>2</sup>(حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ص ۵۴ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی سداہکنے کا بیان

إِنَّا وَلَدْنَاكَ فَكُنْتَ وَلَدًا      ثَمَّةً أَسْلَمْنَا فَلَمْ تَنْزَعْ يَدًا  
 إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُواكَ الْمَوْعِدَ      وَ نَقَضُوا مِيثَاقَكَ الْمَوْعِدَا  
 وَ زَعَمْتَ أَنْ لَسْتَ تَدْعُو أَحَدًا      فَأَنْصُرْ هَذَا كَاللَّهِ نَصْرًا أَلْبَدًا  
 وَ ادْعُ عِبَادَ اللَّهِ يَأْتُوا مَدَدًا      فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ تَجَرَّدَا  
 أَبْيَضُ مِثْلَ الْبَدْرِ يَنْحِي ضَعْدًا      لَوْ سِيمَ خَسَفًا وَ جِهَةً تَرَبَّدَا  
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نُصِرْتُ، ثَلَاثًا، أَوْ لَتَيْتُكَ لَتَيْنِكَ، ثَلَاثًا... الخ<sup>1</sup>

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے طبرانی کبیر کے محشی (جو کہ غیر مقلد ہے) نے مجمع الزوائد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی سند میں یحییٰ بن سلیمان فضلتہ ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جو کہ طے شدہ اصول کے مطابق قبول نہیں ہے۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح مبہم ہے اس وجہ سے قبول نہیں ہے۔

دوم امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

**وذكره بن حبان في الثقات۔**

**ترجمہ:** یعنی امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔<sup>2</sup>

امام الحافظ عبد اللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

**احادیث عامتها مستقيمة۔**

**ترجمہ:** اس کی عام احادیث مستقیم ہیں۔<sup>3</sup>

اس حدیث مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ راجز رضی اللہ عنہ کو دیکھ بھی رہے تھے ان کی آواز بھی سن رہے تھے اور نصرت نصرت فرما کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔ اس حدیث مبارکہ میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ استمداد کا بھی ثبوت ہے۔

معلوم ہوا کہ آقا ﷺ اپنے غلاموں کی دستگیری فرماتے ہیں اور ان کے غموں کو دور فرماتے ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز مقام سے حضور ﷺ کو ندا بھی کرتے تھے اور مدد بھی طلب کرتے تھے۔

<sup>1</sup> (المعجم الكبير طبرانی ج ۲۳ ص ۳۳۳-۳۳۴ رقم الحديث ۱۰۵۲ مطبوعه مكتبة العلوم والحكم الموصل)

<sup>2</sup> (لسان الميزان ج ۶ ص ۲۶۱ مطبوعه مؤسسة الاعلمي للمطبوعات بيروت)

<sup>3</sup> (الكامل في ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۲۵۵ برقم ۲۱۵۶ مطبوعه دار الفكر بيروت)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفا کی لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحسين بن اسحاق التستري ثنا احمد بن يحيى الصوفي ثنا عبد الرحمن بن سهل حدثني ابي عن عبد الله بن عيسى عن زيد بن علي عن عتبة بن غزوان عن نبي الله ﷺ قال اذا اضل احدكم شيئاً او اراد احدكم عوناً وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اغيثنوني يا عباد الله اغيثنوني... وقد جرب ذلك۔

**ترجمہ:** حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کوئی چیز گم کر لو یا مدد کا ارادہ کر لو اور اگر تم ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر تمہارا کوئی انیس نہیں ہے تو اس طرح کہنا چاہیے۔ اے اللہ کے بندو میری فریاد رسی کرو اے اللہ کے بندو میری فریاد رسی کرو۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجرب ہے۔<sup>1</sup>

مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شمیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شمیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور علیہ السلام سے بے دریغ امداد مانگی اشعار حسب ذیل ہیں:

شمیم الطیب ترجمہ شمیم الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۱۳۵-۲

انت فی الاضطرار معتمدی

کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

مسنی الضر سیدی سندی

فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی!

کن مغیثا فانت لی مددی

اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

یا شفیع العباد خذ بیدی

دستگیری کیجئے میری نبی ﷺ

لیس لی ملجاء سواک اغث

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ

غشنى الدهر ابن عبد الله

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف

پس چہ باشد ذات آل روح الامین

نام احمد چوں حصینے شد حصین

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ”یار رسول اللہ ﷺ“ کہہ کر پکارنا:

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عاشق رسول بزرگ تھے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو غائبانہ استغاثہ کی نیت سے ”یا“ حرف نداء کے ساتھ ”یار رسول اللہ“ کہہ کر پکارا اور فریادیں کیں۔

<sup>1</sup> (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

<sup>2</sup> (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۲۵۵ رقم ۲۱۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفا کی لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

لیجئے دیکھئے:

(۱)

<p>مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ (ﷺ)</p> <p>تمہیں چھوڑا اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ (ﷺ)</p> <p>جو میدان میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ (ﷺ)</p> <p>بس اب چاہو ڈوبنا یا تر آؤ یا رسول اللہ (ﷺ)</p> <p>بس اب قید و عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ (ﷺ)</p>	<p>ذرا چہرہ سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ (ﷺ)</p> <p>شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم</p> <p>یقین ہو جائے گا کفار کو بھی اپنی بخشش کا</p> <p>جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں</p> <p>پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاشق کو</p>
--	---

(۲)

<p>یا محمد مصطفیٰ (ﷺ) فریاد ہے</p> <p>اے میرے مشکل کشا (ﷺ) فریاد ہے</p> <p>تم سے اے نور خدا (ﷺ) فریاد ہے<sup>۱</sup></p>	<p>یا رسول کبریا (ﷺ) فریاد ہے</p> <p>سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل</p> <p>چہرہ تاباں کو دکھلا دو مجھے</p>
--	--

الا ستعانة بالناس في دفع الضرر والظلم جائزة اور خازن زیر آیت ۴۲ فانساہ الشیطان میں ہے: الاستعانة

بالمخلوق في دفع الضرر جائز مصیبت دور کرنے کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔

در مختار جلد سوم باب اللقطہ کے آخر میں لکھی ہوئی چیز تلاش کرنے کے لئے ایک عمل لکھا:

ان الانسان اذا ضاع له شيء واراد ان يرده الله عليه فليقف على مكان عال مستقبل القبلة وبقراء الفاتحة ويهدي

ثوابها للنبي عليه السلام ثم يهدي ثوابها لسیدی احمد ابن علوان يقول یا سیدی یا احمد ابن علوان ان لم ترد علی

ضالتي والانزعك من دیوان الاولیاء فان الله یرد ضالته ببرکتہ۔

ترجمہ: جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس ملا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا

ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوان کو ہدیہ کرے پھر یوں کہے کہ

اے سیدی احمد ابن علوان واپس نہ کر دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال لوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گئی ہوئی چیز ان کی برکت

سے ملاوے گا۔<sup>۲</sup>

<sup>۱</sup> (نالہ امداد غریب ص ۲۲ مصنف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سیف سکندری ص ۳۰) تفسیر کبیر و روح البیان وخازن میں سورہ یوسف زیر آیت فلیت فی السجن

بضع سنین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۲) (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

<sup>۲</sup> (رد المحتار باب اللقطہ ج ۳ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفا کی لوگوں کی مدد کرنے کا بیان

اس دعائیں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی ان سے مدد مانگی ان سے گئی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی حنیفوں کے فقیہ اعظم صاحب در مختار نے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

جدلی بجودک وارضی برضاک

یا اکرم الثقلین یا کنز الوری

لابی حنیفۃ فی الانام سواک

انا طامع بالجود منک لم یکن

اے موجودات سے اکرم اور نعمت الہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابو حنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور علیہ السلام سے صریح مدد ملی گئی ہے۔

قصیدہ بردہ میں ہے:

سواک عند حلول الحادث العمم

یا اکرم الخلق مالی من الودبہ

جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت<sup>1</sup>

اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں

اگر ہم ان علماء و فقہاء کا کلام جمع کریں۔ جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے۔ تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نیز ہم سفر برائے زیارت قبور میں شامی کی عبارت نقل کریں گے۔ جس میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔<sup>2</sup>

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اخبرنا القاضي ابو عبد الله الحسين ابن علي بن محمد الصميري قال انبانا عمر بن ابراهيم المقرئ قال نبانا مكرم بن احمد قال نبانا عمر بن اسحاق بن ابراهيم قال نبانا علي بن ميمون قال سمعت الشافعي يقول اني لا تبرک بابي حنيفة واجئ الى قبره في كل يوم يعني زائر افاد اعرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره سالت الله تعالى الحاجة عنده فما تبعه عني حتى تقضى۔

**ترجمہ:** حضرت علی بن میمون نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بے شک میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آئے تو

<sup>1</sup> (شرح الخروپوتی علی لبردة ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

<sup>2</sup> (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ عزیزہ)، (تانیب الخطیب ص ۶ مطبوعہ مکتبہ ملتان)



## (۴) باب نمبر چار: اولیاء اللہ کا بعد الوفات لوگوں کی مسدود کرنے کا بیان

میں دور کعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو وہ میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔<sup>1</sup>

نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر مصنفہ ملا علی قاری ص ۶۱ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا:

من استغاث بی فی کربة کشف عنہ و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ فی حاجة قضیت۔

**ترجمہ:** یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہو گا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہو گی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔<sup>2</sup>

تمت الكتاب بعون الملك الوهاب۔

<sup>1</sup> (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

<sup>2</sup> (بہجة الاسرار ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

### (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

بعض علماء کسی بزرگ کو قیوم الزمان یا قیوم جہان کہنا ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی بزرگ کو قیوم الزمان یا قیوم جہان کہنا جائز ہے۔

جیسا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات شریف میں فرمایا: <sup>۱</sup> ان کی عبارت آگے بیان کی جائے گی۔ ولایت کے مقامات و مراتب میں سے صوفیائے کرام کا ایک مقام ہے جسے ”مقام قیومیت“ کہتے ہیں۔ بلکہ اس کے اوپر ایک مقام ”مقام صدیقیت“ ہے اور اس سے بھی اوپر ایک مقام ”مقام رضا و عبدیت“ ہے۔ پھر اس مقام یعنی (عبدیت) میں مراتب کی ترقی ہوتی ہے۔ بعض دوسرے سے اوپر ہوتے ہیں اپنے مراتب کے اعتبار سے۔

مصنف عمدة المقامات محمد الملقب بفضل اللہ سرہندی اپنے پیرو شیخ کے بارے میں ص ۵۶ پر اس طرح لکھتے ہیں کہ:

”چونکہ از صحبت کشیر البرکت حضرت قیوم جہاں قطب دائرة زمین و زمان“۔

یعنی چونکہ ان کی صحبت کشیر البرکت ہے اور (وہ اپنے شیخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ) وہ قیوم جہاں ہیں اور زمین و زمان کے قطب ہیں۔

یہاں پر انہوں نے اپنے شیخ کو قیوم جہاں اور قطب زمین و زمان کہا ہے۔ کیونکہ وہ ان مراتب عالیہ پر فائز تھے۔ اگر یہ کفر و شرک ہوتا تو پھر صاحب عمدة المقامات اس طرح کیوں کہتے۔

پھر یہ آیات تحریر فرماتے ہیں:

از کمال کرم ایزد نمود انعامش

خلعت قطبیت و غوثیت و قیومی

بہجوا بلیس کہ شد از سبب ہم نامش

منکر او شود از در گہ یزداں محروم

**ترجمہ:** خلعت قطبیت و غوثیت و قیومیت کا اللہ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں انعام عطا فرمایا اور ان کا منکر اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے

محروم ہو گا جیسے کہ ابلیس تکبر اور حضرت آدم علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے محروم و مردود ہوا۔

پھر صاحب عمدة المقامات ص ۵ پر اپنے شیخ کے متعلق لکھتے ہیں: میرے مرشد قیوم جہاں و قیوم زمان ہے (قدس سرہ)۔

یہاں بھی قیومیت کا اطلاق اپنے شیخ و مرشد پر کیا ہے۔

<sup>۱</sup> (مکتوب نمبر ۷۴ حصہ ۷ دفتر ۳ ص ۷۵)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

اور مزید ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ:

”در ذکر احوال حضرت عروۃ الوثقیٰ محبوبِ سبحان قیومِ عالمیان حضرت امام معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“۔

یہاں پر بھی حضرت امام معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر محبوبیت و قیومیت و امامت کا اطلاق ہوا ہے۔  
آگے ص ۳۲۴ پر لکھا ہے کہ:

”در ذکر قطب دوران قیومِ زمان حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ“۔

یہاں پر بھی حضرت محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قطبِ دوران اور قیومِ زمان کہا ہے۔ اسی طرح صاحبِ عمدۃ المقامات نے ص ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷ میں بار بار مختلف اولیائے کرام پر لفظِ قیوم کا اطلاق کیا ہے۔

اور ص ۳۵۱ پر لکھا ہے کہ:

”در ذکر فضائل و خصوصیات و تصرف و خرق عادات جناب حضرت قیومِ زمان شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“۔

یہاں پر بھی قیومِ زمان کا اطلاق شیخ محمد صادق پر کیا ہے۔

اور ص ۳۹۶ پر لکھا ہے کہ:

”در احوال حضرت قطب الاقطاب غوث الاغواث سرمست بادہ حضرت شیخ حاجی غلام محمد معصوم و قدوة الاولیاء ملاذ الاقواء مستغرق انوار سرمست حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“۔

پھر ص ۳۹۷ پر یہ ابیات تحریر کیے ہیں:

ای مستِ شرابِ قیوم	شد بر تو مزین اسمِ معصوم
ای بلبلِ آشیانِ جبروت	منظور تو بوستانِ لاہوت
ای آہوی مرغزارِ قدسی	صحرائی تو صحنِ عرش و کرسی

اور ص ۴۰۲ پر لکھتے ہیں:

نگاہِ جذباتِ لایزالی	بردش بحسبِ بی زوالی
زد کہ قطبیتِ نامش	ہم کرد قیومِ خاص و عامش

## (۵) ہاس نمبر یانچ: اولیاء کریم کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

ہم غوث وامام وقت خود شد  
ہم فردہام وقت خود شد  
شد ملک و ملک مسخر او  
کونین چو حلقہ بردر او  
پھر ص ۴۰۹ پر مزید لکھتے ہیں کہ:  
شردین امام قیوم  
قطب دوجہان امام معصوم  
آن زنگ خطر چون بود در دل  
شدرفع ز فضل پیر کامل  
پھر ص ۴۴۵ پر لکھا ہے کہ:

در احوال مجدد مائے ثالث عشر  
غوث الجن والبشر قطب زمان قیوم جہان  
زبدۃ اہل اللہ حضرت حاجی محمد صفی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔  
پھر ص ۴۵۹ پر اس مبارک ہستی کو ”قیوم جہاں“ کہا گیا ہے۔  
پھر ص ۴۶۵ پر ”قیوم جہاں محبوب رحمان“ کہا ہے۔  
پھر ۴۷۶، ۴۸۷ پر بھی ”قیوم جہاں“ کہا گیا ہے۔  
اور ص ۴۸۹ پر لکھا ہے:

”الشیخ الاجل قطب الاكمل غوث الاغواث قیوم البشر مجدد مائے ثالث عشر مولانا و مرشدنا الحضرت  
حاجی صفی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔“

مرثیہ:

هو قطب الاقطاب العلی  
فاستر جعو اهل البلاء  
محي الدين قد علی  
قیوم وقت معتلی  
هو فرد عصر مختبر  
هو غوث الاغواث البشر  
هو قطب الارشاد الامم  
قطب المدار المحتشم  
هادی الطريق المعتصم  
فاستر جعو اهل البلاء

اس سے معلوم ہوا کہ متقدمین اولیاء و مشائخ و اسلاف اپنے شیوخ کو قطب، قیوم اور محبوب کے القاب سے یاد فرماتے تھے  
اور اس کو شرک یا کفر نہیں سمجھتے تھے۔

اور ”حضرات القدس“ (جو تصنیف ہے حضرت شیخ بدر الدین سرہندی کی) ص ۲۶۹ اور ص ۲۷۰ پر لکھا ہے کہ:  
”مقام قیومیت کی نسبت چند لوگوں پر ہوئی ہے۔ جن میں سے حضرت امام معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔“

## (۵) ہام نمبر یانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد بن عبد الاحد السرهندی الفاروقی القشبنندی المتوفی ۱۰۳۴ھ فرماتے ہیں کہ: آیت کریمہ **فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ** کی تاویل اور آیت کریمہ **اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ** کے بیان اور انسان کامل کی خلافت کے بیان میں کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنادیتے ہیں۔ اور وہ **ظالم لِنَفْسِهِ** ہے۔ اور مقصد کو ندیم اور خلیل سے تعبیر کیا ہے۔ اور سابق بالخیرات کو محب و محبوب کے ساتھ جن کا سر حلقہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس آیت کریمہ **”اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا“** (الاحزاب ۷۲) ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا یہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے لکھتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ بالفرض اگر اس بار امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے حوالہ بھی کرتے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثباتی نہ رہتا۔ وہ امانت اس فقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسان کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسان کامل کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خلافت کے حکم سے تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں۔ اور تمام مخلوق تمام ظاہری و باطنی کمالات کا اضافہ اور بقا اس کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔<sup>۱</sup>

پھر مکتوب نمبر ۹۵ دفتر سوم حصہ نو میں لکھتے ہیں:

**”ایں کرم در حق ما امر وز نیست مشیت حناک مارا از حناک برداشته خلیفہ خود ساخت و بہ نیابت خود اشیاء گردانید۔“**

لہذا اس سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ کو قیوم زمان و قیوم جہاں کہنا جائز ہے۔

**”وقال فی تفسیر روح البیان تحت هذه الآية ”الله لا اله الا هو الحي القيوم“ ای فی تفسیر القیوم و مدخل العبد فی هذا الوصف بقدر استغنائه عما سوى الله تعالى۔“**

یعنی بندہ (بھی) اس صفت سے اس وقت متصف ہوتا ہے جب وہ ماسوی اللہ سے (کامل طور پر) مستغنی ہو۔

پیر کو قیوم زمان اس لیے بھی کہتے ہیں کہ مرید بیعت سے پہلے شریعت کا پابند نہیں تھا پھر وہ بیعت کرنے کے بعد شریعت پر قائم ہو گیا۔ ذکر اللہ پر قائم ہوا، حضور مع اللہ پر قائم ہو گیا، و امر اللہ پر قائم ہو گیا، حب فی اللہ پر قائم ہو گیا بغض فی اللہ پر قائم ہو گیا، جہاد اکبر (یعنی نفس کے ساتھ جہاد) پر قائم ہو گیا۔ عقیدہ اہل سنت و جماعت اور اولیاء اللہ کو ماننے پر قائم ہو گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا (یعنی بیعت نہ کرتا) تو پھر وہابی، پنج پیری وغیرہ فرق ضالہ میں سے ہوتا۔ اس لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ

<sup>۱</sup> (مکتوبات ص ۲۰۶ نمبر ۷۳)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں فرمایا کہ ولایت کے مراتب اور صوفیائے کرام میں ایک مقام ہے جسے ”مقام قیومیت“ کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تفکر وافی صفات اللہ تعالیٰ ولا تفکر وافی ذاته۔۔۔ او کما قال ﷺ“

اللہ کی صفات میں غور و فکر کرو لیکن اس کی ذات میں تفکر مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تین اقسام ہیں:

(۱) صفات ذاتی حقیقی: جو کہ آٹھ ہیں: حیات، علم، کلام، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، تکوین۔

(۲) صفات سلبیہ: جیسا کہ لیس کمثلہ شیء، لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفو احد، لایا کل و لایشرب، و لایموت

و لاینام۔

(۳) صفات فعلیہ: جنہیں صفات اضافی بھی کہا جاتا ہے۔ خالق، رازق، محی، ممیت، رؤف، رحمن، رحیم، کریم، متان۔

اب اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ غیر اللہ کو حیات، عالم، متکلم، قادر، سمع والا، بصارت والا یا ارادہ والا کہا تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہوا؟ اگر ایسا ہو تو پھر دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں رہے گا حالانکہ ہمارے محاوروں میں کہا جاتا ہے کہ یہ بہت بڑا عالم ہے، یہ حیات ہے، یہ فلاں کا کلام ہے اور یہ اس کا ارادہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر اور باطن بھی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

”هو الاول والاخر والظاهر والباطن“ اور اعلیٰ، اکبر، عظیم بھی ہیں۔ عام لوگوں کے محاورے میں یہ استعمال ہوتا ہے

کہ یہ ظاہر ہے، یہ باطن ہے، یہ اول ہے، یہ آخر ہے، یہ اعلیٰ ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ هذ اکبر، هذ اخی اکبر۔ پاکستانی کہتے ہیں

یہ وزیر اعلیٰ ہے، یہ وزیر اعظم ہے، یہ عظیم الشان ہے۔ یہ تمام باتیں ہم بھی کہتے ہیں اور تمام لوگ بھی کہتے ہیں تو کیا (نعوذ باللہ

من ذلک) ہم تمام مشرکین ہیں۔ تو لہذا ہمیں شرکتِ اسمی و حقیقی کے درمیان فرق کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے علم سے خود

ہی کافر ہو جائیں جیسے کہ فارسی دان کہتے ہیں۔ ”کم علم زدود خود را کافر میکند“

چونکہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے اس لیے اس میں طوالت مناسب نہیں ہے جو حضرات اسماء و صفات کے بارے میں مزید

تفصیل چاہیں وہ علم الکلام کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ”رب“ ہے جو کہ اسم مشترک ہے۔

## (۵) ہاس نمبر یناں: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

جیسا کہ فقہائے کرام فرماتے ہیں:

وَإِذَا اخْتَلَفَ الْخِيَاطُ وَرَبُّ الثَّوبِ فَقَالَ رَبُّ الثَّوبِ أَمْرٌ تَكَانُ تَعْمَلُهُ قَبَاءُ وَقَالَ الْخِيَاطُ قَمِيصًا<sup>1</sup>  
رَبُّ الْعَبْدِ<sup>2</sup>

”رب“ اسم مشترک ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ معلم صاحب نے میری تربیت کی ہے اور قرآن مجید میں مختلف مقامات پر لفظ ”رب“ کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

جیسا کہ سورۃ یوسف میں ہے:

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (يوسف ۴۲) يَا صَاحِبِي السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمْ فَتَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُضْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ فَضَيَّ الْأَمْرَ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (يوسف ۴۱) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ اذْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّائِي قَطَعْنَ آيِدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَافٍ عَلَيْكُمْ (يوسف ۵۰) قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (يوسف ۲۳) وَقُلْ رَبِّ ازْحَمْهُمْ كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (الاسراء ۲۴) وغيرہ۔

اب اگر یہاں ان اسماء مشترک میں فرق نہیں کیا اور اللہ اور بندے کی صفات میں فرق نہیں سمجھا تو خود بھی مشرک و کافر ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں ایک طویل حدیث منقول ہے۔

”قال اخبرني عن اماراتها قال ان تلد الامه ربتها وفي رواية ربتها على التذكير وفي الاخرى بعلها والبعل ههنا وهو الرب والسيد“<sup>3</sup>

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ”اللہ“ ہے جو اس کا علم ہے یعنی ذاتی نام ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نہیں بولا جاتا باقی دوسرے اسماء کا غیر اللہ پر اطلاق ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ سر اجیہ والو المنتہی ص ۷۱ پر ہے:

”اعلم ان هذا الاسم اعظم الاسماء (يعني الله) لانه دال على الذات الجامعة لصفات الالهية ولانه اخص الاسماء اذ لا يطلقه احد على غير الله لا حقيقة ولا مجازاً وسائر الاسماء قد سمي بها غير الله كالقادر، والعالم، والرحيم، وغيرها۔“

اور اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (توبہ ۱۲۸)

<sup>1</sup> (ہدایہ، کتاب الاجارات ج ۳ ص ۲۶۱)

<sup>2</sup> (ہدایہ ج ۳ ص ۶۵ باب الحقوق)

<sup>3</sup> (فتح الملہم ص ۱۶۹ شرح صحیح مسلم)

## (۵) ہاس نمبر یانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

اس آیت کریمہ میں رؤف و رحیم دو صفات استعمال ہوئی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ہیں اور رسول اکرم ﷺ صفات بھی ہیں۔

اسی طرح یہ بھی حضور ﷺ کی شان میں فرمایا:

**إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (الحاقة ۴۰)**

کریم اللہ کی صفت ہے اور اس آیت میں حضور ﷺ کو بھی کریم فرمایا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ الکرم ابن الکرم ابن الکرم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔<sup>1</sup>

حضور اکرم ﷺ نے قط کے بادشاہ کو ایک خط لکھا:

**”من محمد بن عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الہدی۔۔ الخ۔“**

اب علمائے کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو تین صفات رؤف، رحیم اور کریم سے یاد فرمایا اور حضور علیہ السلام نے چار انبیائے کرام کو جو کریم کہا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے بادشاہ مقوقس کو خط میں عظیم لکھا، یہ تمام اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ اور اس کا رسول ان کا اطلاق غیر اللہ پر کیسے کرتے۔ لیکن یہ شرک نہیں ہے بلکہ یہ تمام اسماء مشترک ہیں۔ یعنی یہ اسماء اللہ پر اور غیر اللہ دونوں پر بولے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح ایک اسم ”حق“ ہے۔ اور لفظ ”حق“ بہت سی چیزوں پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہ کہتے ہیں کہ۔ ”یہ بات حق ہے“۔ ”یہ آدمی حق پر ہے“۔ ”میرا اس پر یہ“ ”حق“ ہے۔ ”اتنا حق ہے“۔ ”حق کہنا، حق چھپانا“ ”یہ استاد کا حق ہے کسی اور کا نہیں“۔ ”ماں باپ کا حق اتنا ہے“ ”زوج کا حق اتنا ہے“۔ ”زوجہ کا حق اتنا ہے، پڑوسی کا حق اتنا ہے، مہمان کا حق اتنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: **”للمؤمن علی المؤمن ستة حقوق“** یعنی ”حق“ بھی اسماء مشترک میں سے ہے۔ ”یراد فی

**حق العباد غیر ما یراد فی حق اللہ۔“**

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک اسم ”جامع“ ہے۔ حالانکہ ہمارے محاوروں میں استعمال ہوتا ہے کہ ”یہ بہت بڑا جامع عالم

ہے“ اور اسی طرح ایک اسم ”ہادی“ ہے۔ سورۃ الرعد میں ہے: **”وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد ۷)“** اسی طرح ایک اسم ”قوی“

ہے۔ جبکہ یہ صفت نبی اکرم ﷺ نے مؤمن کیلئے استعمال فرمائی ہے: **”المؤمن القوی خیر و احب الی اللہ من المؤمن**

**الضعیف۔ او کما قال ﷺ۔“** یہ تمام اسماء مشترک ہیں اور اللہ کی صفات کا اس کی شان کے مطابق اطلاق کیا جاتا ہے اور بندہ

کیلئے اس کے اعتبار سے اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ قدیم ہے۔ جیسا کہ اللہ کی صفت حیات ہے اور یہ اسکی ذاتی صفت ہے۔ یہ

<sup>1</sup> (بخاری ج ۱ ص ۷۹)



## (۵) ہمس نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

قدیم ہے، بے چون ہے، ازلی ہے، لامکانی ہے غیر متناہی ہے۔ اور غیر اللہ کی حیات حادث ہے، عارضی ہے، چونی ہے، مکانی ہے، متناہی ہے، چند روزی ہے۔

اب ہم چند آیات کریمہ پیش کرتے ہیں جن میں اسمائِ مشترکہ کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوا ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿البقرة ۷﴾

اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿البقرة ۹۹﴾

اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی (کڑی) آزمائش تھی۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿البقرة ۱۱۴﴾

اور ان کے کیلئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔

وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴿البقرة ۲۱۷﴾

اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک (اس سے بھی) بڑا گناہ ہے، اور یہ فتنہ انگیزی قتل و خون سے

بھی بڑھ کر ہے۔

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴿البقرة ۲۱۹﴾

فرمادیں: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ (دنوی) فائدے بھی ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے

بڑھ کر ہے۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ﴿البقرة ۲۲۱﴾

اور یقیناً مشرک مرد سے مؤمن غلام بہتر ہے۔

وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ (آل عمران ۱۱۸)

اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔

وَإِنْ تَوَلَّوْاْ تَنَحَّوْاْ فَلَکُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿آل عمران ۷۹﴾

اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔

إِنَّهُ كَانَ خَوَّابًا كَبِيرًا (النساء ۲) (ای عظیمًا جلالین)

یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا ﴿النساء ۵﴾

اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔

## (۵) ہام نمبر یانچ: اولیاء کرہم کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

﴿أَنْ تَمِيلُوا مَيَلًا عَظِيمًا﴾ (النساء ۷۷)

کہ تم راہ راست سے بھٹک کر بہت دُور جا پڑو۔

﴿وَنُدْخِلْكُمْ مَدْخَلًا كَرِيمًا﴾ (النساء ۳۱)

اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرمادیں گے۔

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (النساء ۳۴)

مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں۔

﴿أَجْرٌ عَظِيمًا﴾ (النساء ۴۰)

بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿وَأَتَيْنَاهُمُ مَّلَكًا عَظِيمًا﴾ (۵۴)

ہم نے انہیں بڑی سلطنت بخشی۔

﴿فَأَفْوَزَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (النساء ۷۳)

تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (النساء ۱۱۳)

اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء ۱۱۴)

تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا﴾ (النساء ۷۴)

اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نور (بھی) اتار دیا ہے۔

﴿وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ (النساء ۹۳)

اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (المائدة ۹)

اور بڑا اجر ہے۔

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ﴾ (هو النبی ﷺ) ﴿وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ (المائدة ۵۱)

(ای القرآن) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آگیا ہے اور ایک روشن کتاب

(یعنی قرآن مجید)۔

## (۵) ہام نمبر پانچ: اولیاء کریم کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ ۖ مَائِدَة ۹۱ ﴿۹۱﴾

شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوادے۔

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۖ الْمَائِدَة ۱۱۶ ﴿۱۱۶﴾

تو ہر اس (بات) کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان (باتوں) کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔

عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۖ الْأَنْعَام ۵ ﴿۵﴾

بڑے عذاب کے دن سے۔

وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ الْأَسْرَاء ۲۳ ﴿۲۳﴾

اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو۔

فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمُ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۖ هُود ۳ ﴿۳﴾

تو بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے۔

ثُمَّ يَرْدُونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۖ تَوْبَة ۱۰۱ ﴿۱۰۱﴾

پھر وہ (قیامت میں) بڑے عذاب کی طرف پلٹائے جائیں گے۔

إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۖ هُود ۱۱ ﴿۱۱﴾

مگر جن لوگوں نے صبر کیا اور عمل کیے نیک یہی لوگ ہیں جن کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمٍ ۖ يُوسُف ۲۸ ﴿۲۸﴾

یقیناً تم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهَا ۖ يُوسُف ۵۵ ﴿۵۵﴾

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: (اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو) مجھے سرزمین (مصر) کے خزانوں پر (وزیر

اور امین) مقرر کر دو، بے شک میں (انکی) خوب حفاظت کرنے والا اور (اقتصادی امور کا) کا خوب جاننے والا ہوں۔

وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۖ النحل ۴۱ ﴿۴۱﴾

اور آخرت کا اجر یقیناً بہت بڑا ہے۔

إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۖ الْأَسْرَاء ۴۰ ﴿۴۰﴾

بے شک تم (اپنے ہی گھڑے ہوئے خیالات کے پیمانے پر) بڑی سخت بات کہتے ہو۔

يَا حَيُّ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتِنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيحًا ۖ مَرِيَم ۱۲ ﴿۱۲﴾

## (۵) ہمس نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

اے یحییٰ علیہ السلام: ہماری کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور ہم نے بچپن سے ہی حکمت و بصیرت (نبوت) عطا فرمادی تھی۔

وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾

اور اپنے لطف خاص سے (انہیں) درد و گداز اور پاکیزگی و طہارت (سے بھی نوازا تھا) اور وہ بڑے پرہیز گار تھے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ﴿الانبياء ۷۳﴾

اور ہم نے انہیں (انسانیت کا) پیشوا بنایا وہ (لوگوں) کو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَتَجَنَّبَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿الانبياء ۷۶﴾

پس ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے شدید غم و اندوہ سے نجات بخشی۔

وَرَزَقْنَا كَرِيمًا ﴿الحج ۵۰﴾

اور (مزید) بزرگی والی عطا ہے۔

إِن زُلْزِلَتِ السَّاعَةُ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿الحج ۱﴾

بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿المؤمنون ۱۱۶﴾

اس کے سوا کوئی معبود نہیں بزرگی اور عزت والے عرش (اقتدار) کا (وہی) مالک ہے۔

لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿النور ۱۱﴾

اس کے لیے زبردست عذاب ہے۔

بُفْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿النور ۱۲﴾

بہت بڑا بہتان ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾

اور ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿النور ۱۵﴾

اور اس (چرچے) کو معمولی بات خیال کر رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑی (جسارت ہو رہی) تھی۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابٌ يَوْمِ الظَّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۸۹﴾

پس انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے آکھڑا بے شک وہ زبردست دن کا عذاب تھا۔

عَذَابًا كَبِيرًا ﴿الفرقان ۱۹﴾

## (۵) ہمس نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (۵۷) وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿الشعراء ۵۸﴾

پس ہم نے ان (فرعونوں) کو باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا اور خزانوں اور نفیس قیام گاہوں سے بھی (نکال دیا)۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَإِئِي أَلْقِي إِلَيَّ كِتَابَ كَرِيمٍ ﴿النمل ۲۹﴾

(ملکہ نے) کہا: اے سردارو! میری طرف ایک نامہ بزرگ ڈالا گیا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿لقمان ۱۰﴾

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا اور ہم نے اس میں ہر قسم کی عمدہ و مفید نباتات اگادیں۔

وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ رِزْقًا كَرِيمًا ﴿الاحزاب ۳۱﴾

اور ہم نے ان کے لیے (جنت میں) باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔

وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿الاحزاب ۴۴﴾

اور اس نے ان کے لیے بڑی عظمت والا اجر تیار کر رکھا ہے۔

وَرِزْقٍ كَرِيمٍ ﴿سبا ۴﴾

اور بزرگی والا (آخری) رزق ہے۔

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿الاحزاب ۲۹﴾

بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّ هَذَا هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿الصف ۶۰﴾

بے شک یہی تو عظیم کامیابی ہے۔

إِنَّ الشَّرَّكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿لقمان ۱۳﴾

بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

وَنَجِّنَا هُوَ أَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿الصف ۷۶﴾

اور ہم نے انہیں اور ان کے گھروالوں کو سخت تکلیف سے بچالیا۔

فَبَشِّرْ نَاهُ بِغَلَامٍ حَلِيمٍ ﴿الصافات ۱۰۱﴾

پس ہم نے انہیں بڑے بردبار بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی۔

وَقَدْ يَنَادُهُ بِذُبْحٍ عَظِيمٍ ﴿الصافات ۱۰۷﴾

اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کر دیا۔

## (۵) ہام نمبر یا فف: اولفاء کر اام کے لفف ففوم زماں کا لفظ استعمال کرنا

﴿وَنَجِّنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُذِبِ الْعَظِيمِ﴾ الصافات ۱۱۵ ﴿﴾

اور ہم نے خود ان دونوں کو اور دونوں کی قوم کو سخت تکلف سے نجات بخشی۔

﴿قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ﴾ ص ۶۷ ﴿﴾

فرما دیجئے: وہ (قیامت) بہت بڑی خبر ہے۔

﴿قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (الزمر ۱۳)

فرما دیجئے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں زبردست دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

﴿وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٌ﴾ (الزخرف ۳۱)

اور کہنے لگے: یہ قرآن (کہ اور طائف کی) دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی (یعنی وڈیرے، سردار اور مالدار) پر کیوں

نہیں اتارا گیا؟

﴿وَكَانُوا يَصْزُونَ عَلَى الْحَنْثِ الْعَظِيمِ﴾ (الواقعه ۴۶)

اور وہ گناہِ عظیم (یعنی کفر و شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے۔

﴿وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٌ﴾ (الواقعه ۷۶)

اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ بہت بڑی قسم ہے۔

﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ﴾ (الزمر ۲۶)

اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے۔

﴿وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ﴾ (الدخان ۷۱)

اور اُن کے پاس بزرگی والے رسول (موسیٰ علیہ السلام) آئے تھے۔

﴿كَمْ تَرَوْا مِنْ جَنَابٍ وَغِيُونٍ﴾ (۲۵) ﴿وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ﴾ (الدخان ۲۶)

وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور زراعتیں اور عالیشان عمارتیں۔

﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾ (الواقعه ۷۷)

بے شک یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔ (جو بڑی عظمت والے رسول ﷺ پر اُتر رہا ہے)

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مَبَارَكَةٍ﴾ (الدخان ۳)

بے شک ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اُتارا ہے۔

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الدخان ۴)

اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا (جداجدا) فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

## (۵) ہام نمبر یا فف: اولفاء کر اام کے لئے قفوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿الطور ۲۸﴾

بے شک وه احسان فرمانے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا ﴿ق ۹﴾

اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا۔

أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةٍ ﴿الحديد ۱۰﴾

وه اُن لوگوں سے درجہ میں بہت بلند ہیں۔

لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿الحديد ۷﴾

اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿النمل ۲۳﴾

اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿النمل ۲۶﴾

اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں (وہی) عظیم تخت اقتدار کا مالک ہے۔

وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ﴿النمل ۶۲﴾

اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث اور جانشین بناتا ہے۔

إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿القصص ۷۹﴾

بے شک وه بڑے نصیب والا ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿القلم ۴﴾

اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اخلاقِ الہیہ سے متصف ہیں)

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (۱) عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ ﴿النبا ۲﴾

یہ لوگ آپس میں کس (چیز) سے متعلق سوال کرتے ہیں؟ (کیا) اس عظیم خبر سے متعلق (پوچھ گچھ کر رہے ہیں)؟

أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ (۴) لِيَوْمٍ عَظِيمٍ (المطففين ۵، ۴)

وه (مرنے کے بعد دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ایک بڑے سخت دن کیلئے۔

وَاعْظَمُ أَجْرًا ﴿المزمل ۲۰﴾

اور اجر میں بزرگ تر۔

وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿الحديد ۱۱﴾

## (۵) ہام نمبر پانچ: اولیاء کریم کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

اور اس کے لیے بڑی عظمت والا اجر ہے۔

وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿الحديد ۱۸﴾

اور اُن کے لیے بڑی عزت والا ثواب ہوگا۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿الحاقة ۴۰﴾

بے شک یہ (قرآن) بزرگی و عظمت والے رسول ﷺ کا (منزل من اللہ) فرمان ہے (جسے وہ رسالۃ اور نبیۃ بیان فرماتے

ہیں)۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿التکویر ۱۹﴾

بے شک یہ (قرآن) بڑی عزت و بزرگی والے رسول کا (پڑھا ہوا) کلام ہے۔

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ﴿الملک ۹﴾

تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿الملک ۱۲﴾

ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿القلم ۳۳﴾

اور واقعی آخرت کا عذاب (اس سے) کہیں بڑھ کر ہے، کاش! وہ لوگ جانتے ہوتے۔

وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿القصص ۵۸﴾

اور (آخر کار) ہم ہی وارث و مالک ہیں۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا ﴿الانبیاء ۷۳﴾

اور ہم نے انہیں (انسانیت کا) پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

عَذَابًا كَبِيرًا ﴿الفرقان ۱۹﴾

بڑے عذاب کا۔

مولانا قاری محمد اویس معصومی نے اپنے مُرشد گرامی کے حوالے سے ایک کتاب بنام ”قیوم زمان“ لکھی ہے جس میں انہوں نے اپنے مُرشد گرامی (آستانہ عالیہ موہری شریف) کو ”امیر شریعت، شہباز طریقت، جگر گوشہ زرین بخت، قیوم زمان، مجددِ دوراں، تاجدارِ تصوف، داعی ذکر بالجہر، عالمی مبلغِ اسلام الحاج حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس کتاب پر علامہ سید شاہ حسین گردیزی، ممتاز عالم دین مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا نور احمد شاہتاز، مولانا صحبت



## (۵) ہام نمبر ٲانچ: اولفاء كرامكے ننے قیوم زمان كا لفظ استعمال كرنا

خان كوہاٹی؁ علامہ عبد الوحید ربانی؁ علامہ سید حمزہ علی قادری؁ علامہ راشد محمود صاحب وغیر ہم علمائے كرام كے تائیدی تاثرات موجود ہیں۔ اگر قیوم زمان كہنا شرک ہو تو پھر یہ تمام علماء حضرات بھی مشرك ہونگے جبكہ یہ بات بعید از قیاس ہے۔ اس كے علاوہ اس كتاب ”قیوم زمان“ میں مقتدر اصحاب مثلاً علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی (قائد ملت اسلامیہ)؁ السید یوسف ہاشم الرفاعی (سابق وزیر اوقاف كویت) حضرت پیر سید محمد یعقوب صاحب؁ علامہ سید نصیر الدین صاحب (سجادہ نشین گولڑہ شریف)؁ مولانا كوكب نورانی اوکاڑوی (چیرمین گلزار حبیب ٹرسٹ)؁ علامہ مفتی محمد عارف سعیدی صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت سندھ) اور حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب وغیر ہم كے تاثرات تحریر ہیں۔ شاكین حضرات كتاب ”قیوم زمان“ ص ۳۱۲ تا ص ۳۱۷ مطالعہ كر سكتے ہیں۔ یہ كتاب ادارہ تلاش حق فاؤنڈیشن جامع مسجد باب الاسلام A/1.15 بفرزون كراچی سے دستیاب ہے۔

منصب قیومیت؁ نبوت و رسالت كا پرتو ہے۔ ہر پیغمبر اپنے دور كا قیوم بھی ہوتا ہے۔ جس كی ذات سے كائنات كا قیام وابستہ ہوتا ہے۔ اس كی توجہ بدل جانے سے كائنات كا سارا نظام بدل جاتا ہے۔ امت مصطفیٰ ﷺ میں سے جسے سب سے پہلے اس منصب سے نوازا گیا وہ امام ربانی حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ كی ذات گرامی ہے كہ جنہیں اس منصب پر فائز كرنے كیلئے سرور كشور رسالت ﷺ ملائكہ؁ اولفاء و صالحین امت كے جُھر مٹ میں خود تشریف لائے اور آپ كو نہ صرف خلعت تجدید عطا كی بلكہ دیوان اقدس میں آپ كا نام خزانۃ الرحمۃ مجدد الف ثانی رقم فرمایا۔ ایک دوسرے موقع پر دوران مراقبہ آپ كو منصب قیومیت كی خلعت زیبا سے نوازا گیا اور الہام ہوا یہ تمام ممكنات كی قیومیت كی خلعت ہے جو اللہ تعالیٰ اولوالعزم نبیوں كو عطا كرتا ہے اور آپ كو اتباع رسول ﷺ كی بدولت عطا كی گئی ہے گویا مخلوقات كا قیام اب آپ كی ذات سے وابستہ كر دیا گیا ہے۔ اس كے بعد قیومت كی خلعت زیبا كے حقدار آپ كے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آف سرہند ٹھہرے۔ پھر ان كے فرزند خواجہ نقشبند اور پھر خواجہ محمد زبیر كو اس منصب جلیلہ پر فائز كیا گیا۔<sup>1</sup>

مولانا ابوالحسن زید فاروقی كہتے ہیں كہ جب كہ اس بات پر ہر دو حضرات بلكہ سب كا اتفاق ہے كہ یہ فرد كامل مظہر ہے اللہ تعالیٰ كے تمام اسماء و صفات كا تو پھر ایسے فرد كامل كا انصاف اللہ تعالیٰ كے مبارك نام قیوم سے مناسب تر ہے تعجب ہے كہ بعض افراد كے نزدیک قیوم كے خطاب اور لقب میں سوائے ادب كا پہلو ظاہر ہوتا ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آداب شریعت و طریقت سے پوری طرح مجلی تھے۔ آپ كا تجویز كردہ نام نہ صرف جائز ہے بلكہ بہتر واولیٰ ہے۔

چون بشنوی سخن اہل دل مگو كہ خطاست سخن شناس نہئی دلبر اخطا این حباست

<sup>1</sup> (قیوم زمان ص ۱۳۱)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ”عقبات“ کے مقدمہ کے بیسیویں عقبہ میں لکھتے ہیں: ”اہل کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان جو کہ براہین عقلیہ اور اشارات نقلیہ سے مؤید ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ”ان القیوم لکثرات الکوینیۃ واحد شخصی“ یعنی کثرات کوئیہ کا قیوم یعنی قائم اور باقی رکھنے والا شخص واحد ہے۔۔۔ الخ۔

یعنی یہ بات صرف حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک محدود نہیں ہے بلکہ حضرات مشائخ عظام و علمائے کرام کا متفقہ قول ہے کیا یہ سب حضرات سوئے ادب کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسماء و صفات الہیہ کو حقائق امکانیہ قرار دیتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آئینہ عدمیہ کو جس پر اسماء و صفات واجبی کا پر تو پڑا ہے حقائق امکانیہ قرار دیتے ہیں اور دونوں حضرات متفق ہیں کہ ایک فرد اکمل از انسان کامل کثرات کوئیہ کے بقاء کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسماعیل دہلوی ”عقبات“ کے مقدمہ کے اکیسویں عقبہ میں ایک شبہ کا ذکر کرتے ہیں اور وہ یہ ہے: ”امام ربانی کے کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ حقائق امکانیہ کا تعین عدم ہے اس قول سے اتحاد کی اساس تو جڑ سے نکل جاتی ہے لیکن ہم جیسے قارئین کشف و شہود کی سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے اور اس کی تہ تک پہنچنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کیونکہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ۔ ”ان یکون الشئ المعدوم فضلا عن العدم قیوم مالشی موجود اصلیا کان او ظلیا“ یعنی جو شئی نہ یہ کہ عدم ہو بلکہ معدوم ہو کس طرح اس شئی کا قیوم ہو سکتا ہے جو موجود ہو چاہے اس کا موجود ہونا بالاصالت ہو یا بالظلیت ہو۔ الخ۔ کہ یہ ایراد اس صورت میں واقع ہو گا اگر حضرت مجدد حقائق امکانیہ کا صرف آئین عدمیہ قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ حقائق امکانیہ کا عدمات ہیں مع ان ظلال اسماء و صفات جو ان پر پڑی ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ عدمات بمنزلہ اصول اور مواد کے ہیں اور جو ظلال ان پر پڑے ہیں وہ بمنزلہ صورت حالہ کے ہیں گویا کہ عدمات بمنزلہ جسم کے ظلال بمنزلہ روح کے۔

### نیار دم از حنا نہ چیزے نخت      تودادی ہمہ چیز و من چیزت

اس طرح ”ما اصابک من حسنة فمن الله وما اصابک من سيئة فمن نفسك“ کا ظہور ہوا ہے جو بھلائی اور خوبی ہے وہ تجلیات اسماء و صفات واجبی کے آثار سے ہے اور جو خرابی اور فساد ہے وہ اصل عدمی کا اثر ہے جو کہ ماوائے شر و فساد ہے وہ فرد اکمل جو قیوم جہاں بنایا جاتا ہے فنائے اکمل اور بقائے تام سے مشرف ہو کر ذات اقدس کا نمودن ہو جاتا ہے اور اس ذات موہوب پر خود اس کا اپنا اور عالم کے تمام اعراض مجتمعه کا قیام ہے یہ ذات موہوب حضرت واہب العطا یا کی دین ہے۔

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

”لا غیر ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ هذا ما ظهر لابی الحسن زید و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔“<sup>1</sup>

خطباتِ عالیہ غفاریہ کے ٹائٹیل پر حضرت محمد عبدالغفار فضلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ مبارک بنایا گیا ہے۔ وہاں یہ الفاظ درج کئے گئے ہیں۔ (روضہ مبارک حضرت خواجہ قیومِ زمان محمد عبدالغفار فضلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمت پور شریف لاڑکانہ، سندھ) اور عبدالرحمن قریشی نقشبندی مجددی فضلی رحمانی نے اپنی تصنیف انوارِ سلوک میں شجرہٴ مشائخ لکھا ہے۔ جس میں ایک نام یوں لکھا گیا ہے۔ الہی بحرۃ قیومِ زمان محبوب الرحمن حضرت خواجہ ابو عبد الوہاب عبدالرحمن جان المن وجودی ص۔ اسی کتاب میں قیومِ زمان تین جگہ لکھے ہوئے ہیں۔<sup>2</sup>

شمس العارفین کعبہٴ صفائیں شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تازہ کمالات مثلاً تجدد الف، قیومیت، طینت اور اصالت وغیرہ نئے نئے توجن کی عقل رسا اور طبیعت رسا تھی انہوں نے تو ان کمالات کو بلا تا مل قبول کیا اور شمس العارفین شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید بن گئے لیکن جو لوگ عقل معاد سے بے بہرہ تھے وہ نہ صرف منکر ہوئے بلکہ شمس العارفین شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اہانت اور خفت کے درپے ہو گئے اور کہا اگر وہ فی الواقع قیوم اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ہیں تو ہمیں ایسی علامت دکھائیں جو پہلے زمانے میں پیغمبر دکھاتے تھے جب ان لوگوں کی واہیات باتیں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے سنیں تو فرمایا: کہ جو لوگ یہ باتیں کرتے ہیں انہیں کہہ دو کہ اگر تمہارے دل میں میل ہے تو آؤ مباہلہ کر لو اگر ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اس شہر پر غضب الہی نازل ہو گا۔ مباہلہ اسے کہتے ہیں کہ پیغمبر (احمد مصطفیٰ سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ) کے زمانے سے قبل یہ دستور تھا کہ جب کوئی نبی نبوت کا دعویٰ کرتا اور لوگ اس کی نبوت کے منکر ہوتے تو وہ نبی ان سے کسی مقررہ مقام پر اپنے اہل و عیال سمیت آکر طہارت کر کے بارگاہِ الہی میں ایک دوسرے کیلئے دُعاۓ غضب کرتے چونکہ نبی اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تھا تو ان لوگوں پر عذابِ الہی نازل ہوتا۔ اس طرح اکٹھے ہو کر دُعاۓ غضب مانگنے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ جب ان معاندین نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین تاج الاولیاء مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی طرف سے سنا کہ آپ مباہلہ کیلئے تیار ہیں تو اپنا مجمع بنایا اور اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ مباہلہ تو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ غالب گمان ہے کہ اس مردِ خُدا اور اس کے فرزندوں کی دُعا حق تعالیٰ رد نہیں کرے گا۔ بالضرور اس شہر پر بلائے عظیم کیا بلکہ اعظم نازل ہوگی البتہ کسی ایسی علامت کی درخواست کریں جو ناممکن ہو چنانچہ ان میں سے ایک معتبر شخص آگے بڑھا اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سے درخواست کی کہ اگر غوثِ الاعظم حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ زندہ ہو کر ہمارے

<sup>1</sup> (رسالة وحدة الوجود، حاشیہ بر وحدت الشہود ص ۶۳-۷۰)

<sup>2</sup> (ص ۶۸، ص ۷۳، ص ۸۳)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

سامنے آئیں اور آپ کی تجدید الف اور قیومیت کا اقرار کریں تو ہم آپ کی تجدید الف و قیومیت پر ایمان لے آئیں گے جب اس قسم کی درخواست حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا کہ جس بات کو وہ محال سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ قادر ہے آسان کر دے گا۔<sup>1</sup>

ایک درویش نے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے میرا (جان محمد کا) حال پوچھا غوثِ زمان شہبازِ لامکاں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا بیٹا ہے اس درویش نے کہا اس کا باپ میرا آشنا تھا اسے آپ نے کس سلسلہ میں مرید کیا ہے۔ حضرت مجدد نے فرمایا سلسلہ قادریہ میں، اس نے کہا میں اس بات کی سفارش کرتا ہوں کہ حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات کرائیں یہ بات منکروں کے لیے دلیل ہو جائے گی اتنے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اٹھ کر لوٹا اور چند ڈھیلے مجھ سے طلب فرمائے اور بیت الخلاء جا کر وہاں سے فارغ ہوئے اور تازہ وضو فرمایا اور مجھے پاس بلا کر فرمایا کہ جان محمد کیا قطب تارے کو پہچانتے ہو کیا یہی ہے (اور قطب تارے کی طرف اشارہ کیا) پھر فرمایا غور سے دیکھو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ستارہ آہستہ آہستہ سُرخ ہونے لگا اور بڑھنے لگا اور حرکت کر رہا ہے۔ بعد ازاں وہ ستارہ پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس میں سے ایک شخص زندہ سیاہ پوش نکلا اور فی الفور ایک لمحہ میں ہمارے سامنے آکھڑا ہوا۔ حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی خدمت بجالاؤ اور سلام پیش کرو یہی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ میں (جان محمد) حسب ارشاد حضور غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جھک گیا اس موقع پر حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ستر مخالفین بھی موجود تھے اور یہ باتیں سُن رہے تھے اور یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر سب کے سب حیران ہو گئے بعد ازاں حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے باوازِ بلند اعلان فرمایا کہ جو کچھ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسے قبول کرو کیونکہ دین و دنیا کی بھلائی اسی میں ہے۔ اور یہ کہ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ اولیائے امت سے افضل ہیں۔ ان کا منکر ہونا ایمان چھن جانے کا موجب ہے جو شخص اپنے ایمان کی سلامتی چاہتا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام کمالات کو دل سے قبول کر لے۔ تمام اہل مجلس نے حضور غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور اُن کی نصیحت کو اپنے کانوں سے سنا اور جمالِ مبارک کا آنکھوں سے نظارہ کیا یہ نصیحت فرما کر حضور غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ رخصت ہو کر قطب تارے کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی میں غائب ہو گئے۔ اور قطب تارہ اپنی اصل حالت پر آگیا۔ حضرت قیومِ ثانی خواجہ محمد معصوم

<sup>1</sup> (روضۃ القیومہ ج ۱ ص ۲۵۳-۲۵۶)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی بذاتِ خود اس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ شہر بھر میں جتنے منکر موجود تھے سب نے توبہ کی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مُرید ہو گئے۔<sup>1</sup>

ایک مرتبہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نمازِ ظہر کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے اور ایک حافظ آپ کے حضور قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ مراقبہ میں حضرت امام ربانی رحمہ اللہ نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نوری خلعت اپنے آپ پر مشاہدہ کی اسی وقت الہام ہوا کہ یہ تمام ممکنات کی قیومیت کی خلعت ہے جو اللہ تعالیٰ پیغمبرِ اولوالعزم کو عنایت کرتا ہے سو یہ خلعت آپ کو بلحاظ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وارث اور تابع ہونے کے عطا کی جاتی ہے آج سے تمام مخلوقات کا قیام آپ کی ذات سے وابستہ کر دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور اپنے دستِ اقدس سے حضرت قیومِ اول غوثِ دوراں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے سر مبارک پر اپنی دستار باندھی اور منصبِ قیومیت کی مبارک باد دی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہوا تھا صرف حضرت قیومِ اول غوثِ دوراں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو عطا ہوا جو اس اُمت کے قیوم ہیں۔<sup>2</sup>

قیوم اللہ تعالیٰ کا وزیرِ اعظم اور نائبِ اتم ہوتا ہے اسے بے چونی سے ایک ذاتِ مرحمت ہوتی ہے جسے ذاتِ مہوہوب کہتے ہیں جس پر تمام ممکنات کے حقائق کا قیام منحصر ہوتا ہے باوجود جوہر ہونے کے جوہریت کا اطلاق اس پر زیب نہیں دیتا۔ اس کی ذات کو وہ قدر و منزلت حاصل ہوتی ہے کہ جوہریت کا اطلاق ناگوار معلوم ہوتا ہے چونکہ تمام جہاں اس کے مقابلے میں بمنزلہ عرض ہے اس لیے اسے سوائے جوہر کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ جوہر بغیر عرض کے نہیں اور عرض بغیر جوہر کے نہیں۔ غوث، قطب، فرد، ابدال اور اوتاد وغیرہ سب قیوم کے نائب اور پیش کار اور خادم ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اکمل ہوتا ہے تمام جہاں کے معاملات اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ جہاں کی توجہ کا قبلہ ہوتا ہے خواہ اہل جہاں کو یہ معلوم ہو یا نہ ہو۔ ہزار سال بعد ایک قیوم پیدا ہوتا ہے جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اولوالعزم مبعوث ہوتے آئے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور پُر نور ﷺ کے درمیان کچھ کم ہزار سال کا وقفہ تھا چونکہ وہ فترت کا زمانہ تھا اور کوئی ایسا نبی یا ولی اس زمانے میں پیدا نہ ہوا جو اصلاحِ مخلوق کا کام کر سکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی خاصی تعداد بھی مُردہ ہو گئی تھی انہوں نے اسے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا تھا۔<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (روضۃ القیومیہ ج ۱ ص ۲۵۹، ۲۵۸)

<sup>2</sup> (روضۃ القیومیہ ج ۱ ص ۱۷۱)

<sup>3</sup> (روضۃ القیومیہ ج ۱ ص ۱۷۳)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

حضرت علامہ مولانا شیخ القرآن والتفسیر ضیاء اللہ صاحب اپنی تصنیف سیف المؤمنین علی اعناق المنکرین میں لکھتے ہیں کہ:

”قطب اور غوث سے فوق مقام امام کا ہے اور امام سے فوق مقام قیومیت کا ہے اور قیومیت سے فوق مقام صدیقیت کا ہے۔ اور صدیقیت سے فوق مقام عبدیت کا ہے اور عبدیت اقصیٰ ولایت کے مراتب سے ہے۔“

حضرت شیخ المشائخ حسن غوثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض مخالفوں کے کہنے سُننے سے تجدید اور قیومیت کی نسبت کے شاکِی ہو گئے ایک رات آپ (حسن غوثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خواب میں دیکھا تمام اولیائے اُمت ایک جگہ جمع ہیں اور تمام متفق اللفظ ہو کر فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجدید اور قیومیت کا منکر ہو گا مرتے وقت اس کا ایمان چھن جائے گا۔ حضرت شیخ حسن غوثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ خواب دیکھ کر بہت ڈرے اور تجدید و قیومیت کی بابت جو شک و شبہ اور انکار دل میں تھا اس سے توبہ کی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام کمالات کا اعتراف کیا۔<sup>1</sup>

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ بوراشت و تبعیت خاتم الرسل رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ کے عطا ہوا اور جمیع مخلوقات کا قیام تمہاری ذات پر مقرر ہوا کہ اتنے میں حضرت سید المرسلین ﷺ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے میرے سر پر دستار باندھی اور مبارک باد منصب قیومیت دی فرمایا کہ ایک روز بعد نمازِ عشاء میں دعا مانگتا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا تمام بدن مثل شمع کے روشن ہے اور آفتاب کی طرح ایسا چمکتا ہے کہ آنکھ سامنے نہیں کی جاتی اسی اثناء میں الہام ہوا کہ یہ روشنی اس واسطے ہے کہ تیرا بدن بقیہ طینتِ حضرت خاتم النبیین ﷺ تھا بطور الوش ایک فردِ اُمت کو پہنچا ہے اور اس سے کچھ بچ کر اس کے ایک منتسب کو ملا ہے۔ منتسب سے حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ثالث مراد ہیں حضرت کا تمام بدن بقیہ طینتِ مصطفویٰ ﷺ کا بنا تھا مگر پیر مبارک نہ تھے۔ حضرت (قیوم اول ردیف کمالات سبع مثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ میرا حال مثل طاؤس کے ہے کہ اپنے بدن کی زیبائی و رعنائی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور ناچتا (وجد کرتا) ہے لیکن جب پیروں پر نظر پڑتی ہے تو پڑمردہ ہو جاتا ہے اسی طرح میں بھی جب اپنا (حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بدن دیکھتا ہوں تو خوش ہو جاتا ہوں اور جب پیر دیکھتا ہوں تو منقبض ہو جاتا ہوں۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (روضۃ القیومیہ ج ۱ ص ۲۴۷)

<sup>2</sup> (مقاماتِ امام ربانی مجدد الف ثانی ص ۲۷)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

علامہ فیض احمد اویسی ”قیومیت“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حضرت شیخ الاسلام تاج الاولیاء مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ان تمام کارناموں علمی اور عملی اور اسلامی خدمات کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص محبوب بندہ بنالیا اور شروع سے قاعدہ چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نوازتا ہے جیسے حضرت سلطان العارفين غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کے ناز اور محبوبانہ انداز مشہور ہیں اسی انداز میں حضرت شیخ الاسلام تاج الاولیاء مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بھی ناز اور انداز فرمائے من جملہ ان میں ایک خاص دعوائے قیومیت بھی ہے۔ فقیر (علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب) اس کے اثبات کیلئے دلائل قائم کرتا ہے۔“<sup>1</sup>

حضرت مولانا خواجہ احمد حسین خان قادری نقشبندی مجددی امر وہوی علیہ الرحمۃ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں: ”آپ قیوم اول یعنی آپ کی ذات بابرکات باعثِ قیوم عالم و عالمیان ہے۔“<sup>2</sup>

افغانستان کے مشہور زمانہ عالم دین خلیفہ عبدالواحد صاحب لکھتے ہیں:

”قیوم الزمان هو فی الحقیقة والمعرفة وحید حضرت شاہ ابو سعید رحمہ اللہ۔“<sup>3</sup>

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔

”روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا رسول خدا ﷺ نے ایک فقیہ سخت تر ہے اُپر شیطان کے ہزار عابدوں سے۔“<sup>4</sup>

عن سفیان رحمہ اللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لكعب من ارباب العلم قال الذين يعملون بما يعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب العلماء قال الطمع۔

یعنی روایت ہے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا واسطے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے کون ہے صاحب علم یعنی تمہارے نزدیک کہا حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے وہ لوگ کہ عمل کریں موافق اس چیز کے کہ جانیں کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پس کیا چیز نکالتی ہے علم کو دلوں عالموں کے سے یعنی برکت و ہیبت اور نورِ علم کو کون سی چیز علماء باعمل کے دلوں سے نکال دیتی ہے کہا کہ طمع۔<sup>5</sup>

<sup>1</sup> (شان قیومیت ص ۳۰ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی ص ۲۶۸)

<sup>2</sup> (جواہر مجددیہ ص ۶۳)

<sup>3</sup> (آداب المخلصین ص ۷۳)

<sup>4</sup> (رواہ ترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۴)

<sup>5</sup> (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۷)



## (۵) ہام نمبر بانخ: اولفاء کر ام کے ننے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ إذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیہم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسہ فلیطوّل ما شاء“<sup>1</sup>

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت کہ نماز پڑھائے ایک تمہارا لوگوں کو پس چاہیے کہ ہلکی کرے نماز اس لیے کہ ان میں بیمار بھی ہوتا ہے اور ضعیف بھی یعنی اصل خلقت میں اور بوڑھا اور جس وقت کہ نماز پڑھے ایک تمہارا واسطے اپنے یعنی اکیلا پس چاہیے کہ دراز کرے جس قدر چاہے۔<sup>2</sup>

یہاں اس حدیث مبارکہ میں لفظ ”کبیر“ بندے کے حق میں استعمال ہوا ہے۔ (فتدبر ولا تکن من المتعصبین)

”عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان من اشر الناس عند اللہ منزلة يوم القيامة عالم لا ینتفع بعلمہ“<sup>3</sup>

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا! تحقیق بدترین لوگوں کا نزدیک اللہ کے مرتبہ میں دن قیامت کے وہ عالم ہے کہ نہ نفع لیا اس نے ساتھ علم اپنے کے۔<sup>4</sup>

یہاں پر لفظ ”عالم“ بندہ کیلئے بطور صفت استعمال ہوا ہے۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لا یزال قلب الکبیر شابا فی اثین فی حب الدنیا وطول الامل“<sup>5</sup>

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نقل کیا نبی کریم ﷺ سے کہ فرمایا ہمیشہ ہر دل بوڑھے کا اور آرزو اس کی جوان یعنی قوی رہتی ہے دو چیزوں میں محبت دنیا میں اور درازی آرزو میں۔<sup>6</sup>

یہاں پر لفظ ”کبیر“ کا اطلاق بندے پر ہوا ہے۔

جب رسول کریم ﷺ نے روم اور بحرین کے بادشاہوں کو خطوط لکھے تو ان میں ان کا فر بادشاہوں کو ”عظیم“ کے لقب سے مخاطب فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ إلى هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهدی اما بعد۔۔ الخ“

<sup>1</sup> (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب ما علی الامام ص ۱۰۱)

<sup>2</sup> (مظاہر حق ص ۳۷۵)

<sup>3</sup> (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۷)

<sup>4</sup> (مظاہر حق ص ۱۰۸)

<sup>5</sup> (متفق علیہ، مشکوٰۃ باب الامل والحرص ص ۴۵۰)

<sup>6</sup> (مظاہر حق ص ۲۴۶)



## (۵) ہام نمبر یا نچ: اولیاء کرہم کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

اور دوسری روایت میں ہے:

”ان رسول اللہ ﷺ بعث بکتابہ الی کسری مع عبد اللہ بن خذافہ السہمی فامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین فدفعہ عظیم البحرین الی کسری۔۔ الخ۔“

پس ان دونوں روایتوں میں لفظ ”عظیم“ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ دو بادشاہوں (جو کافر تھے) کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایک طویل حدیث میں ہے کہ:

”یا بلال قم فاذن لا یدخل الجنة المؤمن وان اللہ لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر۔“

ترجمہ: ”اے بلال رضی اللہ عنہ: اٹھ اور اعلان کر کہ جنت میں وہی جائے گا جو مؤمن ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید و حمایت کسی فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے۔“<sup>1</sup>

”عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس۔“<sup>2</sup>

ترجمہ: روایت ہے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں رحمت کرتا یعنی رحمت خاص و کامل اللہ اُس شخص پر کہ جو نہیں رحم کرتا لوگوں پر۔<sup>3</sup>

”عن زیاد بن حدیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال لی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ هل تعرف ما یهدم الاسلام قال قلت لا قال یهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمة المضلین۔“<sup>4</sup>

ترجمہ: روایت ہے حضرت زیاد بن حدیر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا کہ کہا واسطے میرے عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جانتا ہے تو کیا چیز گرا دیتی ہے بنائے اسلام کو؟ کہا میں نے نہیں جانتا میں فرمایا گرا دیتا ہے بنائے اسلام کو پھسلنا عالم کا یعنی خطا کسی مسئلے میں کرنا اور گناہ کرنا اس کا اور جھگڑنا منافق کا ساتھ کتاب اللہ کے اور حکم کرنا سرداروں گمراہوں کا۔<sup>5</sup>

”عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ ولا الجافی عنہ واکرام السلطان المقسط۔“

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق جملہ تعظیم اللہ تعالیٰ کی سی ہے تعظیم کرنی بوڑھے مسلمان کی اور تعظیم کرنی اٹھانے والے قرآن کی یعنی پڑھنے والے قرآن کی اور حافظ کی اور مفسر

<sup>1</sup> (بخاری، مشکوٰۃ ص ۵۳۴)

<sup>2</sup> (متفق علیہ، مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة علی الخلق ص ۴۲۱)

<sup>3</sup> (مظاہر حق ص ۱۳۰)

<sup>4</sup> (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۷)

<sup>5</sup> (مظاہر حق ص ۱۰۸)

## (۵) ہام نمبر یا نچ: اولیاء کر اہم کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

کی کہ نہ ہو غلو کرنے والا اس میں اور نہ ہو وہ دور ہونے والا اس سے اور جملہ تعظیم اللہ تعالیٰ کی سی ہے تعظیم کرنی بادشاہ عادل کی۔<sup>1</sup>

”عن حارثة بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الا اخبر کم باهل الجنة كل ضعيف متضعف لو اقسام على الله لا برة الا اخبر کم باهل النار كل عتل جواظ مستکبر“ (متفق علیہ) وفی رواية لمسلم كل جواظ زنیم متکبر۔<sup>2</sup>

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا نہ خبر دوں میں تمہیں جنتیوں کی یعنی کہوں کہ بہشتی کون ہیں؟ وہ ہر ضعیف کہ ضعیف و حقیر جانیں اس کو لوگ اور جبر و تکبر کریں اس پر لوگ بسبب فقر اور شکستہ حالی اس کی کہ اگر قسم کھائے اللہ پر البتہ سچا کرتا ہے اس کو یا اس کی قسم کو۔ کیا نہ خبر دوں میں تم کو دوزخیوں کی ہر سخت گو جھگڑا بواطل پر جمع کرنے والا مال کا بخیل تکبر کرنے والا۔<sup>3</sup>

اس حدیث میں لفظ ”متکبر“ صفت مشترکہ ہے۔

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاثة لا یکلمهم اللہ یوم القیامة ولا ینظر الیہم ولہم عذاب الیم شیخ زان و ملک کذاب و عائل مستکبر۔“

**ترجمہ:** ”روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ تین شخص ہوں گے کہ نہیں کلام کرے گا ان سے اللہ تعالیٰ دن قیامت کے یعنی کلام رضا کا یا مطلق اور نہ ثناء کرے گا ان پر اور ایک روایت میں یہ زیادہ آیا ہے اور نہ دیکھے گا طرف ان کے یعنی نظر رحمت و عنایت سے اور ہو گا واسطے ان کے عذاب درد دینے والا ایک تو بوڑھا زنا کار دوسرا جھوٹا بادشاہ اور تیسرا مفلس تکبر کرنے والا۔“ یہاں لفظ ”ملک“ صفت مشترکہ ہے۔“<sup>4</sup>

”عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا ینزال الرجل یدہ ببنفسہ حتی یکتب فی الجبارین فی صیبة ما اصابہم۔“

روایت ہے حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ ہمیشہ رہتا ہے ایک شخص کہ کھینچتا ہے اپنے نفس کو یہاں تک کہ لکھا جاتا ہے یعنی نام اس کا سرکشوں میں یعنی ظالموں اور متکبروں کے دیوان میں پس پہنچتی ہے اس کو وہ چیز کہ پہنچی ان کو یعنی آفات و بلیات دنیا اور آخرت میں۔<sup>5</sup>

<sup>1</sup> (رواہ ابو داؤد و البیہقی فی شعب الایمان و مشکوٰۃ باب الشفقة و الرحمة علی الخلق ص ۲۳) (مظاہر حق ص ۱۳۷)

<sup>2</sup> (مشکوٰۃ ص ۲۳۳ باب الغضب و الکبر)

<sup>3</sup> (مظاہر حق ص ۱۷۸)

<sup>4</sup> (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الغضب و الکبر ص ۲۳۳) (مظاہر حق ص ۱۷۹)

<sup>5</sup> (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ باب الغضب و الکبر ص ۲۳۳) (مظاہر حق ص ۱۸۱)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

یہاں لفظ ”جبارین“ صفتِ مشترکہ ہے۔

”عن عمر رضی اللہ عنہ وهو علی المنبر یا ایہا الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من تواضع لله رفعه الله فهو فی نفسه صغیر وفي اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعه الله وهو فی اعین الناس صغیر وفي نفسه کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب او خنزیر۔“

**ترجمہ:** ”روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا اس حال میں کہ منبر پر تھے، اے لوگو! تواضع اور فروتنی کرو اس لیے کہ میں نے سنا ہے پیغمبرِ خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے جو شخص کہ تواضع کرے ساتھ لوگوں کے واسطے خدا کے یعنی واسطے طلبِ رضا اس کی کہ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرتبہ اس کا پس وہ اپنے نفس اور نظر میں حقیر ہے یعنی بسبب دیکھنے کے اپنے کو نظر کمی سے اور لوگوں کی آنکھ میں بزرگ ہے یعنی بسبب بلند کرنے حق تعالیٰ کے اس کے مرتبے کو بسبب اس خصلتِ نیک کے اور جو کوئی تکبر کرے پست کرتا ہے خدائے تعالیٰ قدر اس کی پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہے اور اپنے نفس و نظر میں بزرگ ہے یہاں تک کہ البتہ وہ خوار تر اور ذلیل تر ہے لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے۔“<sup>1</sup>

”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ ﷺ الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔“

**ترجمہ:** روایت ہے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما سے کہ کہا! فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے شفقت کرنے والے خلق پر رحمت کرتا ہے ان پر رحمت۔ رحم کرو ان پر کہ زمین میں ہیں تاکہ رحم کرے تم پر جو آسمان میں ہے۔<sup>2</sup>

”عن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الله يحب العبد التقي الغني الخفي۔“

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بندہٴ متقی، غنی، گوشہ نشین کو۔“<sup>3</sup>

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ المؤمن القوی خیر و احب الی اللہ من المؤمن الضعیف فی کل خیر احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا تعجز وان اصابک شیء فلا تقل لو انی فعلت کان کذا کذا ولكن قل قدر الله وما شاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطن۔“<sup>4</sup>

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا! فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ مسلمان قوی یعنی بیچ ایمان اور اعتقاد کے ساتھ خدا کے اور توکل اور اعتماد کے اس پر قصد کرنے کے امور خیر پر اور جہاد کرنے کے راہِ خدا میں یا قوی ہے صبر

<sup>1</sup> (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ باب الغضب و الکبر ص ۲۳۳) (مظاہر حق ص ۱۸۳)

<sup>2</sup> (رواہ ابو داؤد و الترمذی، مشکوٰۃ باب الشفقة و الرحمة علی الخلق ص ۲۲۳) (مظاہر حق ص ۱۳۶)

<sup>3</sup> (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب استحباب المال و العمر للطاعة ص ۲۵۰) (مظاہر حق ص ۳۵۰)

<sup>4</sup> (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب التوکل و الصبر ص ۲۵۲)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیومِ زمان کا لفظ استعمال کرنا

کرنے میں لوگوں کی ہمنشینی پر اور تحمل کرنے میں ان کی ایذا پر اور نصیحت اور تعلیم خیر کرنے میں بہتر ہے مسلمانِ ضعیف سے یعنی ان صفات میں اور ہر مسلمان میں یعنی قوی ہو یا ضعیف، نیکی ہے اور کوئی مسلمان صفتِ نیک سے خالی نہیں اور اصل ایمان کامل ترین صفتوں خیر کی ہے حرص کر تو اس چیز پر کہ نفع دے تجھ کو یعنی امرِ دین سے اور مدد اور توفیق طلب کر خدا سے یعنی عمل نیک کرنے پر اور عاجز نہ ہو یعنی طلب و استعانت سے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس پر کہ دے تجھ کو قوت اپنی اطاعت کی جبکہ مستقیم ہو تو اس کی استعانت پر اور بعضوں نے کہا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ نہ عاجز ہو تو کرنے اس چیز کے سے کہ حکم کیا گیا ہے تجھے اس کا اور نہ چھوڑ تو اس کو اور اگر پہنچے تجھ کو کچھ یعنی مصیبتِ دین یا دنیا کی تو نہ کہہ یہ بات کہ اگر میں کرتا ایسا تو ہوتا ایسا لیکن کہہ یعنی زبانِ قال سے یا زبانِ حال کہ مقدر کیا اللہ نے یعنی ایسا اور ایسا یعنی واقع ہوا یہ موافق قضا و قدر اس کی کہ جو کچھ چاہتا ہے خدا تعالیٰ کرتا ہے اس لیے کہ لفظ لو کہ بسببِ پشیمانی کھانے کے کسی چیز پر اور بسببِ معارضہ تقدیر الہی کے اور بنسبتِ حولِ قوتِ نفس کے کہتے ہیں کھولتا ہے کارِ شیطان کو اور لاتا ہے دل میں وسوسہ ان کا ساتھ نہ امت یا معارضہ قدر کے۔<sup>1</sup>

”عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ المؤمن کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ۔“

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر رحمہ اللہ سے کہا! فرمایا رسول خدا ﷺ نے سب مسلمان بچ حکم ایک شخص کے ہیں یعنی مانند اعضاء ایک شخص کے ہیں اس لیے کہ وہ ایک دین پر ہیں اگر دکھتی ہے آنکھ اس کی دکھتا ہے یعنی بے چین ہوتا ہے سارا بدن اس کا اور اگر دکھتا ہے سر اس کا دکھتا ہے سارا بدن اس کا۔<sup>2</sup>

مذکورہ بالا تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ کو ”قیومِ زمان“ کہنا جائز ہے۔ اور اسے ناجائز کہنا اور کفر کہنا یہ تمام علمائے کرام پر کفر کا فتویٰ لگانا ہے۔ ایسا شخص جاہل ہے اور جاہل کو مسجد سے نکالنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں جاہل و اعظ سے فرمایا کہ تم قرآن میں ناسخ و منسوخ جانتے ہو تو واعظ نے کہا نہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ہلاک کیا۔<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (مظاہر حق ص ۲۶۱)

<sup>2</sup> (رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الشفقة والرحمة علی الخلق ص ۲۲۲) (مظاہر حق ص ۱۳۱)

<sup>3</sup> (بستان العارفین ص ۱۴، معارف القرآن ج ۱ ص ۲۸۰)

## (۵) ہام نمبر یا فف: اولفاء کر اام کے لفف قفوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

مسلك دفوبند كے مفتف محمد شففع نے لكها هے كه حضرت على رضف اللہ عنہ نے فرمافا كه: ”هلكت واهلكت مع زفاده“ اور فرمافا كه مفرف مسفد سے نكو اور آسندہ نہ آنا۔ حضرت عبد اللہ بن حسفن رحمۃ اللہ تعالٰف علفہ، حضرت على رضف اللہ عنہ كف موافقت مفں افسے بیٹے محمد كو نصفحت كرتے هفں۔

”فابنف اءذر الءاهل وان كان لك ناصءا كما تءذر العاقل اذا كان عءوا“<sup>1</sup>

وفف العقد الفرفد لا تصاحب الءاهل فانه فرفد ان فنفعك وفسزك وقال اردشفر حسبكم دلالتہ على عفب الءاهل ان كل الناس تنفر منه وفعضب من انتصب فلفہ۔

ءابل كے ساتھ دوستف مت كرو وہ ففے نفع پہنچانا چاهے كا مكر تمهفں ضرر پہنچائے كا۔ اردشفر كا قول هے كه ءابل سے تمام لوكوں كف نفرت اس كف ءهالت كا ثبوت هے۔ ءهال كے حق مفں صاحب تفسفر روح البفان ج ۲ ص ۹۱۵ نے كفا ففوب فرمافا:

”سقام الحرث لفس له شفاء وءاء الءهل لفس له طفبب۔ وفف الءهل قبل الموت موت لاهله۔ واءسامهم قبل القبور قبور وان امرئ لم فحف بالعلم مفت لفس له النشور نشور“۔

اعلى حضرت عظمف البركت شاه احمد رضا خان افغانف فاضل برفلو ف رحمۃ اللہ تعالٰف علفہ افسے فتاوى رضوف ج ۱۰ ص ۲۱۵ پر افك سوال كے ءواب مفں فرماتے هفں كه ءابل كو وعظ كہنے كف اءازت نفہفں وہ ففنا سنوارفكا اس سے زفاده بكاڑے كا اور افسے ملفوفات مفں فرماتے هفں كه ءابل كو وعظ كہنا حرام هے۔ اور اعلى حضرت رحمۃ اللہ تعالٰف علفہ اسف ءلد مفں لكھتے هفں كه ءابل كف تبلفف زنا سے بدتر هے۔

”وانما حق العوام ان فؤمنوا فسلموا فشتغلوا بعباءتھم ومعافشھم وفتر كوا العلم للعلماء فالعامف لوفزنف او فسرق كان فففر الہ من ان فتكلم فف العلم فانه من تكلم فف اللہ او فف دفنہ بففر اتقان العلم وقع فف الكفر من ففث لا فدرف كمن فر كب لفءة البور وھو لا ففر السباحة“۔

ترءمہ: اور فقففنا عوام كا حق فف هے كه فمان اور اسلام لانے كے بعء افسف عباءات اور افسف معاش دنفاف مفصروف عمل رفہفں اور علم كو علماء كے ذمہ رفنے دفں۔ پس اگر كوئف عامف زنا اور ءورف كرفے فف اس كے لفے **تكلم فف العلم** (مفنف برءهالت) سے بھتر هے (اگر ءه گناہ كبفر هے) كفوئكہ اللہ تعالٰف اور اس كے دفن مفں **اتقان فف العلم** كے بففر تكلم كرنے والا كفر مفں واقع ہو ءاتا هے اور اسے اس امر كا پتہ نفہفں ءلما (**من ففث لا فدرف**) ففسے كه كوئف درفا كف لھر مفں كو دپڑے در آں حالانكہ اسے ففر نا نفہفں آتا

ہو۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (العقد الفرفد ج ۲ ص ۹۹)

<sup>2</sup> (اففاء العلوم ج ۳ ص ۳۹)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

علامہ شیخ محمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”فلا یأمر الجاهل ولا ینھی لانه ربما امر بمنکر او نهی عن معروف لعدم علمه بذالک۔“<sup>1</sup>

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”الامر بالمعروف والنهی عن المنکر لا یلزم کل الامّة ولا یلیق لكل احد کالجاهل۔“<sup>2</sup>

علامہ شامی نے ایسے جہال کے بارے میں لکھا ہے:

”والاحتیاط ان یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امراته عند الشاہدین فی کل شهر مرّة او مرتین۔ اذ

الخطاء وان لم یصدر من الرجال فهو من النساء کثیر۔“

یعنی احتیاط اس میں ہے کہ جاہل شخص روزانہ تجدید ایمان کرتا رہے اور ہر مہینے میں ایک یا دو مرتبہ دو گواہوں کی موجودگی میں تجدید نکاح کرتا رہے۔ کیونکہ اگرچہ آدمی کی طرف سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو مگر عورتیں گناہ میں کثرت کرتی

ہیں۔<sup>3</sup>

شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جیپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ”معیار السلوک ودافع الاوہام

والشکوک“ کی فصل ساتویں: ”دائرہ سیف قاطع ودائرہ منصب قیومیت“ میں فرماتے ہیں کہ ”دائرہ سیف قاطع“ داخل

سلوک نہیں، بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں اور یہ دائرہ سیف قاطع ”ولایت کبریٰ“ کے محاذی (مقابل) ہے اور دائرہ

منصب قیومیت کا بھی داخل سلوک نہیں جیسے دائرہ سیف قاطع محاذی ولایت کبریٰ ہے، اسی طرح ”دائرہ منصب قیومیت دائرہ

کمالات اولوالعزم“ سے نکلتا ہے۔ اس مرتبہ منصب قیومیت سے خاص انبیاء علیہم السلام اور امت میں خاص خاص اولیاء

مشرف ہوتے ہیں، اس بندہ خاص پر اسم **یا حی یا قیوم** کا فیضان نازل ہوتا ہے اور اس کی ذات سے تمام زمین و آسمان کا قیام رہتا

ہے۔<sup>4</sup>

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی اور ادمشائخ میں تحریر فرماتے ہیں حضرت ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ ابدال (قیوم) چالیس

ہیں۔ امنا (ابرار) سات ہیں۔ خلفاء (نقباء) تین ہیں قطب عالم (قطب مدار) ایک ہے اور اس کو ان تین خلفاء کے سوا کوئی نہیں

پہچانتا۔<sup>5</sup>

<sup>1</sup> (تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۶۱)

<sup>2</sup> (تفسیر جلالینص ۵۷)

<sup>3</sup> (شامی ج ۱ ص ۳۲)

<sup>4</sup> (صفحہ: ۱۳۸)

<sup>5</sup> (ص ۲۱۱)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاء کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

حضرت بیہقی الوقت علم الہدی مولانا القاضی محمد ثناء اللہ الثانی الحنفی المظہری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری

میں فرماتے ہیں:

”ومن طلب زیادة شرح هذا المقام فليرجع الى مكاتیب سیدی وامامی القیوم الربانی المجدد دلالة الثاني“۔

یعنی اور جو اس مقام کی مزید شرح طلب کرنا چاہے تو اسے میرے سردار وامام حضرت القیوم الربانی مجد دلالة ثانی کے

مکاتیب مقدسہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔<sup>1</sup>

معلوم ہوا کہ اگر ”قیوم“ کسی کو کہنا شرک و کفر ہوتا ہو تو حضرت بیہقی الوقت ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیوں ذکر

کرتے۔ فتدبر ولا تکن من المتعصیین۔

مولانا غریب اللہ صاحب ناظم دارالعلوم مجددیہ موضع مانکی تحصیل صوابی ضلع مردان اپنی کتاب ”ضرب شمشیر بر فتنہ پنج

پیر“ جو وہابیوں اور خوارج کے رد میں لکھی ہے میں لکھتے ہیں کہ ”راقم الحروف اپنی اس تصنیف کو حضرت قیوم زمان اول امام

ربانی مجد دلف ثانی شیخ احمد بن عبد الاحد فاروقی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا

ہے۔ جن کی عمومیت تجدید، دین کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور آج تک ان کی مبارک تحقیقات و معارف علماء کرام اور مشائخ

عظام کیلئے مشعل راہ ہیں اور ہمیشہ کیلئے ان شاء اللہ تعالیٰ رہیں گی۔ آپ کی شان عالی یہ ہے کہ آپ کے شیخ مکرم و معظم خواجہ باقی

باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے حق میں فرماتے ہیں:

”دریں امت دوسرے کس مثل ایشان می دانم“<sup>2</sup>

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت امام ارباص ایں دورہ اند۔ و شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است“<sup>3</sup>۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس عاجز کی کیا طاقت کہ اس بارگاہ عالیہ میں کچھ نذر پیش کرنے کی جرأت کر سکتا۔ لیکن حقیقت یہ

ہے کہ یہ حقیر ہدیہ در حقیقت انہی حضرت الامام قدس سرہ کے عنایات و برکات کا ایک ذرہ ہے جو ان کی بارگاہ عالیہ میں بطور ہدیہ

پیش کیا جاتا ہے کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

اھدی لہ ما حزت من نعمائہ

فضل علیہ فانہ من مائہ

اھدی لمجلسہ الکریم و انما

کالبحریمطرہ السماء و مالہ

<sup>1</sup> (مظہری: المائدہ: ص ۹۲)

<sup>2</sup> (مناقب احمدیہ: صفحہ: ۱۰)

<sup>3</sup> (کلمات طیبات: صفحہ: ۱۶۳)

## (۵) باب نمبر پانچ: اولیاءِ کرام کے لئے قیوم زمان کا لفظ استعمال کرنا

اس سے معلوم ہوا کہ ”قیوم زمان“ کہنا جائز ہے اور اس کے منکرین حضرت قیوم اول شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے دشمن ہیں۔

استاذ العلماء، بقیۃ السلف مناظر اہل سنت والجماعت شیخ التفسیر والحديث جناب مولانا امین اللہ الحنفی الماتریدی الباجوڑی اپنی تصنیف ”احقاق المعالی“ میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں لکھتے ہیں: ”جناب مرشدنا قطب دوران و مجدد ملت، جامع طرق اربعہ، مناظر ملت، ولی اکمل، قیوم زمان حضرت سیدنا پیر طریقت رہبر شریعت پیر صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ اور اس کے علاوہ کئی مقامات پر مختلف القابات اور خصوصاً ”قیوم زمان“ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

جو شخص مزید تفصیل جاننا چاہے تو وہ حضرت سیدنا سلطان الاولیاء، قدوة العارفين، غوث الزمان و قیوم الزمان، قطب الارشاد، مشرف بمقام العبدیت والصدیقت والامامت والاحسان پیر پیران خواجہ خواجگان علامہ مولانا سیف الرحمن صاحب مبارک دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ”جو اباب سیفیہ“ کا مطالعہ کرے۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

”صوفیاء کی اصطلاح میں قیومیت ولایت کا ایک درجہ ہے، کہ اس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے یعنی باعث قیام عالم اسی لئے مجددیہ خاندان کے بزرگوں کی کتب میں بعض اولیاء کو قیوم اول قیوم ثانی کہا گیا ہے۔“

حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے:

”بِهِمْ يُمْطَرُونَ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ“<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (رسائل نعیمیہ: صفحہ: ۲۳۵، اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں: صفحہ: ۱۴، ۱۳)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

### (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء اہل سنت و جماعت و صوفیاء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ خانقاہوں اور آستانوں میں کالمین اولیاء کرام کے حضور میں مریدین کو جو توجہات کی جاتی ہیں آیا اس کی اصل ہے اور توجہ کی کتنی اقسام ہیں؟

**المستفتی:** محمد افضل حنفی سیفی

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب ومنه الصدق والصواب

الحمد لله الذي رفع اهل الحق ووضع اهل الباطل واحق الحق وابطل الباطل والصلوة والسلام على نبينا وسيدنا وسندنا ووسيلتنا في الدارين محمد النبي المكمّل الاكمل وعلى آله واصحابه الذين جاهدوا لاحقاق الحق وابطال الباطل ورفعوا الحق ووضعوا الباطل وعلى التابعين الذين ناظروا لافهار الحق واخفاء الباطل وعلى تبعهم الذين لا يخافون لومة لائم في احقاق الحق الراسخ وابطال الباطل الزائل اللهم انا نسئلك الفتح والغلبة في المناظرات مع اهل الباطل بجاه الرسول الاكمل ﷺ اما بعد!

### توجہ و تصرف مشائخ کرام

انسان گوشت پوست کا بنا ہوا ہے، دھڑکنے والا دل رکھتا ہے، یہ متاثر کرتا بھی ہے اور متاثر ہوتا بھی ہے۔ متاثر کرتا ہے اچھے اخلاق سے، عقلمندی سے، علم سے، ایثار و قربانی سے، تواضع سے یعنی اگر اخلاق حمیدہ اس کے اندر ہوں تو دوسرے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر اس کے اندر قوت ارادی بڑھ جائے تو اس کے متاثر کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے، جس بندے میں بھی قوت ارادی بڑھ جائے تو وہ دوسروں کو متاثر کر لیتا ہے حتیٰ کہ مسمریزم و ہینڈزم وغیرہ کا عمل کرنے والے بھی اسی سے کام لے کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ شریعت میں اس کو، نظر کا لگ جانا، کہتے ہیں حدیث پاک میں ہے: **العين حق**، نظر لگ جانا حق ہے، یہ عداوت، حسد، کینہ کی وجہ سے یا پیار سے دیکھنے کی وجہ سے لگ جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو نظر لگی اور آپ ﷺ نے اس کے اتارنے کا طریقہ بتایا۔ بہر حال ہم نظر لگنے کو شرعاً حق مانتے ہیں۔

تو اب سوچنے کی بات ہے کہ جس نظر کے اندر عداوت ہو، دشمنی ہو، حسد ہو جب وہ لگتی ہے تو جس کے اندر شفقت ہو، رحمت ہو، اخلاص ہو، تو یہ نظر دوسرے پر اثر کیوں نہیں دکھاسکے گی۔ بہر حال اچھی نظر کے لگ جانے کو توجہ کہتے ہیں۔ اب بری نظر سے تو کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ حدیث پاک میں اس کا ذکر ہے امام ابن کثیر نے نظر لگنے کے متعلق 25 احادیث و روایات ذکر کی ہیں۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، نبوت، ضرورت و اہمیت

اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر بندے کے دل پر جو اثر ہوتا ہے، یہ اصل میں ان کی توجہ ہوتی ہے اسی وجہ سے سالک نیک بنے اور گناہ چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ حدیث پاک سے بھی ثابت ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی توجہ نقطہ کمال پر تھی، اگر کسی ایک نظر رحمت پڑتی تو اسے دھوکہ پاک و صاف بنا دیتے اور آپ ﷺ کی ایک صحبت دل کی کایا پلٹ کر رکھ دیتی تھی، لوگ مردہ آتے تھے مسیحا بن کر لوٹتے تھے اور اہل طریقت بھی اسی فیضانِ نبوت کے ذریعے سالکین کے دل پر ان کی اصلاح کیلئے اثر ڈالتے ہیں۔ تصوف و سلوک القائی اور انوکاسی عمل ہے، اس لئے اس راہ پر چلنے اور حصول ترقی کیلئے صحبت و محبت شیخ ضروری ہے اور شیخ سے اخذ فیض اور حصول توجہ کیلئے اعتماد علی الشیخ نہایت ضروری ہے، توجہ، تصرف، ہمت اور جمع خاطر اس سلسلے کی خاص اصطلاحات ہیں اور ان کا ماخذ کتاب الہی ہے۔

### اللہ والوں کی صحبت اور توجہ کے مؤمنین کے دلوں پر اثرات کے دلائل

الشیخ العلامة علاء الدین علی بن احمد المہامی لکھتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ وَآيِدُنْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ اِی بتغلیب ملکیتہ علی بشریتہ۔

ترجمہ: ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کی تائید پاک روح سے کی یعنی وصف ملکیت کو بشریت پر غالب کر دیا۔<sup>1</sup>

حدیث نبوی ﷺ سے اسی حقیقت کی تائید ہوتی ہے:

قال النبی ﷺ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔<sup>2</sup>

ترجمہ: حضور ﷺ نے (حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حق میں) دعا کی کہ یا اللہ! ان کی مدد پاک روح (یعنی

جبرئیل علیہ السلام) سے فرما۔<sup>3</sup>

**فائدہ:** درج بالا آیت اور حدیث سے تائید و تاثیر باطنی ثابت ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تائید باطنی یوں ظاہر ہوئی کہ اوصاف ملکیت سے متصف ہوئے اور ملائکہ کی دنیا میں جا آباد ہوئے اور وحی کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید سے یقیناً تائید باطنی مراد ہے۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! حسان (رضی اللہ عنہ) کے دل میں جبرئیل علیہ السلام کے القاء والہام سے کفار کی توہین کرنے کی قوت پیدا کر دے تاکہ وہ ایسے اشعار کہنے پر قادر ہو جائیں۔

<sup>1</sup> (تفسیر تبصیر الرحمن، ج ۱، ص ۱۱۵)

<sup>2</sup> (رواہ مسلم ج ۳ ص ۱۹۳۳ باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

<sup>3</sup> (رواہ مسلم ج ۳ ص ۱۹۳۳ باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں:

إِذْ كُنْتُمْ أَغْدَاءَ فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: جب تم آپس میں دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

وقوله تعالى: إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الأنفال ۱۲)

جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو ایمان والوں کی ہمت بڑھانے اور انہیں ثابت قدم رکھنے کی صورت کیا ہے جس پر فرشتوں کو مامور کیا گیا یہی کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت کا القا کریں کہ ان کے دل قوی ہو جائیں اور کفار کا مقابلہ پوری دل جمعی سے کریں۔

مسئلہ: جو مواقع شریعت مطہرہ میں جائز اور محمود ہیں ان میں توجہ اور تصرف کا استعمال جائز اور امراض باطنیہ (حسد، کینہ وغیرہ) میں اور سلب امراض اور کشف و نسبت وغیرہ میں جائز و مستحسن اور کسی کے دل پر زور ڈال کر اس کے دل کا حال معلوم کرنے یا اس سے کوئی رقم حاصل کرنے وغیرہ میں ممنوع ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ایک حبشی غلام پر توجہ اتحادی اور اس سے حبشی غلام کا رنگ و روپ بدل جانا

حکایت: مثنوی شریف میں مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعے کو نقل فرمایا ہے: ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! پانی نہیں ہے اور ہم کافی زیادہ پیاسے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ میں سے کوئی ایک چلا جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مبارک کو لے آئے۔ صحابہ کرام میں سے ایک گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ یہ سامنے پہاڑ جو نظر آرہا ہے، اس کے پیچھے تین میل کے فاصلے پر ایک کالا حبشی غلام اونٹنی پر سوار ہے اور پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ اس کے پاس ہے، اس غلام کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس طرف تشریف لے گئے اور اس حبشی کو اسی مقام پر پایا جس کی نشاندہی آپ ﷺ نے فرمائی تھی، تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا: ”ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں۔“ حبشی غلام نے کہا کہ میں تو آپ کے آقا و مولا کو نہیں پہچانتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں پہچان کر ادوں گا۔ حبشی ڈر گیا اور زور سے آواز دینے لگا کہ ”اے لوگو! یہ آدمی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، مجھے بچاؤ!“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ”میں آپ کو قتل نہیں کرنا چاہتا، بلکہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں۔“ آخر حبشی غلام کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

آپ ﷺ نے فرمایا: اے حبشی! آپ کہاں جا رہے ہو؟ حبشی نے جواب دیا کہ مجھے میرے آقا نے پانی لینے کے لئے بھیجا تھا، اور میں نے پانی پالیا لیکن ابھی کافی دیر ہو چکی ہے لہذا مجھے جانا ہے، کہیں میرا آقا یہ نہ سوچے کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن جب حبشی غلام نے آپ ﷺ کی واضحی چہرہ انور کا دیدار کیا اور آپ ﷺ کے حسن و جمال پر نظر پڑی تو حبشی غلام حیران ہوا اور ہر چیز بھول گیا۔ اور زور سے چلانے لگا اور کہنے لگا، اے میرے بھائیوں، دنیا اور زمین میں میں نے ایسا چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاتھ دو۔ حبشی نے ہاتھ دے دیا تو آپ ﷺ اسے کلمہ پڑھانے لگے، اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حبشی غلام سے پانی کا مشکیزہ لیا اور اس پر اپنی انگلیاں مبارک رکھیں، اصل میں اس وقت آپ ﷺ کا دست مبارک حوض کوثر کے ساتھ ملا ہوا تھا اور واسطہ وہ مشکیزہ بنا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے وضو بھی کیا اور پانی بھی پی لیا یعنی آپ ﷺ کی انگلی مبارک کی برکت سے اس مشکیزے سے چشمے جاری ہوئے لیکن پھر بھی اس مشکیزہ کا پانی کم نہیں ہوا۔ حبشی غلام نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کا عقیدہ اور بھی مضبوط ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب آپ واپس چلے جائیے۔ حبشی نے کہا کہ مجھے اپنے آپ سے جدا نہ کریں۔ حتیٰ کہ مجھے اپنے مالک کے گھر کا بھی پتہ نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اس پر ڈالی اور اسے اپنے سینے کے ساتھ لگا کر توجہ اتحادی فرمائی۔ جب حضور ﷺ نے اس سے چادر ہٹائی تو اس کا لے حبشی غلام کا لارنگ تمام بدن سے ختم ہو چکا تھا، اور اس کا چہرہ سفید چمک رہا تھا۔ تمام حالات اس کے بدل گئے۔ آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ آپ کو میرا امر ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔ حبشی غلام اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ وہاں اس کے گاؤں کے پاس اس کا آقا اور اسکے ساتھ کچھ لوگ اسے ڈھونڈنے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ جب اس کے آقا نے اس اونٹنی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اونٹنی بھی وہی ہے، مشکیزہ بھی وہی ہے، صرف آدمی بدلا ہوا ہے، یہ میرا غلام نہیں ہے کیونکہ وہ تو کالا تھا اور یہ تو بالکل سفید اور نورانی چہرہ والا انسان۔ اسکے آقا کو شک ہوا کہ اس کے غلام کو اس شخص نے قتل کیا ہے اور اب اونٹ کو چوری کر کے لے جا رہا ہے۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ اس کو پکڑ لو۔ حبشی سمجھ گیا کہ میرے آقا نے مجھے نہیں پہچانا تو یہ بھی اپنے لئے فکر مند ہوا اور آواز لگائی ”کہ میں وہی کالا حبشی غلام ہوں“۔ تو گاؤں کے لوگوں نے اس کی آواز سے اس کو پہچان لیا۔ حبشی غلام نے تمام واقعہ ان کے سامنے بیان کیا، تو حبشی نے اپنے آقا اور گاؤں کے تمام لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور سب کے سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔<sup>1</sup>

**فائدہ:** اس واقعہ سے آپ ﷺ کا علم غیب عطائی بھی ثابت ہوا اور توجہ اتحادی بھی ثابت ہوئی جیسا کہ اس کی تفصیل بیان

ہو گئی۔

<sup>1</sup> (التجلیات الرحمانیہ فی معادن الحقائق الاسلامیہ ج ۱ ص ۳۱۶)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

توجہ کے بارے میں ابو الزہراء اولیس بن عبد اللہ المجتبیٰ الحسینی لکھتے ہیں :

### کیفیت التوجہ الی اللطائف والمقامات

(لطائف اور مقامات کی طرف توجہ کی کیفیت)

مشائخ کا مریدین پر توجہ کے ذریعے ان کی استعداد کو بڑھانا

اعلم ان مشائخنا یتوجہون " اولاً : علی اللطائف وطریقة التوجہ أن يجعل الشيخ قلبه حذاء قلب الطالب ملتجئاً الى حضرة الحق ومستمداً من ارواح مشائخ الطريقة ویصرف همته للاقاء أنوار الذکر التي وصلت الى قلبه لتصل الى قلب الطالب حسب استعدادہ ویتوجہ الی جمیع اللطائف مثل ذلک۔

**ترجمہ:** جان لو کہ ہمارے مشائخ توجہ فرماتے ہیں، سب سے پہلے مشائخ کی توجہ لطائف پر ہوتی ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو طالب (مرید) کے قلب کی طرف کر کے اس حال میں کہ شیخ بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ سے التجا کرنے والا ہو اور مشائخ طریقت کی ارواح سے استمداد لینے والا ہو اور اپنی ہمت کو صرف کرے ذکر کے انوار کے القاء کیلئے جو اس کے سینے سے پہنچتی ہے مرید کے قلب کی طرف، اس کی استعداد کے موافق، اسی طرح تمام لطائف کی طرف توجہ کرے۔

و کذلک یتوجہ فی اى مقام من مقامات السلوک وینبغى اولاً أن ینصبغ بأنوار ذلک المقام و کیفیاتہ ثم یلقیہا بصرف همته التوبۃ الی زیادۃ باطن الطالب۔ و کذلک یتوجہ الشیخ الی المراقبۃ کل نوع منها بحسبہ ویتوجہ کذلک لحصول نسبۃ الجمعیۃ وحضور القلب۔

**ترجمہ:** اسی طرح شیخ توجہ کرے گاسلوک کے مقامات میں سے کسی مقام میں، مناسب ہے کہ اول رنگ دے اس مقام کو انوار کے ساتھ اور اسکی کیفیت کے ساتھ، پھر یہ کثرت توبہ کی القاء کرے اپنی ہمت کو صرف کرتے ہوئے طالب کے باطن پر، اور اسی طرح شیخ توجہ کرے گامراقبہ کی طرف اسکی ہر اک قسم سے اندازے کے مطابق اور اسی طرح توجہ کرے گاتا کہ نسبتی جمعیت اور اسے حضور قلب حاصل ہو جائے۔

و جمعیۃ القلب عبارة عن زوال الخطرات والحضور عبارة عن توجہ قلب الطالب الی الحق فإن حصلت له نسبۃ الجمعیۃ والحضور توجہ الیہ لحصول الجذب الی الفوق فإن حصل له ذلک وظهرت له الانوار التي علامتها توجہ القلب الی اصلہ فوق العرش و کذلک تصل کل لطیفۃ الی اصلہا أو یحصل له جذب ببرکۃ توجہ الشیخ الکامل وحصول السرعة فی سیر السالک یكون من دوام استنفاعہ بالاذکار والانتقاع عن الخلق ودوام التوجہ الی اللہ ومن کثرة توجہات الشیخ الکامل ومن قوۃ استعداد المرید۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** جمعیت قلب عبارت ہے خطرات (وسواس) کو زائل کرنے سے اور حضور عبارت ہے طالب کے قلب کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اگر اس کو نسبت جمعیت اور حضور حاصل ہو جائے تو یہ حصول جذب کیلئے فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس جب اس کو یہ حاصل ہو جائیں اور ظاہر ہو جائیں اس فوق کی نشانیاں اور انوارات تو پھر قلب متوجہ ہو جاتا ہے اپنی اصل کی طرف جو فوق العرش ہے اسی طرح ہر ایک لطیفہ اپنے اصل کی طرف پہنچتا ہے یا اسکو جذب حاصل ہوتا ہے شیخ کامل کی توجہ کی برکت سے، اور سالک کے سلوک میں سرعت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اذکار سے ہمیشہ نفع طلب کرتا رہے اور مخلوق خدا سے انقطاع تعلق رکھے و اللہ کی طرف ہیئگی کے ساتھ تعلق رکھے یا اسی طرح سیر السلوک میں اس کو تیزی شیخ کامل کی کثرت توجہات اور مرید کی استعداد کی قوت سے بھی ملتی ہے۔<sup>1</sup>

### اکابرین طریقہ نقشبندیہ کا طریقہ تصرف

الشیخ حسین بن علی الکاشفی المعروف بالواعظ الہروی لکھتے ہیں:

ان في طريقة اکابر النقشبندية تصرفاً بأن يتوجه المرشد بقلبه إلى باطن الطالب ويحصل لباطن الطالب إرتباط وإتصال بقلب المرشد من طريق هذا التوجه، ويقع اتحاد بين قلبه وبين باطن هذا الطالب بواسطة ذلك الارتباط والاتصال، وتشرق في قلب الطالب اشعة من شمس قلبه بطريق الإنعكاس۔ وتلك الصفة ناشئة عن استعداد المشائخ، ظهرت في مرآة استعداد الطالب بطريق الإنعكاس۔

اکابرین طریقہ نقشبندیہ مبارکہ کا طریقہ تصرف یوں ہے (یعنی اللہ جل و علا شانہ نے انہیں تصرفاتِ کاملہ سے نوازا ہوا ہوتا ہے) کہ مرشد مبارک اپنے قلب سے طالب کے باطن کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (طالب سے مراد مرید ہے) تو مرشد کے قلب سے اس توجہ کی برکت کی وجہ سے مرید کے باطن کو ایک ربط و اتصال حاصل ہو جاتا ہے، اور اس ارتباط اور اتصال کے ذریعے شیخ کے قلب اور مرید کے باطن کے درمیان ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور شیخ کی توجہ کی برکت سے مرید کے سینے میں بطریقہ انعکاس ایک چنگاری بھڑک اٹھتی ہے۔ اور مشائخ کرام کی استعداد سے یہ نایاب صفت مبارکہ مرید کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اور مرید کے سینے میں یہ صفت بطریقہ انعکاس اس (مرید) کی استعداد کے مطابق آئینہ کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (الاشارات السنیة لسالکی الطريقة النقشبندیة ص ۶۸)

<sup>2</sup> (رشحات عین الحیات، ص ۳۳۱)

## (۶) ہام نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور توجہ کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے اور پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور خدا کے اسم ذات کی ضرب اس کے دل پر لگائے اور یہ خیال کرے کہ موجودہ ذکر کی کیفیت میری وجہ سے اس کو حاصل ہو رہی ہے اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت کر رہا ہے اور یہ ضربیں ایک سو ایک بار ہونی چاہیئے تاکہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے بعد ازیں جو ذکر اس کی حیثیت کے مطابق ہو اس کو دینا چاہیئے اور مرید کو مرشد کے بتائے ہوئے اشغال میں مشغول ہونا اور باطنی اسرار کو چھپانا چاہیئے تاکہ انوار و اسرار اس کو حاصل ہو جائیں۔<sup>1</sup>

### مشائخ کے تصرفات اور توجہ کا طریقہ:

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس القاء مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے ان شاء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوگی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد ہر لطیفہ پر تدریجاً توجہ کرے اور اس طرح انوار مراقبات و لطائف کے القاء میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔<sup>2</sup>

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کا اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو

اپنے مریدین کی تربیت کے لئے خصوصی توجہات کی درخواست

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ اپنے مکتوبات میں مکتوب نمبر ۳ میں

فرماتے ہیں:

عرض داشت آنکہ یار آل کہ این حبانہ وہم چسین یاران آنجبائے ہر کدام بامقام محسوس اند طریق برآوردن آنہا از آن مقامات متعسرست آن قدر قدرت کہ مناسب آن مقام ست در خود نمی یابد حق سبحانہ ببرکت توجہات علیہ حضرت ایشان ترقی بخشد۔

<sup>1</sup> (کلیات امدادیہ ص ۲ و ص ۵۴)

<sup>2</sup> (کلیات امدادیہ ص ۵۴)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** گزارش ہے کہ وہ ساتھی جو یہاں ہے اور ایسے ہی وہاں کے ساتھی ہر کوئی کسی ناکسی مقام پر رکا ہوا ہے ان کو ان مقامات سے باہر نکالنے کا طریقہ مشکل ہے یہ فقیر اپنے اندر اس قدر قدرت نہیں پاتا جو اس مقام کے مناسب ہے اللہ تعالیٰ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے انہیں ترقی بخشنے۔

**شرح:** حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے یاران طریقت کے باطنی حالات کا تجزیہ اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ احباب جو یہاں سرہند شریف میں زیر تربیت ہیں اور وہ یار جو آپ نے دہلی سے بندہ کی تربیت میں سلوک طے کرنے کیلئے بھیجے ہیں وہ کسی ناکسی خاص مقام پر پہنچ کر رکے ہوئے ہیں اور آگے ترقی نہیں کر رہے یہ فقیر بھی (ابھی تک) اپنے اندر اتنی ہمت اور وسعت نہیں پاتا کہ انہیں اس مشکل سے نکال سکے۔ اس لئے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے انہیں ترقی عطا فرمائے۔ یاران اینجا سے مراد صوفیائے سرہند شریف اور آپ کے خاص و خدام ہیں یاران آنجا سے مراد صوفیائے دہلی شریف اور وہ خاص خدام ہیں جو حضرت خواجہ قدس سرہ نے منازل سلوک طے کرنے کیلئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے زیر تربیت رہنے کیلئے بھیجے ہوئے تھے۔ یار فارسی زبان کا لفظ ہے جو دوست، خلیل، محب اور محبوب کے معنی میں مستعمل ہے۔ اصطلاح طریقت میں مرید یا پیرو بھائی کو یار کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے متقین کے باہمی اخلاص و تعلق پر بھی یہ لفظ صادق آسکتا ہے۔

الْأَخْلَآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ۶۷)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔  
اور حدیث مبارکہ: **این المتحابون بجلالی**<sup>1</sup>۔ بھی اسی مفہوم کی غماز ہے۔

### سالکین کی تین اقسام:

منازل سلوک میں سیر کرنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

واقفین      راجعین      سابقین

### واقفین

اثنائے سلوک میں کسی مقام پر تھوڑی دیر کیلئے رک جانے والوں کو واقفین کہا جاتا ہے۔

<sup>1</sup> (ترمذی ص ۶۲ ج ۲)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

### راجعین

وہ سالک جو زیادہ دیر تک کسی مقام میں رکے رہیں اور ترقی نہ کریں انہیں راجعین کہا جاتا ہے۔ یہ مقام خطرے سے خالی نہیں زیادہ دیر رکے رہنے سے رجعت واقع ہو جاتی ہے اور سالک تنزل کا شکار ہو کر اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔

### سابقین

وہ خوش نصیب سالکین جو رحمت خداوندی سے ہر آن ترقی پذیر ہوتے رہیں اور قرب و وصل کے مقام تک جا پہنچیں۔ سابقین کہلاتے ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (۱۰) أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (الواقعة ۱۱)

(اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرب بارگاہ ہیں) میں ایسے ہی حال و مقام کی طرف اشارہ ہے۔  
**دلیل نمبر ۱:** حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں اپنے احباب کی دو حالتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض ساتھی واقفین ہیں اور بعض سابقین ہیں لیکن ہمارے ساتھی راجعین کے زمرے میں نہیں آتے۔ **والحمد لله علی ذالک۔**  
 آپ قدس سرہ نے احباب کی باطنی تکمیل کے بارے میں جو اپنے عجز کا اظہار فرمایا ہے یہ آپ کی کسر نفسی ہے یا ثنائے سلوک میں ہونے کی وجہ سے اپنی ہمت صرف کرنے کی بجائے اپنے شیخ کی توجہ کو زیادہ موثر اور مفید سمجھ کر یہ عرضداشت پیش کی ہے۔

### توجہ شیخ کیا ہے۔۔۔۔۔؟

شیخ کا اپنی قوت ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے۔

سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کیلئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القا کرتا ہے اس کو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

### توجہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے

توجہ کے اس مفہوم کی قرآن و حدیث سے تائید ہوتی ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ اولاد کیلئے اصلاح احوال کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ (یوسف ۹)

کہ تمہارے باپ کا چہرہ (رخ) صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔

یہاں صالحیت سے مراد اصلاح دینیہ بھی ہے اور دنیویہ بھی۔ (فافہم)

دوسری جگہ ارشاد قرآنی ہے:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الأنفال ۱۲)

جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔

یعنی ان کی ہمت بڑھاؤ، فرشتوں کا ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی ہمت بڑھانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت اور جذبہ القاء کریں کہ وہ کفار کے مقابلے میں مضبوطی دکھائیں اور ڈٹ کر لڑیں، یہ عمل بھی توجہ ہی کہلائے گا۔

اسی طرح پہلی وحی کے نزول کے وقت غار حراء میں جبریل امین علیہ السلام کا حضور سرور عالم ﷺ کو سینے سے لگا کر دبانہ قوت توجہ اور صرف ہمت کا واضح ثبوت ہے۔

**حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کو سینے سے لگا کر دبانہ بھی دراصل توجہ ہی تھی**

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

**فَغَطَنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ<sup>1</sup>**

یعنی جبریل علیہ السلام نے مجھ (ﷺ) کو دبایا یہاں تک کہ مجھے مشقت پہنچی۔

اس حدیث کی شرح میں عارف کامل حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

**فيه دليل على ان اتصال جرم الغاط بالمغط وضمه اليه تحدث به في الباطن قوة نورية۔**

یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جس کو دبایا گیا ہے تو یہ اتصال حصول فیض کا ایک طریقہ ہے جس سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے۔

<sup>1</sup> (بخاری ص ۲ ج ۱)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

ایک ولی اللہ کی توجہ سے چرواہے کا علماء و فقہاء کو بیان مسائل میں پیچھے چھوڑ دینا آگے چل کر لکھتے ہیں:

وقد وجد ذلك اهل الميراث من اهل الصوفية المتبعين المحققين حتى لقد حكي عن بعض فضلائهم انه اتاه ناس يتكدون عليه فابى عن اجابتهم وكان بحضرته رجل من العوام راعى غنم فدعاه الشيخ فضمه اليه ثم قال له اجب هؤلاء عما سئلوا عنه فاجاب الرجل وابلغ في الجواب ثم اعرضوا عليه مسائل فبكى يفصل ويمنع ويجيز حتى قطع من حضره من الفقهاء في البحث ثم دعاه الشيخ فضمه اليه فاذا هو قد رجع الى حاله اولاً لا يعرف شيئاً فقال له رجل يا ايها السيدان الفقراء اذا هو اشينا لا ير جعون فيه فقال له نعم هو كذلك ولكن ليس لك نسبة في ذلك الشأن ثم بشره بخير وكان كذلك۔

**ترجمہ:** فیض کا جو فیضان ہے یہ میراث ہے ان صوفیاء محققین کرام کیلئے جو آپ ﷺ مبارک کی کامل تابعداری کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض علماء نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک اللہ والے کے پاس کچھ علماء (اہل ظاہر) آئے اور ان پر اعتراضات اور سوالات کرنے لگے تو اس اللہ کے ولی نے جواب دینے سے انکار کیا تو ان کی مجلس میں ایک عام آدمی جو کہ بھیڑ بکریوں کا چرواہا تھا اس اللہ والے نے اسے بلوایا اور اسے اپنے سینے سے لگایا (اور توجہ اتحادی اس کی طرف کی) پھر اس اللہ والے نے کہا کہ ان لوگوں کو جواب دو تو اس چرواہے نے ان لوگوں کو جواب دیئے جو انہوں نے سوالات کیے تھے اور حق جواب دیئے پھر انہوں نے کچھ مسائل پیش کئے تو کسی میں تفصیل بیان کی تو کسی میں ممنوعیت بیان کی اور کسی میں اجازت دی۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے فقہاء بحث کرنے میں خاموش کھڑے رہ گئے پھر اس اللہ والے نے اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ شخص پہلے کی طرح چرواہا بن گیا جو کچھ نہیں جانتا تھا، تو اس چرواہے نے کہا کہ اے اللہ کے ولی! اے سید! اللہ والے جب کوئی چیز کسی کو عطا کر دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بالکل ایسا ہی ہے لیکن تو اس کا اہل نہیں ہے پھر اس اللہ والے نے اسے خیر کی بشارت دی۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (بہجة النفوس ص ۱۶ ج ۱ ادار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

رسول اللہ ﷺ کا بذریعہ توجہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال و کیفیات بدلنا

اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام کا حضرت سیدنا عمر، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت سیدنا معاذ بن جبل، حضرت ابو محذورہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑ کر، سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر سے ناف تک ہاتھ پھیر کر، نظر خاص فرما کر توجہ کے ذریعہ احوال و کیفیات بدل دینا تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔<sup>1</sup>

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا توجہ و تصرفات سے لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کرنا

اسی طرح اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی توجہات اور تصرفات سے بیشار انسانوں کے دلوں اور دماغوں میں انقلاب پیدا ہونا، توبہ کی توفیق ملنا اور فیض ولایت حاصل ہونا بھی تسلسل کے ساتھ ثابت ہے جس سے کسی بھی اہل عقل و فہم کو انکار نہیں ہو سکتا۔

**دلیل نمبر ۲:** شیخ کی توجہ کیلئے طالب اور مرید کے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے اس لئے یہ اعتراض بے جا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابو طالب وغیرہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کی توجہات حکمت خداوندی کے تابع ہوتی ہیں کیونکہ ہدایت اور ضلالت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا (البقرة ۲۶)

اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے۔

**اقسام توجہ:**

صوفیائے کرام نے توجہ و تصرف کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں سے تین اقسام زیادہ معروف ہیں۔

**۱۔ توجہ انعکاسی**

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پر توپڑنا یا اہل مجلس کا عطر وغیرہ کی خوشبو پانا انعکاسی توجہ کے مشابہ ہے۔ یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے اس قسم کا اثر بھی تھوڑی دیر کیلئے ہوتا ہے اسلئے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں۔

<sup>1</sup> (مستدرک ص ۸۳ ج ۳، مجمع الزوائد ص ۲۸ ج ۹، مسند احمد ص ۱۲۹ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۲۹ ج ۲، مسند احمد ص ۸ ج ۵، ابن ماجہ ص ۵۲)

## ۲۔ توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے (چراغ) میں بتی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا۔ یہ تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ پہنچے مثلاً آندھی، بارش وغیرہ تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے یہ توجہ کسی حد تک مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس لئے مرید کو مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

## ۳۔ توجہ اتحادی:

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القاء کر دیتا ہے اس طرح کہ دونوں روحیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نانباتی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنادیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔

خواجہ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی توجہ اتحادی سے نانباتی کا اُن جیسا بن جانا

## حکایت نمبر ۱:

از حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ منقول است کہ روز در خانہ ایشان چند کس مہمان شدند، و ما حاضر موجود نبود او وقت۔ حضرت خواجہ در فکر ضیافت مہمانان مشوش شدہ در تلاش ما حاضر شدند اتفاقاً نانوائی متصل بحانہ ایشان دکان داشت برین تشویش مطلع شدہ یک قرص نان خوب پختہ بانہاری مکلف و مرغن بخدمت ایشان آورد و وقت ایشان باین سلوک او بسیار خوش شد فرمودند بخواہ چہ می خواہی، او عرض کرد کہ مرا مثل خود سازید فرمودند تحمل این حالات نمی توانی کرد چیزے دیگر بخواہ او بر ہمیں سوال اصرار داشت و خواجہ اعراض می فرمودند، تا آنکہ لہجہ او بسیار شدنا چپار اور اوراد رحبہ بردند تاثیر اتحادی بروے کردند چون از حجبہ برآمدند در میان خواجہ و در میان نانوائی در صورت و شکل ہیچ فرق نمائندہ بود و مردم را امتیاز مشکل افتاد، این قدر بود کہ حضرت خواجہ ہشیار بودند، و آن نانوائی مدہوش و بے خود، آخر بعد سہ روز در ہمیں حالت سکر و بے ہوشی قضا کرد، و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ ایک دن ان کے ہاں چند مہمان آئے اور حاضر موجود نہیں تھا۔ مہمان نوازی کی فکر میں انہیں پریشانی لاحق ہوئی، ضیافت کے سامان کیلئے باہر نکلے، اتفاقاً آپ کے مکان سے متصل نانابائی کی دکان تھی وہ اس تشویش پر مطلع ہوا تو اس نے روٹی اور سالن تیار کر کے خدمت میں پیش کیا۔ انہیں اس حسن سلوک سے بہت خوشی ہوئی حتیٰ کہ اس کو فرمایا مانگ جو مانگنا چاہتا ہے۔ نانابائی نے اپنی سمجھ کے مطابق عرض کیا ”مجھے اپنے جیسا بنادیں“۔ آپ نے فرمایا تو اس حالت کا متحمل نہیں ہو سکتا کوئی دوسری چیز طلب کر۔ اس نے اسی مطالبہ پر اصرار کیا اور آپ اس سے اعراض فرماتے رہے، جب اس کی لجاجت اور اصرار زیادہ ہوا تو آپ ناچار نانابائی کو حجرہ میں لے گئے اور اس پر توجہ اتحادی فرمائی، جب وہ حجرہ سے باہر آئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ اور نانابائی کے درمیان شکل و صورت میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا اور لوگوں کو ان کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو چکا تھا۔ صرف اتنا فرق محسوس ہوتا تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ حالتِ ہوش میں تھے اور وہ نانابائی مدہوش اور بے خود تھا۔ بالآخر تین دن کے بعد اسی حالتِ سُکرو مدہوشی میں انتقال کر گیا۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔<sup>1</sup>

**شیخ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ اتحادی سے نوجوان لڑکے کا ان کا ہم شکل ہو جانا اور چالیس دن**

**بعد وفات پا جانا**

**حکایت نمبر ۲:**

الشیخ محمد امین الکردی الاربلی الشافعی مذهباً التقشبدی مشرباً الشیخ علی الرامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

أن احد السادات جاء يوماً لزيارته قدس سره ولم يكن عنده شيء يكرم به ضيفه أصلاً فجلس معه وهو مهتم لذلك فما لبث ان جاءه أحد مردييه وكان أبوه طباحاً بقصعة من ثريد فوضعها بين يدي الشيخ ثم وقف بالذل والانكسار وقال له اني صنعت هذه على اسمك۔ فأرجو أن تتقبلها فتهلل وجه الشيخ قدس سره سروراً بصدق خدمته وانكساره وأكل هو وضيفه منها ثم لما انصرف نادي الغلام وقال له بارك الله لك في رزقك وتقبل هديتك أطلب مني ما تحب فانه يحصل لك ان شاء الله تعالى وكانت همة الغلام عالية جداً فقال له ان أقصى مرادى ان أكون مثلك صورة وسيرة فقال الشيخ هذا أمر صعب لا تطيقه فقال لا أريد غيره فأخذ الشيخ بيده وأدخله الى خلوته وتوجه اليه بكليته وتفضل عليه بعلی همته فبعد ساعة خرج الغلام وقد صار كالشيخ صورة وسيرة لا يقدر أحد أن يميز بينهما وعاش أربعين يوماً وقيل أقل ثم انتقل الى رحمة الله عز وجل۔

**ترجمہ:** کہ سادات میں سے ایک شخص الشیخ علی الرامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لے کر آئے اور آپ کے پاس کوئی چیز بھی نہ تھی کہ مہمان کی ضیافت کر سکیں۔ وہ مہمان آپ کے پاس بیٹھے اور آپ بہت زیادہ پریشان تھے کہ

<sup>1</sup>(تفسیر عزیزی، سورۃ علق، ج ۲، ص ۱۲۲)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

ان کی ضیافت کیسے کی جاسکے، کچھ دیر بعد آپ کے مریدین میں سے ایک شخص شریڈ لے کر آیا جس کا باپ نان بابائی تھا، اور شیخ کے سامنے رکھا اور انکساری کے ساتھ کھڑا رہا۔ اور کہنے لگا کہ یہ سب کا سب میں نے آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے، میں آپ کی بارگاہِ اقدس سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ آپ اسے قبول فرمائیں۔ پس شیخ مبارک کا چہرہ اس کے صدقِ خدمت اور انکساری کی وجہ سے اور بہت زیادہ خوشی کی وجہ سے چمکنے لگا۔ تو شیخ مبارک اور مہمان نے اُس سے کھالیا۔ جب مہمان چلا گیا تو شیخ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس نوجوان لڑکے کو بلوایا اور اُسے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت ڈالے اور آپ کے اس تحفے کو قبول فرمائے، اب آپ کو جو چیز بھی چاہیے تو مجھ سے طلب کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ چیز میں آپ کو دے دوں گا۔ اور وہ لڑکا عالی ہمت رکھنے والوں میں سے تھا، تو اس نوجوان لڑکے نے کہا کہ میرا نہایت مُراد یہ ہے کہ میں آپ کی طرح صورت اور سیرت میں بن جاؤں۔ پس شیخ نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے، تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس اس نوجوان لڑکے نے کہا کہ اس کے سوا میں کسی اور چیز کی ارادت نہیں رکھتا ہوں۔ پس شیخ نے اُسے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ساتھ خلوت میں اُسے داخل فرمایا۔ اور اُس کی طرف کُلی توجہ کرنے لگے اور اپنی عالی ہمت سے اُن کے اوپر فیضان کرنے لگے۔ پس کچھ دیر بعد وہ لڑکا نکلا، تحقیق کے ساتھ وہ صورتاً و سیرتاً شیخ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثل بن چکا تھا۔ کسی کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ اُن دونوں کے درمیان میں امتیاز کر سکے۔ چالیس دن وہ زندہ رہا اور کسی نے کہا کہ اس سے کم۔ پھر وہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گیا۔<sup>1</sup>

اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا توجہ کے ذریعے گناہوں کا زائل کرنا اور بیماریوں کا علاج

دلیل نمبر ۳:

اولیائے کرام سے ازالہ گناہ، القائے توبہ، حل مشکلات، سلب امراض اور احیائے اموات کیلئے بھی توجہ ڈالنا ثابت ہے اور یہ معاملہ ان کی کرامات کے زمرے میں آتا ہے۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (المواہب السرمیدیۃ فی مناقب النقشبندیۃ ص ۱۰۱، مطبع السعادیۃ، مصر)

<sup>2</sup> فی طریق التصرف فی باطن المرید ودفع المرض اعلم ان الدخول فی حمل الحملۃ عن الناس لہ طریقان فالطریق الاول انه اذا وقع بالشخص مرض او ابتلی بمعصیۃ فلیتوضأ الشیخ ویصلی رکعتین یتوجہ بالتضرع والانکسار الی اللہ تعالیٰ ویطلب منه ان یطہر المذکور عما عرض لہ ویزیلہ عنہ والطریق الثانی ان یجعل صاحب المرض نفسه ویتبہا مقام صاحب المرض المذکور ویشغل خاطره فی هذا المقام یتوجہ ہمته الی دفع ذلك العارض عنہ والاخذ فی الضمان مکان ذا ایضا فاذا کان الشخص نافع الخلق واشرف علی الموت وکان ذلك قبل نزول حضرة عزرائیل علیہ السلام فانه بعد نزولہ رجوعه خالیاً محال ولا بد من بدل فعد ذلك بقیته مکان اعضائه ویتوجہ ہمته والمدد فی المرض انواع الاول ان یتوجہ ہمته الی رفع ذلك المرض ودفعه عنہ الثانی ان یتحمل ذلك عنہ فی نفسه الثالث ان یتوجہ فی دفع الخواطر المتفرقة عنہ من غیر ان یتعرض لدفع المرض لما فیہ من رفع الدرجات لان المرض موجب لتنقیۃ وتصفیۃ القوى الدماغیۃ وان ذلك النور المطلق البسیط لا تحتمله الموجودات الذی هو مقصود جمیع المکونات والخواطر مانعة لظہور هذا المعنی والتصرف فی طالب

## طریق توجہ:

شیخ مرید کو سامنے بٹھا کر اپنے قلب کو اس کے قلب پر غالب کرے اور خطرہ غیر کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل پر اپنی نسبت القا کرے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں متوجہ ہو جائے جس کو طالب کے دل میں ڈالنا منظور ہو اور اپنی پوری باطنی ہمت کے ساتھ یہ تصور کرے کہ میرے دل سے فیوض و انوار طالب یا مرید کے دل میں سرایت کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ طالب کی قابلیت اور استعداد کے مطابق اس کو فیوض و برکات حاصل ہونگے اسی طرح مرید کے جس لطیفے میں ذکر جاری کرنا مقصود ہو اپنے اسی لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر ہر قسم کے خیال کو دونوں طرف سے روک کر مرید کے دل کو اپنے دل کی طرف کھینچے اور اسم ذات کی ضرب لگائے تاکہ اس توجہ اور ضرب کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش پیدا ہو کر ذکر جاری ہو جائے۔ اسی طرح دیر تک متوجہ رہے اور روزانہ اس عمل کا تکرار جاری رکھے تاکہ توجہ کی تاثیرات راسخ ہو جائیں اور مرید کے دل میں حرارت اور نفی خاطر کی کیفیت پیدا ہو جائے اگر مرید غیر حاضر ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ بھی دی جاسکتی ہے جیسا کہ بعض مشائخ کا معمول منقول ہے۔ صرف ہمت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جمعیت اور یکسوئی رہے اور ارادہ مضبوط رہے تاکہ دل میں اس مراد کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ آسکے۔<sup>1</sup>

## شیخ کے لئے زبانی تربیت کے ساتھ توجہ باطنی کی اہمیت

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(الرجل من یربى بحاله): لا من یربى بمقاله، و اذا جمع بین الحال والقول فهو الرجل الأكمل۔

الحقیقۃً ہکذا ایضاً بان یجلسہ فی مقابلتہ ویقول لہ فرغ نفسک من کل خاطر ثم یتوجہ لرفع الحجاب الظلمانی ثم یتوجہ لرفع الحجاب النورانی و اذا حصلت لہ الغیبة فلا یتوجہ لہ الا اذا حصلت لہ عقدۃ فیز یلہا و الذی ینسب الی شخص من الاحوال الآتیۃ انہ اذا حضرہ اجنبی وحصل فی الخاطر من مقتضیات انفاست لائح من ایمان او صلاۃ او صوم او تحصیل علم دینی یقولون حصل منہ نسبۃ الاسلام و الدیانۃ و نسبۃ العلم والحاصل انہ ظہر بسبب هذا الوصال هذا المعنی و کان وجودہ فی الخاطر من مقتضیات انفاستہ وان ظہر من وصولہ لائح المحبۃ والعشق یقولون ظہر منہ نسبۃ الجذبۃ و فی معرفۃ احوال المیت فانہ یجلس محاذی القبر ویقرأ آیۃ الكرسي وسورۃ الاخلاص اثنتی عشرة مرة ویخلی نفسه من کل خاطر فکل ما لاح لہ بعد ذلک فهو منہ و اذا وقع من المرید سوء ادب فلا ینبغی للشیخ ان یسعی فی سلب حالہ و لکنہ یتوجہ بہمتہ علی الطريق المعہود فی دفع الظلمۃ والکدورۃ عنہ او یامرہ بذكر النفی والاثبات فترفع عنہ تلک الظلمۃ بهذا الطريق بان یلاحظ فی جانب النفی لجميع المحدثات بنظر الفناء و فی جانب الاثبات بنظر البقاء یتصور ذات المعبود الحق بالبقاء۔ (الہجۃ السنیۃ فی آداب الطريقۃ العلیۃ الخالدیۃ النقشبندیۃ، ص ۱۰۶، مکتبۃ الحقیقۃ)

<sup>1</sup> (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۳ ص ۶ تا ۷ ص ۷)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو تنہا باتوں ہی سے تربیت کرے اور جو شخص حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیت کرتا ہو اور زبان سے بھی، روک ٹوک کرنا، نصیحت کرنا، علوم و معارف بیان کرتا رہتا ہو) وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔<sup>1</sup>

**اگر تمام عبادات ایک قطرہ ہیں تو کسی کے دل میں سرور داخل کرنا سمندر ہے**

سراج السالکین سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

**ادخال السرور فی قلب المؤمن کالبحر وسائر العبادات کالقطر۔**

”مومن کے دل میں سرور (اس سے مراد توجہ باطنی ہے جس کے ذریعے انسان کو سرور اور باطنی امراض سے نجات نصیب ہوتی ہے) داخل کرنا سمندر کی طرح ہے اور دیگر عبادات قطرے کی طرح ہیں۔“<sup>2</sup>

حضرت سیدنا شیخ المشائخ میر برہان شیخ الشیوخ امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں، جب بزرگ والدین نقشبند سرتاج اولیاء بہاء الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ پر توجہ کی تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت جذب و سکر میں رہتے لوگوں سے قطع تعلق ہو گئے اور کسی کے پاس آرام و سکون نہ ملتا۔<sup>3</sup>

وہم ایشان (حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ) فرمودند کہ:  
خواجہ بزرگ (بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) را در خواب دیدم کہ در من تصرف  
کردند و من بیخود بینفٹادم، چون باخود آمدم، خواب از من گزشتہ بودند، خواستم کہ در عقب بروم، پیرہائے  
من در ہم منی پیچید، بہ محنت بسیار بہ خواب رسیدم، فرمودند کہ مبارکباد۔

**ترجمہ:** حضرت سیدنا شیخ کبیر خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار (امام طریقہ بہاء الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ پر توجہ تصرف فرمائی جس سے میں بیخود ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ تشریف لے گئے تھے، میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں۔ لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔<sup>4</sup>

وہمء مریدان البواقر چنان بودند کہ ایشان رانصرہای عظیم بود، و ہر دوا زوی حکایت کردی۔

<sup>1</sup> (البرہان المؤید، آداب الذکر، ص، ۴۳، مکتبۃ المعارف، بیروت)

<sup>2</sup> (مکتوبات اشرفی/بہارِ ایلہیشن، ص: ۲۳۹)

<sup>3</sup> (خزینۃ الاصفیاء، ص، ۷۲)

<sup>4</sup> (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۲۱۶، مرکز بخش: انشراح علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاه، تہران، نفحات الانس ص ۴۴)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ کا کا ابو الفقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بستی کے حالات میں ابو قصر کے سب مرید ایسے تھے

کہ نعرے بڑے مارا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں اپنے پیر کی حکایات بیان کرتے تھے۔<sup>1</sup>

**مشائخ کرام کا اپنے ہم عصر اولیاء کو توجہ لینے کی طرف راغب کرنا**

اسی طرح حضرت العلامة شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہ غلام محمد خان صدر یافتہ در بیان استفسار حالات معہ امر بتوجہ گرفتن ازین جامع مکتبہ نالائق کار و دیگر نوازشات در بارہ این ناہنجار: خان صاحب عالی مراتب غلام محمد خان سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر غلام علی عفی عنہ بعد سلام اشتیاق معلوم نمایند دیر است کہ ورود عنایت نامہ مسرت رسان نگر دیدہ امید کہ بہ تحریر احوال خود شاد کام فرمودہ باشند درین ولایت صاحب جامع کمالات حضرت رؤف احمد صاحب عنایت الہی طریقہ از فقیر گرفتہ اجازت یافتہ اند مناسب آن نمود کہ ایشان دران ضلع الفت دارند و طریقہ را رواج بخشند و شمارا اگر فرصت باشد از ایشان توجہ بگیرند بس مناسب است اللہ تعالیٰ بین قدم ایشان دران ضلع برکت و آبادی کرامت فرماید والسلام۔<sup>2</sup>

**ترجمہ:** ”غلام محمد خان (صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں تحریر فرمایا، حالات کے استفسار، نیز اس جامع مکتبہ، نکلے (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے توجہ لینے کا حکم فرمانے اور اس ناچیز پر دیگر نوازشوں کے بیان میں: (بسم اللہ الرحمن الرحیم) عالی مراتب خان صاحب غلام محمد خان سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر غلام علی عفی عنہ سے شوق بھرے سلام کے بعد معلوم فرمائیں کہ مدت سے آپ کا مسرت رسا عنایت نامہ نہیں آیا۔ امید ہے کہ اپنے احوال لکھ کر خوش کریں گے۔ اس ملک میں کمالات کے جامع حضرت رؤف احمد صاحب نے عنایت الہی سے اس فقیر سے طریقت کی اجازت حاصل کی ہے۔ یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ اس ضلع میں الفت رکھتے ہیں، اور وہاں اس طریقے کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو اگر فرصت ہے تو ان سے توجہ حاصل کریں، بس مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قدم مبارک سے اس ضلع کو برکت اور آبادی کرامت فرمائے۔ والسلام۔“

<sup>1</sup> (نفحات الانس من حضرات القدس، ص ۳۴۳، مرکز پخش: انشورات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاه تہران، نفحات الانس ص 369)

<sup>2</sup> (مکاتب شریفہ، مکتوب بیست و ہفتم، صفحہ ۷۷)

(۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

پیر توجہ کی توجہ بھی دراصل شیخ کی ہی توجہ ہے

اسی طرح حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بجناب شاہ عبد اللطیف در ترغیب افنادہ نمودن ازین ہیچمدان کہ فی الحقیقۃ فیض حضرت ایشان است: بخدمت شریف شاہ صاحب والا مناقب حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب معروف بمیاں ننھے صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام نیاز گزارش مینماید عنایت نامہ ورود مسعود مسرت بخشید با این ہمہ الطاف سلامت باشند یاد آوری بزرگان خوردان را موجب سعادت ایشان است امید کہ بدعای خیر حسن خاتمہ و دوام عافیت و سلامت ایمان و مغفرت مدد فرما باشند حضرت میان رؤف احمد پیرزادہ سلمہ اللہ تعالیٰ ازین فقیر طریقہ گرفت بشغل و مراقبہ فیض حاصل کردہ احبازت یافتہ اند تاثیر در صحبت و توجہ ایشان اللہ تعالیٰ عنایت فرمودہ است فالحمد للہ علی ذلک ایشان را آنجب فرستادہ شدہ تاہر کہ خواہد از ایشان استفادہ نمایند اللہ تعالیٰ آنچہ گمان بندہ در حق ایشان است صادق فرماید آمین والسلام۔<sup>1</sup>

ترجمہ: ”جناب شاہ عبد اللطیف (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اس نادان (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے استفادہ کرنے کی ترغیب میں، جو دراصل حضرت اقدس ہی کا فیض ہے: (بسم اللہ الرحمن الرحیم) بلند مناقب شاہ صاحب، حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب، معروف میاں ننھے صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت شریف میں سلام نیاز کے بعد التماس ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کے ورود مسعود خط پہنچنے نے مسرت بخشی۔ ان تمام مہربانیوں کے ساتھ سلامت رہیں۔ بزرگوں کا چھوٹوں کو یاد فرمانا، ان کی سعادت کا ذریعہ ہے۔ امید ہے کہ خاتمہ بالخیر، ہمیشہ کی عافیت، ایمان کی سلامتی اور بخشش کی دعائے خیر کے ساتھ مدد فرماتے رہیں گے۔ پیرزادہ حضرت رؤف احمد سلمہم اللہ تعالیٰ نے اس فقیر سے طریقہ سیکھ کر شغل و مراقبہ حاصل کر کے اجازت (کی سعادت) پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت و توجہ میں تاثیر عنایت فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ انہیں اس جگہ بھیجا گیا ہے تاکہ جو بھی چاہے ان سے استفادہ کرے۔ بندہ کے بارے میں جو گمان ہے، اللہ تعالیٰ اسے ان کے حق میں سچ فرمائے۔ آمین۔“

<sup>1</sup> (مکاتب شریفہ، مکتوب سی ام، صفحہ ۳۸)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

توجہ کرنے والا دوام ذکر کے ساتھ انکساری و عاجزی کو لازم پکڑے

اسی طرح حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بقاضی صدور یافت در تقید ذکر و دوام توحہ و انکار و تعمیر اوقات بمراقبات و اذکار:  
قاضی صاحب شمشیر خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر غلام علی عفی عنہ بعد سلام  
نیاز واضح می نماید رقیہ کریمہ رسید مسرت بخشید مندرجہ اش واضح گردید در یاد  
حضرت حق سبحانہ عمر و انفس متبرکہ بگزرانند و ذکر و دوام توحہ و نیاز و انکار لازم گیرند  
و بمراقبہ و تلاوت اوقات خود را معمور دارند مردمان کہ برای توحہ پیش ایشان بیایند باید کہ  
باین فقیر متوجہ شدہ توحہ نمایند و خود را در میان نہ بینند۔ مصرع:

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

والسلام و بدوستان سلام رسانند و تاکید نمایند کہ بر نماز و ذکر و استغفار و درود و تلاوت

مواظبت بکنند۔ بیت:

بسیار دیدہ ام کہ یکی را دو کرد تیغ

شمشیر عشق بین کہ دو کس را یکی کند

آن شمشیر الہی بشمشیر الہی بہ شمشیر محبت خودی را بریدہ اتحادی پیدا می نماید۔<sup>1</sup>

ترجمہ: ”قاضی (شمشیر خان رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا ذکر دوام توجہ اور انکسار کی پابندی اور مراقبات و اذکار سے  
اوقات کو آباد کرنے کے بیان میں: (بسم اللہ الرحمن الرحیم) قاضی صاحب شمشیر خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر غلام  
علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد واضح فرمائیں کہ آپ کا عنایت نامہ ملا، خوشی ہوئی۔ اس کے مندرجات سے آگاہی  
ہوئی۔ حضرت حق سبحانہ کی یاد میں عمر اور مبارک سانسیں گزاریں، ذکر دوام توجہ اور نیاز و انکساری کو لازم پکڑیں۔ اپنے  
اوقات کو مراقبہ اور تلاوت سے لبریز رکھیں۔ جو لوگ توجہ کے لئے آپ کے پاس آئیں چاہیئے کہ اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر  
توجہ کریں اور خود کو درمیان میں نہ دیکھیں۔ مصرع: ہم اور تم کا بہانہ ختم کر دیا گیا ہے۔

والسلام! دوستوں کو سلام پہنچائیں اور تاکید کریں کہ نماز و ذکر، استغفار، درود اور تلاوت کے ہمیشہ پابند رہیں۔

<sup>1</sup> (مکاتب شریفہ، مکتوب چہل و چہارم، صفحہ ۷۵)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**شعر:** میں نے اکثر دیکھا ہے کہ تلوار نے ایک کے دو ٹکڑے کئے لیکن عشق کی تلوار کو دیکھ! جو دو آدمیوں کو ایک بنا دیتی ہے۔ وہ شمشیر الہی محبت کی تلوار سے خودی کو کاٹ کر ایک اتحاد پیدا کر دیتی ہے۔

**حضور و جمعیت، جذبات و واردات اور لطائف و اعمال کی اصلاح میں توجہ کی اہمیت**

اسی طرح حضرت العلامة شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نیز باین جامع مکاتیب صدور یافتہ در تقیید توجہات نمودن بحال مولوی حبیب اللہ صاحب مع نصائح دیگر: حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مولوی حبیب اللہ بخدمت میر سند بحال ایشان توجہات فرمایند تا حضور و جمعیت و جذبات و واردات و تہذیب لطائف و تبدل رذائل بحمایید و تفویض و تسلیم و رضا و مقامات عشرہ صوفیہ حاصل شود و از احوال خود و مستفیدان نوشتہ باشند و از ورد و اہب العطیات سرنیاز و التجب حرکت نکند انت حسبى فلا تکنى الى نفسى طرفۃ عین موطاء امام محمد و سنن ابو داود و ابن ماحب و ترجمہ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ و آنچہ از کتب تحصیل میسر شود در کار است بتوجہ و دعا و ہمت درین وقت پسیری و ضعف مدد فرما باشند جز اکم اللہ خیر الجزاء<sup>1</sup>

**ترجمہ:** ”نیز اس جامع مکتوب (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو تحریر فرمایا، مولوی حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حال پر توجہات کی قید لگانا، معہ دوسری نصیحتوں کے بارے میں: حضرت سلامت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مولوی حبیب اللہ خدمت میں پہنچ رہے ہیں، ان کے حال پر توجہات فرمائیں، تاکہ انہیں حضور و جمعیت، جذبات و واردات، لطائف کی اصلاح، برائیوں کی (نیکیوں میں) تبدیلی ہاتھ لگ جائے اور تسلیم و رضا اور صوفیہ کے مقامات عشرہ حاصل ہو جائیں۔ اپنے اور مستفید ہونے والوں کے حالات لکھ کر بھیجیں اور عطیات بخشنے والے (رب قدوس) کی درگاہ سے سرنیاز اور التجا کو (ادھر ادھر) حرکت نہ دیں (یعنی ہر وقت اس کے حضور سر جھکا کر التجا کرتے رہیں)۔

**انت حسبى فلا تکنى الى نفسى طرفۃ عین۔<sup>2</sup>**

**یعنی:** (اے اللہ!) میرے لئے (تو ہی) کافی ہے، پس تو مجھے پلک جھپکنے کی دیر تک بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔

آپ توجہ، دعا اور ہمت سے اس بڑھاپے اور ضعف کے وقت میں (میری) مدد فرماتے رہیں۔ جز اکم اللہ خیر الجزاء۔

<sup>1</sup> (مکاتیب شریفہ، مکتوب ہشاد و سیوم، صفحہ ۱۰۷)

<sup>2</sup> (مظہر جمال مصطفائی ۳۱۳)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اجازتِ توجہ کے لئے عالمِ امر و عالمِ خلق کا طے کرنا ضروری امر ہے

اسی طرح حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہ سید احمد بغدادی در جواب عریضہ ایشان معہ احوال خانقاہ عرش  
 اشتباہ و طریقہ توحہ نمودن و بیان مقام احبازت طالبان: بخدمت شریف سیادت  
 و منقبت مرتبت صاحبزادہ عالی نسب حضرت سید احمد بغدادی صاحب سلمہ اللہ  
 تعالیٰ بعد سلام مسنون و دعای برآمد مطالب ترقی در حبات واضح می نماید الحمد للہ کہ فقیر  
 بعنایت الہی سجانہ بخیریت است و شب و روز بحلقہ و مراقبہ باتباع پیران کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم  
 اوقات خوش دارد و طالبان گاہی صد و ہفتاد گاہی ازان کم بالفعل صد و چہل باشند می باشند  
 درین کثرت توحہ کم میشود لیک می گویند ما را فائدہ می شد اگر سی کس بنوبت بیایند توحہ  
 جذب و حضور و واردات حاصل شود بسیار بایہ ناگفتہ است و آنجناب ہم فرمودہ بودند پٹھانان خود را کی  
 کردہ اند و می کنند باکود بد فرمایند در عمر ہمین بالقای نور و جمعیت و حضور شغل نمودہ ام اللہ تعالیٰ و قبول  
 فرماید و بفضل خود بواسطہ آنجناب و دیگر مردم کہ بعنایت الہی فیضها یافتہ اند طریقہ مرا پایدار و باقی دارد  
 و عنایت نامہ دیروز سید مسرتہا بخشید در آمدن خطوط بسیار خوش میشود شدت انتظار مکرر داشتہ بود  
 الحمد للہ کہ بعنایت الہی بواسطہ تحریر آنجناب رفع شد از ترقیات باطن شریف و مستفیدان  
 نوشتہ باشند ہمت و توحہ بالتجانب حضرت حق سجانہ بواسطہ مشائخ کرام رحمۃ اللہ  
 علیہم و خود را در خیال این فقیر را متخیل نمودہ در ترقی طالبان سعی نمایند ہر گاہ حضور و جمعیت  
 و توحہ و جذبات و واردات لطائف علام امر را در یابد توحہ بر لطیفہ نفس نمایند پس  
 بطائف عالم حلق و دیگر در حبات باید نمود کسی را حضور قلب و لطیفہ نفس حاصل شود قاب  
 احبازت است و آنچہ از تقدیر ملائم و ناملائم ظہور نماید شکر و استغفار لازم شناسند مطالعہ  
 و ملاحظہ بکنند کہ این ناموافق چہا رسیدہ و ازان احترام واجب شناسند حضرت مولوی بشارت اللہ  
 صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ یکال درین بابا بودہ بوطن رفتند (خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاہلین،  
 الاعراف: ۱۹۹) حلق کریم خود نمایند و مراد را دعایا دارند چہ خوش بود کہ در بغداد شریف و آن دیا  
 رباعیت رسیدہ اشاعت طریقہ فرمایند از دوستان سلام و بدوستان سلام رسانند۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** سید احمد بغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب، معہ خانقاہ معلیٰ کے حالات، توجہ کرنے کا طریقہ اور طالبین کی اجازت کے مقام کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیادت اور منقبت مرتبت صاحبزادہ عالی نسب حضرت سید احمد بغدادی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت شریف میں۔  
مسنون سلام اور ترقی درجات کی دعاؤں کے پورا ہونے کے بعد واضح ہو کہ الحمد للہ! فقیر عنایت الہی سبحانہ سے بخیریت ہے اور پیران کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی اتباع میں رات دن کے حلقہ و مراقبہ سے اوقات خوش رکھتا ہے۔ طالبان کبھی سو اور کبھی ستر، کبھی اس سے کم (جو) اس وقت ایک سو چالیس ہیں، ہوتے ہیں۔ اس کثرت میں توجہ کم ہو جاتی ہے، لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہمیں فائدہ ہوتا ہے۔ اگر تیس آدمی باری سے آئیں تو توجہ جذب اور حضور و واردات حاصل ہوتی ہے۔ انہیں بہت کہا ہے اور آنجناب نے بھی فرمایا تھا کہ پٹھانوں نے نافرمانی کی ہے اور کرتے ہیں۔ اپنے ساتھ برائی فرما رہے ہیں۔

زندگی میں یہی نور و جمعیت کا لقاء اور شغل کا حضور (حاصل) کیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنے فضل سے اور آنجناب اور دوسرے لوگوں جنہوں نے عنایت الہی سے فیوضات پائے ہیں اس کے وسیلہ سے میرا طریقہ پائیدار اور باقی رکھے۔

عنایت نامہ کل پہنچا۔ خوشیاں پہنچیں۔ خطوط کے آنے سے بہت خوش ہوتا ہوں، انتظار کی سختی پریشان رکھتی ہے۔ الحمد للہ کہ عنایت الہی سے آنجناب کی تحریر کے ذریعے (پریشانی) رفع ہو گئی۔ باطن شریف کی ترقیوں اور مستفید ہونے والوں کے بارے میں لکھیں۔ حضرت حق سبحانہ کی جناب میں التجا کی ہمت و توجہ سے، مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلہ سے اور خود کو اس فقیر کے خیال میں متصور کر کے طالبین کی ترقی کے لئے سعی کریں۔ جب حضور و جمعیت، توجہ اور عالم امر کے لطائف کے جذبات و واردات ہاتھ لگیں تو لطیفہ نفس پر توجہ کریں۔ پھر عالم خلق کے لطائف اور دوسرے درجات کو (طے) کرنا چاہیے۔ جس آدمی کو حضور قلب اور لطیفہ نفس حاصل ہو جائے، وہ قابل اجازت ہے۔

تقدیر سے مناسب، نامناسب جو کچھ بھی ظاہر ہو، شکر اور استغفار کو لازم سمجھیں۔ مطالعہ اور ملاحظہ کریں کہ یہ نامناسب کیوں پہنچا ہے؟ اور اس سے بچنا واجب سمجھیں۔

حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ ایک سال یہاں رہ کر وطن لوٹ گئے ہیں۔ **خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الاعراف ۱۹۹)** (یعنی آپ درگزر کریں اور بھلائی کا حکم دیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں) کے

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

کریمانہ اخلاق کو اپنی خوبنائیں اور مجھے (اپنی) دعاؤں میں یاد رکھیں۔ کتنا اچھا ہو کہ بغداد شریف اور اس ملک میں عافیت کے ساتھ پہنچ کر طریقہ کی اشاعت فرمائیں۔ دوستوں کی جانب سے سلام (ہو) اور دوستوں کو سلام پہنچائیں۔<sup>1</sup>

نبی کریم ﷺ کی توجہ عالیہ کے ذریعے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوی حافظہ کے مالک اور کم و بیش ۷۵۰۰ احادیث کے راوی بنے

اسی طرح حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کہ آنحضرت ﷺ روزے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ را امر کردند کہ چادر خود را از کن ایشان چادر خود را دراز کردند پس آنحضرت ﷺ بہر دوست مبارک خود سہ نوبت نوری انداختند و فرمودند کہ بر سینہ خود بمال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہچنیں کردند حق تعالیٰ قوت حافظہ چنان ایشان را عطا فرمود کہ ہچنشی از یاد نمیرفت چنانچہ ہفت ہزار و پانصد حدیث از آنحضرت ﷺ روایت کردند پس عرضہ نمودہ شد از یغیا معلوم شد کہ توجہ و ہمت نمودن ہم مروی از پیغمبر ست۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در جواب عرض فرمودند کہ ازیں حدیث القاء مفہوم میشود کہ آنحضرت ﷺ بسینہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کردند لیکن توجہ و ہمت آنحضرت ﷺ از حدیث دیگر ظاہر و باہر ست کہ ابن کعب رضی اللہ عنہ را خطرہ جہالت بدل آمد آنحضرت ﷺ بہت دست مبارک خود را بقلب ایشان زدند فی الحال از قلب ایشان آن خطرہ مرتفع شد و از سینہ آن باطل محو شد و گفت کافی انظر الی اللہ فرقا۔

**ترجمہ:** حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی چادر بچھاؤ۔ انہوں نے اپنی چادر بچھائی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تین دفعہ اس چادر میں نور ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے سینے کے ساتھ لگاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو اپنے سینے سے لگایا تو اللہ جل شانہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی قوت حافظہ عطا فرمائی کہ کوئی چیز آپ سے نہ بھولتی تھی، جیسا کہ ۷۵۰۰ احادیث مبارک انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ توجہ اور ہمت کرنا یہ سب آپ ﷺ سے مروی ہے۔

<sup>1</sup> (مکاتب شریفہ، مکتوب صد و چہارم، صفحہ ۱۰۷)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خط کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے القائے توجہ مفہوم ہوتا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینہ کی طرف فرمایا۔ لیکن آپ ﷺ مبارک سے توجہ اور ہمت دیگر احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ ابن کعب رضی اللہ عنہ کے دل میں جہالت والی بات دل میں آئی تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پہ مارا تو فی الحال ان کے قلب سے وہ خطرہ اور وسوسہ ختم ہوا اور وہ فرمانے لگے کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میرے سینے پہ مارنے سے میرا ایسا حال ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔<sup>1</sup>

**باطنی حالات و کیفیات بغیر کامل توجہ کے حاصل نہیں ہوتے**

**مکتوب چہارم:**

باین بندہ لاشی عفی عنہ صدور یافتہ در جواب عرضی کہ متضمن بعضی از حالات و قلبی بود در بیان حضور بی غیبت مبرا از جہت فوق کہ نسبت نقشبندیہ عبارت از ان است و استہلاک توجہ و مایںاسب ذلک۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حضرت سلامت رقعہ شریفہ رسید بمضامین مندرجہ اش سرور گردانید اللہ تعالیٰ شمارا بمقامات و علوم و معارف آباء کرام رساند در سیر و قلبی تلویحات بسیار پیش می آید این ہمہ از تلویحات مبارک است سعی فرمایند و بجناب الہی سبحانہ التجا نمایند کہ احوال باطن بہ تمسکین رسد و حضوری کہ حضرت حق سبحانہ را بذات مبارک است پر تو آن بر باطن شریف ظہور نماید حضوری غیبت مبرا از جہت فوق کہ متوہم می شود دوام پذیر و شامل جمیع جہات ستہ گردد تا نسبت نقشبندی حاصل شود و از کیفیات و حالات گذشتہ بغیر توجہ تام نقد و وقت نباشد بلکہ آنہم مستلک گردہ و این استہلاک علامت تمامی سیر لطیفہ قلبی است والسلام۔

**ترجمہ:** اس بندہ ناچیز (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا گیا، اس التماس کے جواب میں جو بعض قلبی حالات پر مشتمل تھی۔ بے غیبت حضوری، جو جہت فوق سے پاک ہے جس سے مراد نسبت نقشبندیہ ہے اور توجہ کو نابود کرنے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے کے بیان میں۔

<sup>1</sup> (حجة السالکین فی رد المنکرین، صفحہ ۷۴۶)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حضرت سلامت رہیں۔ (آپ کا) رقعہ شریف ملا۔ اس کے لکھے گئے مضامین نے خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آبائے کرام اسلاف کے مقامات، علوم اور معارف تک پہنچائے، سیر قلبی میں بہت سے مقامات پیش آتے ہیں، یہ سب مقامات (نقحر) ہیں۔ کوشش فرمائیں، اور جناب الہی سبحانہ میں التجا کریں کہ باطنی احوال (مقام) تمکین پر پہنچ جائیں اور حضرت حق سبحانہ کی ذات مبارک کی حضوری کا نور باطن شریف پر ظاہر ہو جائے۔ جہت فوق سے پاک حضور، جس کا وہم ہوتا ہے وہ دوام (ہیشگی) پائے اور سب چھ جہتوں میں شامل ہو جائے، تاکہ نسبت نقشبندیہ حاصل ہو جائے۔ گزشتہ کیفیات و حالات کامل توجہ کے بغیر ہاتھ نہیں لگتے، بلکہ وہ بھی نابود ہو جاتے ہیں اور یہ نابودی لطیفہ قلبی کی سیر کے مکمل ہونے کی علامت ہے۔ والسلام<sup>1</sup>

### مرید کے لطائف کو جاری کرنے کے لئے شیخ کامل کی چند توجہات ہی کافی ہیں

صاحبزادہ حافظ شاہ ابوسعید دہلوی نقشبندی مجددی جو کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، آپ لکھتے ہیں کہ:

ارباب قلوب کے سیر و سلوک کے بیان میں ولایت صغریٰ کے دائرہ میں واقع ہوتا ہے، حضرت پیر دستگیر اور آپ کے خلفاء کا معمول یہ ہے کہ شروع شروع میں طالب کے لطائف میں ذکر ڈالنے کیلئے توجہ فرماتے ہیں، اور توجہ دینے کا ان کے ہاں طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو اسکے قلب کے مقابل کر کے جناب الہی سے بتوسل مشائخ کرام یوں عرض کرے کہ خداوند! جو انوار ذکر پیران کبار سے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں اور میرا دل ان سے منور ہو چکا ہے، تو اس طالب کے دل میں ڈال دے اور ان سے ان کے دل کو منور فرما دے۔ پھر اپنی توجہ و ہمت بڑے زور سے طالب کے قلب کی طرف مصروف رکھے، حق سبحانہ سے قوی امید ہے کہ چند ہی بار کی توجہ سے اس کے قلب کے اندر ذکر کی حرکت پیدا ہو جائے گی، پھر اسی طرح اپنی روح کو اس کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرے اور خیال میں لائے کہ پیران عظام کے ارواح شریفہ سے جو نور ذکر میرے لطیفہ روح میں پہنچا ہے، میں اس کو اس طالب کے روح میں القاء کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اس کے دوسرے لطائف (سروخفی و اخفی و لطیفہ نفس و قالب) پر متوجہ ہو کر ذکر القاء کرے۔ پھر طالب کے تمام لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی و اثبات کا ذکر تلقین فرما کر جمعیت و حضور کی نسبت القاء کرے۔ دل کے بے خطرہ یا کم خطرہ ہونے کو جمعیت کہتے ہیں، اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف طالب کے دل میں توجہ پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ اور جب طالب کے قلب میں حضور و جمعیت پیدا ہو جائے تو شیخ مرید کے

<sup>1</sup> (مکتوب نمبر ۴ ص ۱۸)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (کھینچ لے)۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) میں نے اکثر طلاب کو دیکھا ہے کہ اول جذب کا ادراک کرتے ہیں، اور جب لطیفہ قلب سے برآمد ہوتا ہے تب نسبت حضور دریافت کرتے ہیں، شیخ کو لازم ہے کہ اسی طرح جس مقام کے فیض کے واسطے توجہ کرے پہلے اپنے تئیں اس مقام کے فیض کے رنگ سے رنگین کر کے اس مقام کا فیض طالب کے باطن میں القاء کرے۔ علاوہ برآں اس فیض کے مورد کو بھی ملحوظ رکھے۔<sup>1</sup>

### فیض القاء کرنا:

ملفوظات غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المعروف در المعارف میں ہے کہ حضرت شاہ گل محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ توجہ کے بارے میں پوچھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو طریقہ ہم تک پہنچا ہے وہ اس طرح ہے کہ سب سے پہلے ارواح طیبہ کیلئے فاتحہ خوانی کرے یعنی حضور امام الانبیاء سید الاصفیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پیران کبار اور صاحبان اسرار خصوصاً خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے فاتحہ خوانی کرے اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں دست دعا دراز کر کے عاجزی پیش کرے اور اپنے مشائخ سے مدد طلب کرنے کے بعد قلب طالب کی طرف متوجہ ہو حضرت غلام علی شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو قلب طالب کے سامنے کر کے توجہ ڈالتا ہوں اور ذکر کا نور اپنے مشائخ عظام کے ذریعے عاجز کے دل میں آیا ہے اسے طالب کے دل میں القاء کرتا ہوں، یہاں تک کہ طالب کا قلب ذکر ہو جاتا ہے، اس طریقے کے مطابق لطیفہ روح سری خفی اخفی کے ذریعے ذکر القاء کرتا ہوں۔<sup>2</sup>

اگر ایک مہلک حیوان کی نظر میں تاثیر کو مانتے ہو تو اولیاء اللہ کی توجہات و برکات کے منکر کیوں ہو؟

تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی سے منقول ہے:

إن الله سبحانه وتعالى كما جعل في بعض الأفاعي من الخاصية أنه إذا نظر إلى إنسان يهلكه بنظره، أن يجعل في

نظر بعض خواص عباده أنه إذا نظر إلى طالب صادق يكسبه حالاً وحياتاً<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (هداية الطالبين ص ۳۱-۳۲)

<sup>2</sup> (در المعارف فیض نقشبند ملفوظات غلام علی شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مترجم مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہ جہاں پوری ص ۳۶)

<sup>3</sup> (عوارف المعارف، ص ۵، الباب السادس عشر فی ذکر اختلاف احوال مشائخہم فی السفر والمقام، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کہ ایک سانپ ہوتا ہے اس کی نظر میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ جس چیز پر اس کی نظر پڑتی ہے وہ اس وقت جل جاتی ہے جبکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایک حیوان کی نظر میں یہ تاثیر رکھی ہے تو ایک کامل کی نظر میں جو کہ اشرف موجودات ہے کیا کچھ تاثیر ہوگی۔ جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے وہ احق ترین آدمی ہے بلکہ اللہ والوں کی نظر میں تو ایسی تاثیر ہوتی ہے جس پر پڑ جائے اسے کمال حاصل ہو جائے۔

آناں کہ حناک داب کیمیا کنند سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

آناں کہ چشم را ب دو صد حیلہ را کنند آیا بود کہ گوشہ چشم بے ما کنند<sup>1</sup>

شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے منکر ولایت پر احوال کا طاری ہونا

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

حضرت والد صاحب شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجمالاً اور ان کے بعض احباب سے تفصیلاً سننے میں آیا ہے کہ سرہند کا ایک شخص طبعی طور پر منکر ولایت تھا پہلے پہل ایک بزرگ سے بیعت کر کے اس سے فیضان حاصل کیا اتفاقاً عید کے دن شیخ بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا تو انہوں نے فرمایا: میاں دیر سے آئے ہو کہاں تھے اس قسم کے جملے ازراہ تلافی فرمائے تو اس کا دل ان کی طرف پھر گیا اور آنا جانا شروع کر دیا۔ پہلے بزرگ کے ہاں آنے جانے میں کمی کر دی۔ جب اسے یہ قصہ معلوم ہوا۔ (اس بزرگ کو) تو وہ توجہ کے ذریعے شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہلاک کرنے پر کمر بستہ ہو گیا۔ انہوں نے مدافعت کی یہاں تک کہ اس کا بھیجا ہوا اثر اسی پر پلٹا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مرید اس طرف حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتا رہا۔ کافی مدت کے بعد ادھر سے بھی (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے اس کے دل میں شک و اضطراب پیدا ہوا الغرض اس طرح وہ درویشوں کے ہاں آتا جاتا اور انکار کرتا رہا اس سبب سے کوئی نفع نہ حاصل کر سکا ایک دن میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کوئی شخص بھی صاحب تصرف نہیں ہے یہ سن کر میں نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ بے خود ہو گیا اور اسی بے خبری کے عالم میں دیکھا کہ گویا اسے سبز خلعت دی گئی ہے جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا دیکھا واقعہ بھی میں نے اسے بیان کر دیا اس نے واقعہ سن کر اعتراف کیا مگر فطرتاً منکر ولایت ہونے کے سبب کوئی نفع حاصل نہ کر سکا کاتب (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ واقعہ طویل ہے مگر مجھے سبز خلعت والے جملے تک ہی یاد رہ سکا۔ حضرت والد صاحب سے اجمالاً اور ان کے بعض دوستوں سے تفصیلاً یہ بھی

<sup>1</sup> (تذکرہ خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم صاحبزادہ محمد حسین اللہ شریف)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

سنا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک مبری پر حالت غلبہ میں توجہ کی تو اس پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی، کئی دن اسے گھاس اور پانی کا شعور تک نہ رہا اور بالآخر مر گئی۔<sup>1</sup>

### مریدین اپنی استعداد کے مطابق توجہات مشائخ سے استفادہ کرتے ہیں

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مجذوب نے سوال کیا کہ اگر اولیاء کرام اپنے تصرف اور توجہ سے لوگوں کی زندگی بدلتے ہیں تو سب کی زندگیاں کیوں نہیں بدلتے۔ کتنے خالی لوٹتے ہیں اور اگر یہ لوگ تصرف نہیں کر سکتے ہیں تو لوگ ان کے پاس کیا لینے آتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم مشائخ عظام طیب قلبی ہوتے ہیں دوا تجویز کرتے ہیں نسخہ بناتے ہیں لیکن آنے والا دوائی کے اجزاء خود لاتا ہے، مثلاً ایک آدمی کے پاس ہر ڈاور نمک ہے تو طبیب ان دونوں چیزوں کی ترتیب ٹھیک کر کے جو نسخہ بن سکے گا وہی بنائے گا اور جو مریض آٹھ یا دس مختلف جڑی بوٹیاں لاتا ہے اسے ان کے مطابق نسخہ تیار کر دے گا اور ان کے پاس کوئی اجزاء نہ لے کر آئے تو اپنی طرف سے اسے کوئی چیز نہیں دے گا آپ نے یہ مثال دے کر واضح کیا کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرتا ہے اور کسی میں بالکل استعداد نہیں ہوتی وہ محروم رہتا ہے۔<sup>2</sup>

### سیدنا غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی توجہات سے محفل میں جذب و وجد کی کیفیات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں :

کہ سیدنا غوث اعظم جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ اپنی محفل میں پہلے وعظ فرماتے تھے پھر آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قیل وقال کا وقت اب ختم ہو گیا ہے اور حال کی طرف آتے ہیں تو مجمع میں آہ و بکاء شروع ہو جاتی کچھ لوگ تڑپتے کچھ کپڑے پھاڑ دیتے اور دوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے اور کچھ مر جاتے تھے۔<sup>3</sup>

بعض سیرت نگاروں نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت کی انگلی کے اشارے سے لا الہ الا اللہ فرماتے اور مجمع میں مختلف کیفیات کا ورود ہوتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب،، لمعات،، میں نقل فرماتے ہیں کہ سارے اولیائے امت اور اصحاب سلاسل میں جنگی روحانیت کا مقام سب سے بلند ہے اور جنگی قوت نسبت سب سے اتم و اکمل ہے وہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین

<sup>1</sup> (انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مترجم سید محمد فاروق قادری ایم اے ص ۱۲۹)

<sup>2</sup> (مکتوبات حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ)

<sup>3</sup> (اخبار الاخیار شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں بزرگوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی قبر مبارک میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

سلطان احمد فاروقی سیالوی اپنی کتاب "چشت اہل بہشت" میں نقل کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو آدمی ہاتھ ملاتا تھا اس پر رونے کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور اس کے باطن میں عجیب ذوق پیدا ہوتا تھا۔<sup>1</sup>

**خواجہ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی**

**بدل جانا**

سیر العارفین میں درج ہے کہ جب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی وفات پا گئے وہ بہت امیر اور ایک لمبے چوڑے کے باغ کے مالک تھے والد صاحب کی یہ تمام جائیداد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آئی۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ اس موروثی باغ میں بیٹھے تھے کہ خواجہ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا گزروہاں سے ہوا جو کامل ترین ولی اللہ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعظیم کے لئے اٹھے، بڑی تواضع کے ساتھ انہیں بٹھایا اور اپنے باغ سے انگور کے کچھ خوشے چن کر ایک پلیٹ میں رکھ کر ان کی خدمت میں پیش کئے۔ خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے انگور خوشی سے تناول فرمائے۔ پھر انہوں نے اپنی بغل میں سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیا اس ٹکڑے پر انہوں نے لعاب دہن بھی لگا دیا مذکورہ ٹکڑا کھاتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا باطن روشن ہو گیا اور دنیاوی جائیداد سے دل اچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ باغ غربا میں تقسیم کر دیا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے۔ روٹی کے ٹکڑے سے دل کی دنیا بدلتا تصرف کی کیفیت ہے۔ (سیر العارفین)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توجہ کا طریقہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہی لکھا ہے۔ (کلیات امدادیہ)

**مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا توجہ لمس کے ذریعے برکات عنایت فرمانا**

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **نسمات القدس** میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کبار مشائخ متفقہ میں سے کسی کی عظمت کے احوال سن رہے تھے کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کو بھی یہ بلند مرتبہ حاصل ہوتا۔ اس خیال

<sup>1</sup> (چشت اہل بہشت، سلطان احمد فاروقی سیالوی)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

کا آنا تھا کہ اسی لمحہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پاؤں حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیر کی پشت پر رکھ دیا اسی وقت حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو وہ تمام برکات حاصل ہو گئیں جو ان بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنے زیادہ سالوں کی ریاضت کے بعد حاصل ہوئی تھیں۔ نیز حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معاملات عظیمہ کے حصول کی محبت کی زیادتی اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے رابطے کے بعد ایک دن حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ”تو مارا دوست میداری، یا ماترا معروض داشتہ کہ من ایشان را دوست میدارم“ (تو مجھے دوست رکھتا ہے یا میں تجھ سے کہوں کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں) اور پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لمحہ تصرف فرمایا کہ میں نے اپنے دل و جان کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت سے خالی پایا یعنی حضرت خواجہ کی وہ محبت میرے دل سے اچانک غائب ہو گئی۔ ناچار میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروں پر گر گیا اور معذرت کی یہاں تک آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر وہ محبت دوبارہ عنایت فرمادی کہ ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت یقینی صمیمی قدیمی و جدیدی میں سرشار رہا۔ اگرچہ حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے چاند نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آفتاب سے کسب نور کیا تھا۔ آپکا بھی عظیم درجہ تھا، فرماتے ہیں: ”ب عنایت حق سبحانہ و تعالیٰ و نظر عنایت بزرگ قدس سرہ اگر اختیار کنم ہمہ عالم مقصود حقیقی واصل شوند“ (حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی سے اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے اگر چاہوں تو سارا عالم مقصود حقیقی پالے اور واصل ہو جائے۔) اور آپ نے ایک بیت بھی ارشاد فرمایا:

گر نقشستہ دل در بان راز      قفل جہاں را ہمہ بکشود

(اگر دل در بان راز نہ فاش کر دیتا تو میں تمام دنیا کے قفل کھول ڈالتا۔)

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔

حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عنایت کی توجہ خاص کی بناء پر فرمایا کہ ”ہر چہ گوید ہمہ شود“ (آپ جو کہتے وہ ہوتا) کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ شریف سے دوسرے کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا تو پھر خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ کیا ہو گا۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں مذکور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاضر و غائب، موجود و غیر موجود مریدوں کی جزئیات و کلیات کو ان سے بہتر جانتے تھے چنانچہ ایک بار در دراز کے سفر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”احوالیکہ ریں مدت بر تو گزشتہ است تو میگوئی یا ما میگوئم“۔ (جو حالات اس مدت میں تم پر گزرے ہیں میں بتاؤں یا تم بتاؤ گے۔) اور



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بیان فرمانا شروع کر دیتے اور ارشاد فرماتے: ”روئے زمین در نظر ماچوں روئے ناخن است“۔ (روئے زمین ہماری نظر میں روئے ناخن کی طرح ہے۔) پس باوجود باطنی احوال، ظاہری متابعت، علوم مرتبت، تصرفات کونیہ و تصرفات ارشادیہ و کشفیات عالیہ کے ظہور و انکسار و دید کسور احوال آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ اس طرح درجہ غالب تھے کہ بیان سے باہر ہے۔

سید کائنات ﷺ ایسے مرتبہ پر فائز تھے کہ تمام عالم اور جمیع مخلوقات کو وجود آپ ﷺ کے وجود کے طفیل ملا کہ آپ ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ اور محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے غایت قوت مناسبت اور مرتبہ محبوبیت کی بناء پر فرماتے ہیں:

**یالیت رب محمد لم یخلق محمدا۔** (اے کاش! محمد ﷺ کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔)

خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی محمد تھا۔ اس عبارت میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات ہی مراد لی ہے، معاذ اللہ یہ بات حضور اکرم ﷺ کیلئے نہیں کہہ رہے۔ اور غایت خضوع اور انکساری کی بناء پر اس حدیث کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے۔

**انہ لیغان علی قلبی وانی لا استغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرة۔**

**ترجمہ:** میرے دل پر کبھی بادل چھا جاتے ہیں اور میں ہر روز ستر بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔<sup>1</sup>

اور ابتداء میں تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں اتنا خشوع اور اتنی خاکساری تھی کہ قوت بشری سے بھی بعید ہے۔ یہاں تک کہ زخمی خارش زدہ کتے کو بھی اگر آپ دیکھ لیتے تو جبکہ دوسرے لوگ تو اس کے پاس جانا بھی پسند نہ کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دست مبارک سے اسے دھوتے اور اس پر مرہم رکھتے۔ نیز خود کا انتہائی کم درجہ کی مخلوقات اور معمولی جانوروں سے موازنہ کیا کرتے اور خود کو سب سے کمتر جانا کرتے تھے۔ آخری عمر میں انتہائی انکساری کی بناء پر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

**”بایں مہ خرابی و افلاسی و بیجالی و عاجزی کہ من دارم لیاقت ندارم کہ کسے سلام مرا جواب گوید و حق**

**تعالیٰ مرا در میان خلق رسوا کرده است و مردم را بہن مشغول گردانیدہ“۔**

<sup>1</sup> (مسلم، کتاب الذکر، باب ۱۲ رقم الحدیث ۲۷۰۲)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** میری اس تمام خرابی، افلاس، تہی دامن اور عاجزی و مسکینی کے باعث مجھ میں اتنی بھی لیاقت نہیں کہ کوئی میرے سلام کا جواب دے۔ حق تعالیٰ نے مجھے مخلوق میں رسوا کیا ہے کہ لوگوں کو میرے ساتھ مشغول کر دیا ہے کہ مخلوق کا میری طرف یہ رجوع ہے۔

اسی فروتنی و انکساری کے باعث جب ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کرامات کا مطالبہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

اکدام کراماتِ ما برابر آست کہ بایں ہمہ

بارگناہب زمین می رویم فرو نمی شویم

”ہماری کوئی کرامت اس کے برابر ہے کہ گناہوں کے اس تمام بوجھ کے باوجود ہم زمین پر چل رہے ہیں اور دھنس نہیں جاتے۔“

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

”نفی وجود نزد ما قرب طرق است و این جز بہ ترک کار و بار و دید قصور اعمال میسر نہ شود۔“

(ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب سے زیادہ قریب کا راستہ ہے اور یہ ترک کار و بار اور انکسار کے بغیر میسر نہیں)۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

”در عبادت طلب وجود دست و در عبودیت تلف وجود تا ہستی ما باماست ہیج عمل نتیجہ نہ دہد۔“

عبادت میں وجود کی طلب ہے اور عبودیت میں وجود کا ٹٹنا اور ختم ہو جانا۔ جب تک ہماری ہستی ہمارے ساتھ ہے یعنی اس

کا احساس ہم میں موجود ہے، اس وقت تک کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

ازراہ بردباری و تحمل اور استقامت احوال کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

درویش در مقام بارکشی باید کہ چوں دہل باشد کہ ہر چند طبانچہ خورد صدائے مخالف

ز ظاہر نشود۔

درویش کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو مقام بارکشی میں جانے۔ بوجھ کھینچنے والے چھکڑے کی طرح کہ جب ڈھول بجے یہ کتنے ہی

طمانچے کھائے مگر کوئی مخالفانہ آواز اس سے ظاہر نہ ہو۔

آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اتباع کے باعث باوصف اسکے کہ آخر زمانے کے تقاضے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہری فقر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی فقر کی طرح کامل تھا۔ وہ کہا گیا **اذا تم الفقر فهو الله**۔ (جب

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

فقر مکمل ہو جائے تو وہ اللہ ہے یعنی ظاہر و باطن کا فقر سب اللہ کی رضا کیلئے) آپ رحمۃ اللہ علیہ پر پوری طرح صادق آتا تھا۔ چنانچہ سالہا سال آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بوسیدہ عمامہ اور پرانی پوشتین میں گزارے ہیں۔ اور کئی شب و روز ایک پرانا کپڑا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس رہا۔ سخت سردی کے موسم میں بھی گھاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تکیہ کی جگہ ہوتی اور پرانا بوریا اور پانی کا لوٹا۔ اس تمام فقر کے باوجود خلق نبوی ﷺ کا شیوہ اپناتے ہوئے مہمانوں اور درویشوں پر خرچ کرنے میں بڑی سعی فرماتے تھے اور خود بنفس نفیس مہمان اور اس کی سواری کی خدمت کرتے۔ اپنی روزی کے حصول کیلئے قلیل زراعت کرتے اور خود زمین کاشت کرتے۔ مزاج کی اس تمام لطافت کے باوجود سورج چمک رہا ہوتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ زراعت میں سعی بلیغ فرما رہے ہوتے اور اپنے ظاہری و باطنی احوال کے چھپانے میں پوری کوشش فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک عالم کئی سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک گھر میں رہے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال اور کمال پر مطلع نہ ہو پائے۔

اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ایک مخلص بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے گزشتہ ادوار میں بڑے بڑے بزرگ ہوئے مگر یہ شہرت جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو دو سو سال میں ملی کہ ماوراء النہر کے تمام نقشہ لب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رحمت خاص کی نہر سے سیراب، ترکستانیوں کے دل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جذبہ اخلاص سے ترک تاز، کاشغرو خطا والوں کی مشام جان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نافہ نسبت روح سے معطر، ختن والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آفتاب ہدایت سے منور، ساکنان عراق کی عروق جان (رگیں) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کی جبل متین (مضبوط رسی) سے مضبوط و متیقن، شام والوں کے دل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چودھویں رات کی روشنی سے روشن، مصر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکات کی مٹھاس سے شیریں کام، اہل روم الغ بحکم آیت کریمہ اذا غلبت الروم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مغلوب محبت، سیستان زابلستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و ناموری ایسی گویا نصف النہار کا سورج، کابل و کشمیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رخسار مبارک سے رشک کے باعث ارغوانی وزعفران زار، اہل مملکت ہندوستان، مانند طوطی شیریں مقال آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے تاج الرجال کی مدحت میں نغمہ سنج قدس اللہ سرہ الاقدس۔ تو اس سوال کے جواب میں مخلص بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ صاحب برکات نے اپنی تمام زندگی اپنے احوال فضل و کرامات کو مخلوق خدا سے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے میں پوری پوری کوشش فرمائی تو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی مکافات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو چاند سورج کی ظاہر فرمایا اور دنیا والوں کے کانوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ڈال دی۔

ایک دوسرے شخص نے اس فقیر راقم (حضرت ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ اللہ پاک کی صفت کاملہ میں سے ایک صفت کلام بھی ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ متکلم ہے اور خرس و سکوت اس کی صفت نہیں پس جو بزرگ اخلاق الہیہ سے

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

متعلق ہوں انہیں چاہیے کہ سکوت کے مقابلہ میں کلام کرنے کو پسند کریں حالانکہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ سکوت و خاموشی ہے۔ اس عاجز نے حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ و امداد سے جواب دیا کہ وہ کلام الہی جسے تم نے کلام سمجھا ہے وہ حرف و آواز والا کلام نہیں بلکہ اس سے وراء الراء ہے اور کلام بشر سے مختلف۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین نے اس لئے ایسے کلام کو چھوڑا ہے جو کلام بشر کی طرح حرف و آواز والا ہو اور ایسے کلام کو اختیار کیا ہے جو کلام بیچون الہی کی طرح ہے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے کلام کے تخلیق کے باعث متعلق باخلق الہیہ ہیں تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تو درحقیقت اصل کی طرف گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت و بزرگی تحریر و بیان سے باہر ہے۔ قیامت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کی نشانیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرفات و معونت و امداد ان پر بھی جو دور ہیں اور ان پر بھی جو قریب ہیں ظاہر و آشکار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے تصرفات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بھی ظاہر ہوئے ہیں جو مختلف رسائل میں بیان ہوئے ہیں۔ بعض بزرگوں نے وہ خود دیکھے اور بعض نے دوسرے صادق القول حضرات سے سنے۔ اگر ہم انہیں بیان کرنا شروع کریں تو دفتر کے دفتر مرتب ہو جائیں۔ میں صرف ایک قصہ اور ایک کرامت کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس فقیر کے ایک مخلص بخاری بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حریم شریفین **زادھا اللہ شرفا و تکریماً** (اللہ تعالیٰ ان دونوں کے شرف و عزت کو زیادہ کرے) سے واپس ہو رہے تھے کہ ضرورت وقت کے پیش نظر انہوں نے ساتھیوں سے ایک خاص کشتی میں بیٹھنے کیلئے کہا۔ ساتھیوں نے جو تعداد میں تقریباً پچاس تھے شروع میں انکار کیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو وہ سب ناچار اس کشتی میں بیٹھ گئے۔ حالت سفر ہی میں تھے، دریائے شور میں پہنچنا تھا کہ اچانک زبردست ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں بادل کی گرج اور پھر طوفانِ باد و باراں اور بجلی کی زبردست کڑک، شدید تاریکی، کشتی والوں کی جان پر بن گئی اور انہوں نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ مجبوراً میرے کہنے سے وہ کشتی میں بیٹھے تھے۔ میں بھی زندگی سے مایوس کہ اچانک مجھے خیال آیا کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ تو ہندو اور فرنگیوں کی پکار پر بھی ان کی مدد فرماتے ہیں مگر کیا ہم ان سے بھی کمتر ہیں اور اس غوث الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمارا اخلاص ان غیر مسلموں سے بھی کم ہے کہ وہ ہماری دستگیری نہ فرمائیں گے اور اسی طرح غرق ہونے دیں گے میں نے یہ کہا اور اسی جوش میں میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ فائز الانوار کا تصور کیا اور میں اسی تصور میں گم ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ نورانی شکل پانی کی سطح پر نمودار ایک کشتی میں بیٹھے عجلت کے ساتھ ہماری طرف تشریف لارہے ہیں۔ مجھے غیب سے القاء ہوا کہ یہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور تمہاری مدد کو تشریف لائے ہیں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نزدیک ہوئے تو میری جانب تبسم فرمایا۔ میں نے شکوہ کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو دشمنوں کی بھی مشکل آسان فرماتے ہیں۔ میری اس مشکل

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

میں مدد فرمائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تبسم فرمایا اور شفقت فرمائی کہ خاطر جمع رکھو ہم اسی مقصد سے آئے ہیں مجھ پر عجیب جوش اور سکر کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ نہ وہ بارش، نہ وہ کڑک، نہ بجلی، نہ وہ طوفان، نہ وہ تاریکی۔ میں چلایا۔ ساتھیو خوشخبری ہو کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مدد کو آپہنچے ہیں اور ہم سب غرق و ہلاکت سے بچ گئے ہیں۔ خوش ہو جاؤ، شکر بجا لاؤ اور جان و دل حضرت کی نذر کرو وہ سب بے اختیار رو پڑے۔ شکر بجالائے اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی جو مٹیں مانی تھیں ساحل پر آکر وہ پوری کیں۔ **الحمد لله على انعمائه بتوسط اوليائه**۔ (خدا کی نعمتوں کا شکر اسکے اولیاء کے توسط سے) ایک اور بزرگ رحمۃ اللہ علیہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رابطہ طریق رکھتے تھے اپنا ایک کشف اسطرح بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب نماز تہجد کے بعد میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ اولین و آخرین ایک میدان میں جمع ہیں۔ دھوپ کی تیزی کا یہ عالم کہ بیان سے باہر اور دور ایک بارگاہ ہے عظیم اور عجیب۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ بارگاہ شفاعت محمدی ﷺ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اسی دوران ایک عجیب ساز لزلہ اور زبردست شوراٹھا کہ لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کیا چیز ہے۔ لوگ کہنے لگے یہ دوزخ ہے۔ اسے زنجیروں میں جکڑ کر لایا گیا ہے اور میدان حشر کے کناروں سے اسے گزار رہے ہیں۔ اسی دوران میں نے دیکھا حکم ہوا تمام کافروں کو دوزخ میں ڈال دو اور حساب کتاب کیلئے ایک گروہ پر نظر رکھو چنانچہ انتہائی زلت کے ساتھ کفار کو جہنم کی طرف گھسیٹا گیا۔ اسی دوران ایک شخص کو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے اور وہ گڑ گڑا رہا تھا۔ ہر ایک نے اپنے نیک اعمال کا جائزہ لیا مگر ان سے کچھ فائدہ نہ ہوسکا کہ ناگاہ اس نے کہا۔ میں نے ایک بار پانچ فلس (پیسے) نذر خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کیسے تھے کہ وہ خدا کے کامل دوستوں میں سے ہیں۔ چنانچہ فرمان صادر ہوا کہ اس پر نگاہ رکھو پھر مجھے معلوم نہیں اس کے ساتھ کیا معاملہ گزرا۔ ہاں میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اے کاش ہم دنیا میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے منسلک ہوتے۔

شاعر نے خوب کہا:

**بس کم خود زیر کا زرا بس است      بانگ و و کردم اگر در درہ کس است**

میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں خود کو ان کے زیر فرمان کر دوں، اگر دس میں سے کوئی ایک ہے تو میں اسی کا نعرہ ماروں۔

اور فرمایا:

**در نیابد حال پختہ بیچ نام      پس سخن کوتاہ باید والسلام**

کالمین کے مرتبہ کو نا تجربہ کار و نا پختہ کیا سمجھے۔ پس گفتگو مختصر کر کے والسلام کہنا ہی بہتر ہے۔<sup>1</sup>

(نسماۃ القدس ص ۶۵)<sup>1</sup>

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اللہ کے ولی کی توجہ سے پتھر دو ٹکڑے ہو گیا

علامہ نور الدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی فرماتے ہیں:

اجتمع الشيخ علي بن وهب، والشيخ عدی ابن مسافر، والشيخ موسى الزولى رضى الله عنهم، عند صخرة عظيمة، بجبل السلو، ببلاد المشرق، فقالا للشيخ علي بن وهب: ما التوحيد؟ فقال: هكذا اشارة الى تلك الصخرة، قال: الله فانفلقت نصفين، وهى الى الآن معروفة، يصلى الناس بين نصفيهما۔

ترجمہ: شیخ علی بن وہب، شیخ عدی بن مسافر اور شیخ موسیٰ زولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بڑے پتھر کے پاس جو کہ ”السلو“ بلاد مشرق میں تھا جمع ہوئے پھر ان دونوں نے شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس طرح، اور اپنے ہاتھ سے اشارہ اس پتھر کی طرف کیا اور کہا اللہ: پھر وہ پتھر دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ اب تک مشہور ہے لوگ ان دونوں کے درمیان نماز پڑھتے ہیں۔<sup>1</sup>

جس طرح اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین اپنی توجہات کی برکات سے لوگوں کے دلوں کو منور فرماتے ہیں اسی طرح توجہ سبلی بھی فرماتے ہیں لیکن یہ توجہ یا تو منکرین کو زیر کرنے کیلئے یا کسی حکمت کی بناء پر یا کسی کو راہ راست پر لانے کیلئے توجہ فرماتے ہیں۔

امام ابوالحسن الشطنوفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

توجہ کے ذریعے شیخ رضی اللہ عنہ کا شیخ شہاب الدین سہروردی کے سینہ سے علم کلام کو دور کرنا:

خبر دی ہم کو ابو محمد حسن بن ابی عمران موسیٰ بن احمد قرشی خالدی اور ابو محمد سالم بن علی بن عبد اللہ دمیاطی نے قاہرہ میں ۶۷۱ھ میں ان دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو شیخ عالم ربانی شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد عبد اللہ سہروردی نے کہا کہ خبر دی ہم کو حسن نے حلب میں ۶۱۸ھ میں کہا خبر دی ہم کو سالم نے بغداد میں ۶۱۲ھ میں کہا کہ میں اس حالت میں کہ جو ان تھا علم کلام میں مشغول ہوا اور اس میں میں نے بہت سی کتابیں حفظ کیں اس میں فقیہ بن گیا میرا چچا اس پر مجھے بہت جھڑکتا رہتا تھا لیکن میں باز نہ آتا تھا وہ ایک دن مجھے ساتھ لیکر حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی زیارت کو آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایماندارو! جب تم رسول ﷺ سے تخلیہ میں باتیں کرنے آؤ تو صدقہ دے لیا کرو۔ اور ہم ایک ایسے شخص کی خدمت میں چلے ہیں کہ اس کا دل خدا تعالیٰ کی طرف سے باتیں کرتا ہے تم سوچو کہ ہم ان کی خدمت میں کیسے جاتے ہیں کہ ان کی زیارت کی برکت حاصل کریں پھر جب ہم ان کی خدمت میں بیٹھے تو میرے چچا نے حضرت شیخ سے عرض

<sup>1</sup> (بہجة الاسرار ومعدن الانوار، ص، ۳۳۱، مؤسسة الشرف بلاہور، پاکستان، امام اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۲۶۴)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

کیا کہ اے میرے آقا! یہ عمر میرا بھتیجا ہے علم کلام میں مشغول ہے میں اس کو منع کرتا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! تم نے کون کون سی کتب علم کلام کی حفظ کی ہے میں نے کہا فلاں فلاں کتاب۔ تب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر پھیرا تو خدا کی قسم اس علم کو میرے سینے سے ایسا نکالا کہ مجھ کو ایک لفظ بھی اس کا یاد نہ رہا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ تمام مسائل بھلا دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں اسی وقت علم لدنی بھر دیا پھر میں آپ کے پاس سے اٹھا تو حکمت کی باتیں کرتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ اے عمر تم عراق میں سب سے آخر میں مشہور ہوں گے وہ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ سلطان حقیقت اور حقیقت وجود میں تصرف کرنے والے تھے۔<sup>1</sup>

شیخ الاسلام شیخ حسین معزز شمس بلخی فردوسی قدس سرہ کے ملفوظ ”**گنج لایحقی**“ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ ایک مجلس میں ہم جنب و ہم پہلو تشریف فرما تھے کہ اس اثنا میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور دونوں بزرگوار کے بیچ میں بیٹھ گئے اور حضرت شیخ الشیوخ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جو حضرت کے ہم پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا: ”**ایشان از خلفائے**  
**بندگی خواجہ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی اند**“ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا ہم **عرفت اللہ** کہ آپ نے خدا کو کس طرح اور کس دلیل سے پہچانا۔ حضرت نے جواب دیا کہ ”**بالواردات الالہیۃ الغیبیۃ الی لا تحملہا الافہام الضعیفۃ**“ یعنی ہم نے خدا کی معرفت ان واردات الہیہ غیبیہ کے ذریعہ سے حاصل کی جو افہام ضعیفہ کے ادراک و تحمل و طاقت سے باہر ہیں۔ امام رازی یہ جواب سن کر عالم حیرت میں آکر ساکت ہو رہے۔ اس واقعہ کو دیگر کتب میں تفصیل کے ساتھ یوں لکھا ہے کہ اس مجلس میں بڑے بڑے مشائخ و علماء حاضر تھے۔ امام رازی علیہ الرحمۃ نے مشائخ طریقت پر علمی تفوق اور عالمانہ شان کا اظہار چاہا اور علمی مباحث پر گفتگو فرمانے لگے۔ پہلے شیخ الشیوخ کو مخاطب فرما کر کوئی مسئلہ پوچھا شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ پیرایہ میں اسکا جواب شافی دیدیا۔ لیکن امام فخر الدین رازی نے اس پر اکتفا نہ کیا اور طول طویل تقریریں کرنے لگے اور شیخ نجم الدین کبریٰ کی طرف متوجہ و مخاطب ہوئے، آپ کو یہ بحث مباحثہ ناگوار خاطر عاظر ہوا۔ ظاہر اسکو اختیار فرمایا اور زبان مبارک سے کوئی جواب نہ دیا مگر ان کے باطن کی طرف ایک نگاہ کی اور انکے قلب کی طرف متوجہ ہو گئے تمام علم و فضل سب سلب ہو گیا امام رازی خود فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا عجیب حال ہو گیا تمام علوم میرے دل سے مٹ گئے سارا علم غائب ایک حرف حروف تنجی کا یاد نہ آتا تھا۔

<sup>1</sup> (بہجۃ الاسرار ص ۶۵)

مناقب الاصفیاء میں ہے:

چنانچہ امام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود در سالہ آورده است کہ ہر چند اندیشہ کر دیم کہ مرا حرفے از حروف تنہی یاد آید نمی آمد۔

غرض امام رازی سخت گہرائی اور توبہ واستغفار کیا اور بعد برخواست مجلس شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں حاضر ہو کر باکمال ادب نہایت معذرت و عذر خواہی کی شیخ نے فرمایا اور تمام علوم و فنون اپنے سینے میں موجود پائے اس واقعہ کے بعد امام فخر الدین رازی آپ سے نہایت ہی عقیدت رکھنے لگے اور باکمال ادب آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں جیسے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طبقات ج ۶ ص ۱۱ میں لکھا ہے کہ اس حکایت و روایت سے حضرت نجم الدین کبریٰ کے زور ولایت و کرامت و تصرف کے علاوہ حضرت ابوالنجیب عبدالقادر کے ان دونوں خلیفوں یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انداز و روش کے تفاوت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور دونوں بزرگوں کے روش کی علیحدگی صاف معلوم ہوتی ہے حضرت شیخ اشيوخ کا طریقہ ستر و استتار حال اور ظاہر شریعت کی پابندی اور تحمل و بردباری اور لسانی اتمام حجت اور ابلاغ و تبلیغ و رشد و ارشاد اور وعظ و پند و غیرہ کا تھا اور حضرت نجم الدین کبریٰ کے یہاں کثرت کرامات و خوارق عادات کا سلسلہ تھا اور زیادہ تر اپنی پاک روحانیت اور باطنی تصرفات اور قوی تاثیرات سے کام لیتے اور رشد و ہدایت فرماتے تھے حقیقت میں دونوں بزرگوں اپنی روش اور انداز میں ٹھیک اور اپنی اپنی خدمتوں اور روشوں پر مامور من اللہ تھے۔<sup>1</sup>

اولیاء اللہ جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں اپنے توجہات کی برکت سے:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

این بزرگواران ہچمنان کہ قدرت کاملہ بر اعطاء نسبت دارند و حضور و آگاہی را در اندک وقت بہ طالب صادق، عطائے فرمایند، در سلب آن نسبت نیز قدرت تامہ دارند و بہ یک بی التفاتی، صاحب نسبت را مفلس می سازند بلی آہنا کہ می دہند می ستانند ہم اعزازنا اللہ سبحانہ من غضبہ و غضب اولیاء الکرام۔

بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس

<sup>1</sup> (تذکرہ حضرت عبدالقادر السہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۳۹، ۱۴۱، مناقب الاصفیاء ص ۹۶، ۹۷)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

کر دیتے ہیں ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے غضب سے بچائے۔<sup>1</sup>

**اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے**

حضرت علامہ بدر الدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویش بخدمت آنحضرت رسید، دل او چنان ذکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لا سیما چون بخواب رفتہ تا دور مسموع گشتہ و از بعضے مشائخ عصر خلافت داشت و از حضرت ایشان نیز توقع این معنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلای ذکر و خلافت مشائخ وے را در عجب و پندار داشتہ، راہ ترقی مدد ساخت است معالجہ او سلب این حال ست۔ دو روز نگذشتہ بود کہ آن حال را از وے سلب کردند۔ حیران شد و می نالید و اشک حسرت از چشمش می بارید۔ چند روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب و پندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در خلوت طلبیدہ بمعاملات و مقامات وے را نواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینہ اول ہم نمی تواند بود و وے بنقص حالت سابق معترف گردید۔

**ترجمہ:** ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دو روز نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد اس کے بعد آپ نے خلوت میں طلب فرما کر، معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۲۲۱ ص ۲۲۰)

<sup>2</sup> (حضرات القدس ج ۲)



(۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

حضرت نجم الدین کبریٰ کی توجہ کی برکت سے ہزاروں طالب علم منزل مقصود تک پہنچے:

آپ کی روحانی قوت اس قدر پر زور اور قوی تھی کہ آپ کی ادنیٰ ہمت سے ایک دم میں جذب و سلوک کے سارے مرحلے طے ہو جاتے تھے اور صرف ایک توجہ میں ایک عامی عارف کامل ہو جاتا تھا۔ آپ مستی و وجد و خروش کی حالت میں جس پر ایک نگاہ ڈالتے وہ ولی ہو جاتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ آپ کو ولی تراش کا لقب دیا گیا۔<sup>1</sup>

ایک دن ایک سوداگر آپ کی خانقاہ میں (بظرسیر) حاضر ہوا۔ شیخ پر اس وقت ایک خاص حالت وجد طاری تھی وہ شخص شیخ کی نظر مبارک کے سامنے آگیا آپ نے اس پر ایک پر فیض نگاہ ڈالی وہ اسی وقت مرتبہ ولایت سے فائز المرام ہو گیا۔ آپ نے پوچھا ”تو کس ملک یا کس شہر کا باشندہ ہے“ اس نے شہر کانام بتایا۔ آپ نے اسے ارشاد ہدایت کی اجازت و خلافت لکھ دی اور فرمایا ”جاؤ“ اپنے وطن میں خلق خدا کو ہدایت و ارشاد کرو۔<sup>2</sup>

شیخ اوحدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناجات میں حضرت شیخ کا توسل اس طور پر کرتے ہیں:

یار بے ولی تراش مطلق      آن خبم و نجوم ملت حق  
یار بے ولی تراشی او      حناصیت فیض پاشی او

توجہ کے ذریعے سے مقامات طے کرانا:

خبر دی ہم کو ابو محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ میں نے بغداد میں شیخ بزرگ عارف ابو عبد اللہ محمد بن احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سال تک خدمت کی اور ان سے ان کے ابتدائے حال کی بابت پوچھا لیکن انہوں نے اس کو چھپایا پھر میں نے دوسرے سال ان کی خدمت کی تب کہا کیا تم ضرور سنو گے؟ میں نے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں۔ انہوں نے کہا جب تک میں زندہ رہوں کسی کو یہ خبر نہ سنائیں نے کہا ہاں (بہت اچھا) جب ان کو میرے راز چھپانے کا یقین ہو گیا تو کہا کہ میں بلخ سے بغداد کی طرف جوانی کی حالت میں اس لئے آیا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں میں ان سے ایسے حال میں ملا کہ وہ اپنے مدرسے میں نماز پڑھ رہے تھے پہلے اس سے نہ میں نے ان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سلام پھیر چکے اور لوگ ان کی طرف سلام کیلئے دوڑے تو میں بھی آگے بڑھا اور میں نے مصافحہ کیا آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور ہنس کر میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے بلخی! اے محمد تم کو مر حبا ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرا مرتبہ جان لیا، تیری نیت کو معلوم کر لیا۔ شیخ مذکور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت

<sup>1</sup> (نفحات و مناقب الاصفیاء و تذکرۃ الاولیاء)

<sup>2</sup> (سفینۃ الاولیاء)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

رحمۃ اللہ علیہ کا کلام زخمی کی دوا، بیمار کی شفا تھا تب میری آنکھیں خوف الہی کے مارے بہہ نکلیں میرے شانہ کا گوشت ہیبت کے مارے پھڑکنے لگا میری آنٹیں شوق و محبت کی وجہ سے کٹ گئیں میرا نفس لوگوں سے گھبرانے لگا میں نے اپنے دل میں ایسی بات پائی کہ جسے میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا پھر یہ حالت بڑھتی اور قوی ہوتی گئی اور میں اس سے مقابلہ کرتا رہا۔ میں اندھیری رات میں اپنے وظیفہ کیلئے کھڑا ہوا تب میرے دل سے دو شخص ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں محبت کی شراب کا پیالہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں خلعت تھا مجھ کو صاحب خلعت نے کہا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں اور یہ ایک فرشتہ مقرب فرشتوں میں سے ہے یہ محبت کی شراب کا پیالہ ہے اور یہ رضا کے حلول کی خلعت ہے۔ پھر جب مجھے یہ خلعت پہنادی ان کے ساتھی نے پیالہ مجھے دیا جس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گیا جب میں نے وہ پیالہ مجھ پر غیبوں کے اسرار اور اولیاء اللہ کے مقامات وغیرہ عجائبات ظاہر ہو گئے۔ ان میں سے ایک مقام ایسا تھا کہ عقلوں کے قدم اس کے بھید میں پھسلتے ہیں اور فکروں کے فہم اس کے جلال میں گم ہو جاتے ہیں عقلوں کی گردنیں اس کی ہیبت کی وجہ سے جھکتی ہیں اس کی قدروقیمت میں طبعیوں کے بھید بھول جاتے ہیں اس کے انوار کی شعاعوں کی وجہ سے دلوں کی آنکھیں مدہوش ہوتی ہیں۔ ملائکہ کروبی و روحانی و مقربین اس مقام کا مقابلہ کرتے ہیں اپنی پیٹھوں کو رکوع کرنے والے کی طرح اس مقام کے قدر کی تعظیم کی وجہ سے جھکائے ہیں اور اللہ عز و جل کی تسبیح طرح طرح کی تقدیس و تنزیہ کے ساتھ کرتے ہیں اس مقام والوں پر سلام کرتے ہیں کہنے والے کہتے ہیں کہ اس سے اوپر سوائے عرش رحمن کے اور کچھ نہیں اس کی طرف دیکھنے والا تحقیق نظر سے دیکھتا ہے کہ واصل کا ہر مقام یا مجذوب کا ہر حال یا محبوب کا سر یا عارف کا علم یا مقرب کا مقام ہر ایک کا مبداء اور انجام اجمال و تفصیل کل بعض اول و آخر اس میں قرار یافتہ ہے، اسی سے پیدا ہوا ہے۔ اسی سے صادر ہوا ہے۔ اسی سے کامل ہوا ہے۔ پھر میں کچھ عرصہ وہاں پر ٹھہرا۔ اس کی طرف دیکھنے کی مجھے طاقت نہ تھی، پھر مجھ کو مقابلہ کی طاقت ہوئی اور ایک مدت ٹھہرا مجھے طاقت نہیں تھی کہ اس کے اندر والے شخص کو معلوم کروں پھر ایک مدت کے بعد میں نے اس شخص کو معلوم کیا جو اس میں ہے تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ تھے۔ آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت آدم و ابراہیم و جبرائیل علیہم السلام تھے اور بائیں جانب حضرت نوح و عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب و اولیاء کرام خادموں کی طرح کھڑے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور جن صحابہ کرام کو میں پہچانتا تھا ابو بکر، عمر، عثمان، علی، حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم تھے اور جن اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو میں پہچانتا تھا وہ معروف کرخی، سری سقطی، جنید، سہل تستری، سرتاج العارفین ابو الوفا شیخ عبدالقادر، شیخ ابوسعید، شیخ احمد رفاعی اور شیخ عدی رضی اللہ عنہم تھے۔ صحابہ میں سے زیادہ

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

آنحضرت ﷺ کے قریب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور اولیاء اللہ میں سے زیادہ قریب حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ تھے۔ تب میں نے کسی قائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب مقرب فرشتے اور انبیاء و مرسلین اولیاء مجبین محمد ﷺ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو آپ ﷺ اعلیٰ مقام سے جو آپ ﷺ کے اپنے رب کے نزدیک ہے اتر کر اس مقام پر اترتے ہیں تب ان کے انوار آپ کے دیدار سے دگنے ہو جاتے ہیں آپ ﷺ کے مشاہدہ سے ان کے حالات پاکیزہ بن جاتے ہیں ان کے مرتبے اور مقامات آپ ﷺ کی برکت سے بلند ہوتے ہیں پھر آپ ﷺ رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ تب میں نے سب کو یہ کہتے ہوئے سنا **سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانُكَ رَبَّنَا وَالْإِيك الْمَصِيرُ (البقرہ: ۲۸۵)** یعنی ہم نے سنا اور اطاعت کی ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے رب ہمارے اور تیری طرف بازگشت ہے) پھر میرے لئے قدس اعظم کے نور سے ایک چمک ظاہر ہوئی جس نے مجھ کو ہر ایک حاضر چیز سے غائب کر دیا ہر ایک موجود سے مجھ کو اچک لیا تمام مختلف چیزوں میں تمیز کرنا مجھ سے چھین لیا اور اس حال پر میں تین سال تک رہا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں ایک دم باتیں کرنے لگا اور شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ میرے سینے کو تھامے ہوئے ہیں ایک پاؤں آپ کا میرے پاس اور ایک بغد اشریف میں ہے۔ میری عقل لوٹ آئی اور میں اپنے امر کا مالک ہو اتب مجھ کو شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھئی! بے شک مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو تمہارے وجود کی طرف لوٹادوں اور تیرے حال کا تجھ کو مالک بنادوں تجھ سے وہ چیز چھین لوں جس نے تجھ کو مغلوب کر رکھا ہے۔ پھر میرے تمام مشاہدات و احوال کی اول سے لے کر اب تک سب خبر دی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو میرے حال کی ذرہ ذرہ کی خبر ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تیرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سات دفعہ سوال کیا یہاں تک کہ تجھ کو اس مقام کے دیکھنے کی طاقت ہوئی۔ پھر سات دفعہ سوال کیا تو تب آپ کو مقابلہ کی طاقت ہوئی اور سات دفعہ پوچھا تب تو وہاں کے اندر کی باتوں پر مطلع ہوا اور سات دفعہ پوچھا تب تو نے منادی کی آواز سنی اور بے شک اللہ تعالیٰ سے تیرے بارے میں سات اور سات اور سات دفعہ سوال کیا یہاں تک کہ تیرے لیے وہ روشنی اور چمک ظاہر ہوئی اور پہلے اس سے میں نے ستر دفعہ تیرے لیے سوال کیا یہاں تک اس نے تجھ کو اپنی محبت کا پیالہ پلایا اور اپنی رضا مندی کا خلعت پہنایا اے میرے پیارے فرزند! اب تو تمام فوت شدہ فرائض کو قضا کر۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (بہجۃ الاسرار ص ۷۵)

### شیخ کی توجہ سے شراب کا سرکہ بن جانا:

خبر دی ہم کو ابوالحسن علی بن ابوبکر ابہری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کہا: میں نے قاضی القضاۃ ابوصالح نصر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد یعنی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک دن نماز جمعہ کیلئے نکلے میں اور میرے دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہما آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں ہم کو سلطان کے شراب کے تین مٹکے ملے جن کی بو بہت تیز تھی۔ ان کے ساتھ کو تو ال اور دیگر کچہری کے لوگ تھے ان سے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ وہ نہ ٹھہرے اور جانوروں کے چلانے میں انہوں نے جلدی کی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جانوروں سے کہا کہ ٹھہر جاؤ، وہ اپنی جگہ پر ایسے ٹھہر گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں وہ بہتیرا مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہ چلتے تھے اور ان سب کو قونج کا درد شروع ہو گیا اور زمین پر دائیں بائیں سخت درد کی وجہ سے لوٹنے لگے۔ پھر تسبیح کے ساتھ چلانے لگے اور علانیہ توبہ استغفار کرنے لگے۔ پھر ان سے درد فوراً جاتا رہا اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی انہوں نے برتنوں کو کھولا تو وہ سرکہ تھا جانور بھی آدمیوں کی طرح چلانے لگے شیخ رضی اللہ عنہ تو جامع مسجد کو چلے گئے اور یہ خبر سلطان تک پہنچ گئی تب وہ ڈر کے مارے رونے لگا بہت سے محرمات کے فعل سے ڈر گیا۔ شیخ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا اور حضرت رضی اللہ عنہ کی جناب میں نہایت عاجزانہ بیٹھا کرتا تھا۔<sup>1</sup>

ایک سوداگر کو مجلس میں حاجت براز ہونا اور شیخ رضی اللہ عنہ کی توجہ سے اس کا دور تک جانا اور پھر اسی

### وقت لوٹ آنا:

خبر دی ہم کو فقیہ ابوالفتح نصر اللہ بن القاسم بن یوسف بن خلیل بن احمد ہاشمی بغدادی کرنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے قاہرہ میں ۶۲۹ھ میں کہا کہ خبر دی ہم کو دو بڑے شیخوں قاضی القضاۃ ابوصالح نصر بن الحافظ ابوبکر عبدالرزاق بن امام محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم اور شیخ ابوالحسن علی بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہم نانباکی نے بغداد میں ۶۳۱ھ میں کہا ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہم کو ہمارے والد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور میرے چچا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۹۱ھ میں کہا ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہم کو عمران کیماتی رحمۃ اللہ علیہ اور بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۹۰ھ میں اور خبر دی ہم کو ابوبکر عبداللہ بن عبادہ عبدالمحسن بن منذر انصاری جیلی رحمۃ اللہ علیہم نے قاہرہ میں ۶۷۲ھ میں اور کہا خبر دی ہم کو دو شیخوں شیخ پیشوا ابو محمد عبداللہ بن عثمان یونینی رحمۃ اللہ علیہم نے دمشق میں ۶۱۶ھ میں اور شیخ عارف ابواسحاق ابراہیم بن محمود بن جوہر بعلبکی رحمۃ اللہ علیہ

<sup>1</sup> (بہجۃ الاسرار ص ۸۲)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

پھر عقبی نے وہاں پر ۶۲۳ھ میں ان دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ ابو محمد عبد اللہ بطاحی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مدرسہ بغداد میں ۵۵۳ھ میں ابو المعالی محمد بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تاجر حاضر ہوئے پھر ان کو حاجت برازنے ایسا تنگ کیا کہ چلنے پھرنے سے روک دیا بڑی سخت تکلیف ہوئی اس نے شیخ رضی اللہ عنہ کی طرف فریاد رس ہو کر دیکھا اور شیخ رضی اللہ عنہ اپنے منبر کی سیڑھی سے نیچے اتر آئے اور پہلی سیڑھی پر ایک سر آدمی کے سر کی طرح ظاہر ہوا پھر اور نیچے اتر آئے یہاں تک کہ کرسی پر ایک صورت شیخ رضی اللہ عنہ کی صورت کی طرح برابر ہو گئی۔ لوگوں کے سامنے شیخ رضی اللہ عنہ کی آواز کی طرح بولتی تھی اور شیخ رضی اللہ عنہ کے کلام کی طرح کلام کرتی تھی اس بات کو سوا اس شخص کے اور جس کو خدا نے چاہا اور کوئی نہ دیکھتا تھا۔ آپ لوگوں کو چیرتے ہوئے آئے یہاں تک کہ اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اس کے سر کو اپنی آستین کو ڈھانک لیا عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ اپنے رومال سے ڈھانک لیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک دم ایک بڑے جنگل میں پہنچ گیا جس میں نہر ہے اس کے پاس ایک درخت ہے اس میں اس نے وہ کنجیاں جو اس کی جھولی میں تھیں لٹکادیں اور خود قضاء حاجت سے فارغ ہوا اس نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے جب سلام پھیر لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی آستین کو یارومال کو اس پر سے اٹھالیا تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ اسی مجلس میں ہے اور اس کے اعضاء پانی سے تر ہیں اور قضاء حاجت کی حالت جاتی رہی شیخ رضی اللہ عنہ اپنی کرسی پر ہیں گویا کہ وہ وہاں سے اترے ہی نہیں۔ وہ چپ رہا کسی سے ذکر نہ کیا اپنی کنجیوں کو گم پایا اور اپنے پاس نہ دیکھیں۔ پھر وہ ایک مدت بعد بلاد عجم کی طرف قافلہ تیار کر کے چلا۔ بغداد سے چودہ دن تک چلے اور ایک منزل جنگل میں اترے جس میں نہر تھی تب وہ اس جنگل میں گیا کہ قضاء حاجت کرے۔ کہنے لگایہ جنگل اس جنگل سے بہت مشابہ ہے اور یہ نہر اس نہر کے مثل ہے اور اس دن کے واقعہ کو یاد کیا تو اتفاقاً وہی نہر وہی زمین وہی درخت وہی قضاء حاجت کی جگہ نکلی۔ جو اس روز دیکھی تھی تب اس کو پہچان لیا اور کوئی بات نہ بھولی۔ اپنی کنجیوں کو اسی درخت میں معلق پایا۔ پھر جب بغداد کی طرف لوٹے تو وہ شیخ رضی اللہ عنہ کی جناب میں آیا کہ آپ کو خبر دے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی خبر دینے سے پہلے کان پکڑ کر فرمایا کہ اے ابو المعالی! میری زندگی میں کسی سے یہ ذکر نہ کرنا وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتا رہا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

### شیخ رضی اللہ عنہ کے تصرف توجہ سے علماء کا علم جاتا رہنا:

خبر دی ہم کو ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن علی قطفنی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا خبر دی ہم کو شیخ علی بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہما نابائی نے کہا کہ میں نے شیخ ابو الحسن جو سقی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں زاہران میں سیدی شیخ علی بن الہیسی رضی اللہ عنہ کی مجلس سماع میں حاضر ہوا تھا۔ اس میں مشائخ و صلحاء، فقہاء، قراء کی ایک جماعت موجود تھی جب مشائخ کو سماع کا مزہ آیا

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

(یعنی وجد میں ہوئے) تو فقہاء و قرآنے اپنے اپنے دلوں میں انکار کیا۔ تب شیخ علی بن الہیسی رضی اللہ عنہ نے ان فقہاء و قراء پر چکر لگایا۔ ان میں سے جب کسی پر کھڑے ہو کر دیکھتے تو وہ اپنے سینے سے تمام علم و قرآن کو مفقود پاتا۔ یہاں تک کہ ان کے اخیر تک پہنچے وہ سب چل دیئے اور ایک مہینہ ان کی یہ کیفیت رہی (یعنی محض بے علم بن گئے) پھر سب کے سب شیخ رضی اللہ عنہ کی طرف آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں چومے آپ سے معافی مانگنے لگے تب شیخ رضی اللہ عنہ نے ان کیلئے دسترخوان بچھوایا۔ انہوں نے کھانا کھایا شیخ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک لقمہ کھلایا تب ان میں سے ہر ایک نے جو کچھ علم گم کیا تھا اس شیخ رضی اللہ عنہ کے لقمہ کی برکت سے سب پالیا پھر وہ خوشی خوشی گھروں کو لوٹ گئے۔<sup>1</sup>

### تانے کے برتن شیخ کی توجہ سے بعض چاندی اور بعض سونے کے بن گئے:

راوی کہتا ہے کہ ان کے پاس ایک مغربی شخص بھی آیا جس کا نام عبدالرحمان بن احمد اشبیلی تھا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک سونے کی ڈلی رکھ دی اور ان سے کہا اے میرے سردار! یہ میری ترکیب سے ہے۔ فقراء کیلئے پیش کرتا ہوں پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا کہ جس کے پاس تانے کا برتن ہو وہ میرے پاس لے آئے۔ تب لوگ بہت سے تانے کے برتن از قسم طشت طباق وغیرہ لائے۔ ان کو حکم دیا کہ حجرہ کے اندر رکھ دو۔ آپ رضی اللہ عنہ اٹھے اور ان کی طرف گئے پھر ان میں سے بعض سونے کے ہو گئے اور بعض چاندی کے بن گئے مگر صرف دو طشت باقی رہے۔ پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے برتن والوں سے کہا کہ جس کا جو برتن ہو وہ لے لے پھر انہوں نے وہ برتن سونے چاندی کے لے لئے پھر عبدالرحمان سے کہا کہ اے فرزند عزیز! بے شک اللہ عز و جل نے ہم کو یہ سب کچھ دیا ہے لیکن ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ تمہارے ٹکڑے زر کی ہم کو حاجت نہیں پھر ہم نے ان سے برتنوں کے اختلاف کا سبب پوچھا تو کہا کہ جب میں نے کہا تھا کہ جس کے پاس کوئی برتن ہو تو وہ ہمارے پاس لے آئے۔ اب جو شخص میرے کلام پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے دل میں کوئی شبہ پیدا نہ ہوا تو اس کا برتن سونے کا بن گیا اور جس کے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ اس کا برتن چاندی بن گیا اور دو شخصوں کے دل میں مجھ سے بدظنی پیدا ہوئی۔ تو ان کے برتن نہ بدلے۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (بہجۃ الاسرار ص ۲۹۹)

<sup>2</sup> (بہجۃ الاسرار ص ۴۴۶)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ب (حکیم صدر) در بیان سلامتی قلب و نسیان او مر مادون حق را سبجانہ اہل اللہ، اطباءِ امراضِ قلبیہ اند۔ ازالہ عللِ باطنیہ، منوط بہ توجہ این بزرگواران است۔ ((ہم کلام ایشان دواست و نظر ایشان شفا)) ہم قوم لایشقی جلسہم و ہم جلساء اللہ بہم یمطرون و بہم یرزقون۔

رأس امراض باطنیہ و رئیس عللِ معنویہ، گرفتاری قلب است بہ مادون حق۔ سُبجانہ و تعالیٰ۔ و تا ازین گرفتاری بہ تمام آزادی میسر نشود۔ سلامتی محال است۔ چہ شرکت را در آن حضرت جل سلطانہ اصلاً باریست اَلَا لِلّٰہِ الدِّینُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا۔ سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبجانہ کو بھلا دینے کے بیان میں۔ اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفاء ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے: ہم قوم لایشقی جلسہم۔ یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بد نصیب نہیں۔ (بخاری و مسلم)

و ہم جلساء اللہ، یعنی یہ لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ بہم یمطرون و بہم یرزقون۔ (بخاری شریف) انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّینُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)

ترجمہ: سن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔<sup>1</sup>

شرح:

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل اللہ کے فیوض و برکات و توجہات اور ان کی صحبت و مجلس کی فوائد و ثمرات کا تذکرہ فرما رہے ہیں دراصل اہل اللہ امراض باطنیہ اور علل معنویہ کے طبیب ہوتے ہیں اس لئے سالک کو اپنے ذاتی مفادات نفسانی خواہشات اور دنیاوی اغراض کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ ان کا نیاز مند رہنا چاہیے تاکہ ان کی توجہات قدسیہ اور ارشادات عالیہ کی بدولت اسی قلبی امراض اور ماسوائے اللہ کی محبت سے نجات حاصل ہو جائے۔

<sup>1</sup> (مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب ۱۰۹، ج، ۱، ص، ۲۷۸، مرکز بخش: زاہدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

بقول شاعر:

ہم نشین اولیاء چو کیمیا است      کیمیاے خود بایں خوبی کجا است

حضرت شیخ ابو بکر بن سعدان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں :

من صحب الصوفیة فلیصحبهم بلانفس ولا قلب ولا ملک فمتی نظر الی شیء من اشیائہ قطعہ ذالک عن بلوغ

مقصدہ۔

ترجمہ: یعنی جو شخص صوفیاء کی صحبت اختیار کرے تو اسے چاہیے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت

اختیار کرے۔ پس جب وہ اپنی اشیاء میں سے کسی شے کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اسے مقصود تک رسائی سے روک دیتی ہے۔<sup>1</sup>

بلکہ بقول شاعر طالب صادق کی کیفیت یوں ہونی چاہیے :

بچہ مشغول کمن دیدہ و دل را کہ مدام      دل تراے طلب دیدہ تراے خواہد

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک مثال کے ذریعے اچھی اور بری صحبت کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ، وَ جَلِيسِ السَّوِّءِ كَمَثَلِ الْمَسْكِ، وَ نَافِخِ الْكَبِيرِ، حَامِلُ الْمَسْكِ إِمَّا أَنْ يُخْذِيكَ، وَ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَ نَافِخُ الْكَبِيرِ إِمَّا أَنْ يَحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ، عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ " <sup>2</sup>

ترجمہ: یعنی اچھے اور برے مصاحب کی مثال کستوری اٹھانے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ کستوری اٹھانے

والا یا تمہیں کستوری تحفے میں دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلانے گا یا تم کو اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

نیکال لوکاں دی صحبت یار و حبیبوں دکان عطاراں

سودا بھانویں مول نہ لیے حلے آؤن ہزاراں

بریاں لوکاں دی صحبت یار و حبیبوں دکان لوہاراں

کپڑے بھانویں کنج کنج بہنے چنگاں پین ہزاراں

<sup>1</sup> (مکتوبات معصومیہ ج ۲ مکتوب ۱۱۰)

<sup>2</sup> (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۳، مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۲۶)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

جب کوئی مرید صادق کسی اہل اللہ کی صحبت میں عقیدت و نیاز مندی سے سرشار ہو کر چند لمحے گزارتا ہے تو باہمی اخلاص کی بدولت اس مقام کی فضا میں لطافت اور مٹھی میں شرافت آجاتی ہے کیونکہ وہاں رحمتوں کا ورود اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ: **تَنْزِّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ (فصلت ۳۰)** سے واضح ہے۔

بقول شاعر:

آسمان سجدہ کند پیش زینے کہ درو

یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

چونکہ اہل اللہ، اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے اور اس کے جلیس و ہم نشین ہوتے ہیں اس لئے گناہگار بھی ان کی مجلس سے محروم نہیں لوٹتے۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کو مغفرت کا مشرہ سنایا تو فرشتوں نے عرض کی:

رَبِّ فِيهِمْ فَلَانٌ عَبْدٌ خَطَا، إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَلَهُ عَفْزٌ هُمْ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔

یعنی اے رب تعالیٰ ان میں فلاں شخص بڑا گناہگار تھا وہ تو فقط گزر رہا تھا کہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے بھی بخش دیا کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔<sup>1</sup>

ایک روایت میں یوں ہے کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے:

فِيهِمْ فَلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ. قَالَ: هُمْ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔

ان میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ان میں سے نہیں بلکہ وہ تو کسی کام کیلئے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا یہ وہ ارباب مجلس ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا شخص کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔<sup>2</sup>

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ۔

یعنی ضعیفوں کی بدولت تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے۔<sup>3</sup>

نیز حضور اکرم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا:

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ، وَيَنْتَصَرُ بِهِمُ عَلَى الْأَعْدَاءِ۔

<sup>1</sup> (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار الرقم ۲۶۸۹، باب فضل مجالس الذکر ج ۴ ص ۲۰۶۹، احمد بن حنبل فی

المسند، ج ۲ ص ۲۵۲، الرقم: ۷۴۲۰، والمندری فی الترغیب والترہیب، ج ۲ ص ۲۵۹ الرقم ۲۳۱۶)

<sup>2</sup> (صحیح البخاری، باب فضل ذکر اللہ ج ۸ ص ۸۶، مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

<sup>3</sup> (مشکوٰۃ ۴۳۶، صحیح البخاری ج ۴ ص ۳۶، شرح السنۃ للبعوی باب فضل الفقراء، ج ۱ ص ۲۶۳)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

یعنی ان اہل اللہ کی برکت سے بارشیں برستیں اور دشمنوں پر فتح و نصرت عطا ہوتی ہے۔<sup>1</sup>  
اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے:

نہ پوچھ ان خرّقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضاء لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

تمنا در دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی

الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اسی طرح حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ

اپنے مکتوبات میں مکتوب نمبر ۱۶۸ البینات جلد چہارم میں فرماتے ہیں:

مستن: نسبت ایشاں فوق ہمہ نسبتاً آمدہ کلام ایشاں دواء امراض قلبیہ است و نظر شان شفاء عسل

معنویہ و توجہ و جہہ ایشاں طالبان را از گرفتاری کوئین نجات می بخشد و ہمت رفیع

شان مریداں را از خضیض امکاں بذروہ و جوب می برد... لیکن دریں اوان کہ آن نسبت شریفہ عنقائے

مغرب گشتہ است۔

ترجمہ: ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے۔ ان کا کلام قلبی امراض کیلئے دوا اور ان کی نظر روحانی بیماریوں کیلئے

شفاء ہے اور ان کی زبردست توجہ طالبوں کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ ان کی بلند ہمت، مریدوں کو امکان کی

پستی سے وجوب کی بلندی پر لے جاتی ہے... لیکن اس زمانے میں یہ نسبت شریفہ عنقائے مغرب ہو گئی ہے۔

شرح: یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت نقشبندیہ کی فوقیت اور مشائخ نقشبندیہ کی توجہات قدسیہ کی برکات

کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت و توجہ و کلام اس قدر قوی اور پر تاثیر ہوتی ہیں جن کی

بدولت انکے مریدین کے باطن کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر ماسویٰ سے چھٹکارہ حاصل کر کے توحید عیانی، وصل

عریانی اور تجلی ذاتی دائمی سے شاد کام اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

<sup>1</sup> (مشکوٰۃ ۵۸۳، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۹۰۶، مسند احمد الرسالہ ج ۲ ص ۲۳۱)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ العزیز نے خوب کہا:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برنداز رہ نہاں بحرم قافلہ را

مرور زمانہ، لوگوں کی کم ظرفی اور دوں ہمتی کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ کبریت احمر کی مانند کمیاب، پوشیدہ اور عنقاء ہو گئی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے نسبت نقشبندیہ کو "عنقائے مغرب" سے تشبیہ دی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عنقائے مغرب کے متعلق قدرے وضاحت کر دی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ **وبالہ** **التوفیق۔**

عنقاء مغرب ایک عجیب الخلق اور مقطوع النسل دراز گردن پرندہ ہے جسے فارسی میں سمرغ کہتے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے دور اول میں ایک پرندہ تخلیق فرمایا جسے عنقاء کہا جاتا تھا۔ بلاد حجاز میں اس کی نسل کثرت سے پائی جاتی تھی۔ وہ بچوں کو اچک کر لے جاتا تو لوگوں نے قبیلہ بنی عبس کے سردار خالد بن سنان سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے اس کی انقطاع نسل کیلئے دعائے ضرر فرمائی، اس لئے وہ نابود ہو گیا۔ اب بزم گیتی میں محض اس کا نام باقی ہے۔<sup>1</sup>

**دلیل:** قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ الغفار نسبت نقشبندیہ کی جامعیت و عظمت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم آل نسبت شریف کہ جامع جمیع نسبتا ست و خلاصہ  
و منتہائے مجموع طریقہ است۔

یعنی نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم وہ نسبت شریفہ ہے جو جمیع نسبتوں کی جامع ہے اور تمام طریقوں کا خلاصہ و منتہا ہے۔<sup>2</sup>

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ خواجگان اس سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم بہر زرقی و قاصی نسبت ندارد کارخانہ ایشان بلند است اس سلسلہ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کسی مکار اور قاص کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے، ان کا کارخانہ بلند ہے۔<sup>3</sup>

<sup>1</sup> (کنز العمال ج ۲ ص ۳۳۷)

<sup>2</sup> (فقرات ص ۳۸)

<sup>3</sup> (مکتوب نمبر ۶۸ البینات جلد چہارم)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں کہ:

بہ برکت توحہ حضرت ایشاں بحقیقت بندگی رساند و عروج برفوق محدد بسیار واقع شد بعد از طی مسافت چوں برفوق محدد رسید دار الخلد از آنجا بمساحت مشہود گشت و فوق محدد آل مقدار عروج واقع شد کہ از مرکز خاک تا محدد یا اند کہ کمتر ازین۔

**ترجمہ:** اپنے شیخ مبارک کی توجہات کی برکت سے حقیقت بندگی نصیب ہوئی اور میرا عروج محدد سے اوپر واقع ہوا یعنی جب پہلی مرتبہ عروج واقع ہوا اور میں عرش پر پہنچا اور جنت عرش کے نیچے مشاہدے میں آئی اور پھر محدد سے اتنا عروج واقع ہوا کہ زمین کے مرکز سے لے کر محد تک یا اس سے کم۔<sup>1</sup>

**شرح:** حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب مجھے پہلی بار فوق العرش عروج روحانی نصیب ہوا تو میں نے جنت کو عرش کے نیچے دیکھا۔ آپ کا یہ کشف و شہود فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کے عین مطابق ہے۔

حدیث میں ارشاد ہے:

**سقفہا عرش الرحمن۔**

یعنی عرش جنت کی چھت ہے۔<sup>2</sup>

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

**الجنة فوق السموات تحت العرش۔**

یعنی جنت آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے ہے۔<sup>3</sup>

اور اسی پر اکثریت کا اتفاق منقول ہے۔ واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے مکشوفات اور مشاہدات علوم شرعیہ کے عین مطابق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت مجددیہ میں اتباع شریعت اور التزام سنت کا لحاظ غالب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم امر کے پانچوں لطائف کا وطن اصلی عرش کے اوپر ہے لہذا حکمائے یونان کا یہ قول کہ ”عرش سے اوپر کچھ نہیں“ محض باطل ہے۔

<sup>1</sup> (مکتوب نمبر ۱ ج ۱ ص ۴)

<sup>2</sup> (تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۸۳)

<sup>3</sup> (تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۸۳)

توجہ بھی کرامت کی مانند ہے

حضرت محمد ہاشم کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

حنا رق اول آنکہ یکی از فضیلتای دہلی کہ بکری بعقدور آورده بود سالہارفت اور افتحی روی نداده از او عیب وادویہ اثر ندیدہ چون وصف ایشان شنیدہ روزے کہ ایشان بحبای سوارہ میرفت اندور عنان در آمدہ بہ نیاز تمام قصہ را معروض داشتہ التماس زوال عنیت نمودہ حضرت خواحب رادل بر شفقت کشودہ از مرکب فرود آمدہ اورادر کنار شریف کشیدہ معانقہ سخت نمودہ اند و فرمودہ اند کہ رفتہ متوجہ شوید کہ فتح ست دی همان لحظہ در خود قوت عنریب دیدہ رفت و بسولت تمام همان لحظہ فتح نمودہ۔

**ترجمہ:** ایک کرامت یہ ہے کہ دہلی کے ایک فاضل نے ایک لڑکی سے شادی کی لیکن کئی سال تک دوری جیسی رہی۔ دوا اور دعا بھی مفید نہ ہو سکی آپ کی تعریف سن کر آپ کے پاس آیا۔ آپ سواری پر کہیں جارہے تھے۔ اس نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آپ سے اپنا حال بیان کیا اور مقصد میں کامیابی چاہی۔ آپ سواری سے اتر پڑے اور زور سے تین دفعہ اس سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ اس شخص میں بھرپور قوت آگئی اور وہ کامیاب ہوا۔<sup>1</sup>

مشائخ کی توجہ طالبین کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

نسبت ایشان فوق ہمہ نسبتا آمدہ کلام ایشان دواء امراض قلبیہ است و نظرشان شفاء علل معنویہ و توجہ و جہہ ایشان طالبان را از گرفتاری کونین نجات می بخشد و ہمت رفیع شان مریداں را از خضیف امکاں بذروہ وجوب می برد.... لیکن دریں اوان کہ آن نسبت شریف عنقائے معرب گشتہ است۔

**ترجمہ:** ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے۔ ان کا کلام قلبی امراض کیلئے دوا اور ان کی نظر روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے اور ان کی زبردست توجہ طالبوں کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ ان کی بلند ہمت، مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک لے جاتی ہے.... لیکن اس زمانے میں یہ نسبت شریفہ عنقائے مغرب ہو گئی ہے۔

<sup>1</sup> (برکات احمدیہ، نامہ دگرزبدۃ المقامات، ص، ۲۱)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**شرح:** یہاں حضرت امام ربانی قدس العزیز طریقت نقشبندیہ کی فوقیت اور مشائخ نقشبندیہ کی توجہات قدسیہ کی برکات کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت و توجہ و کلام اس قدر قوی اور پر تاثیر ہوتے ہیں جن کی بدولت ان کے مریدین کے بطون کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر ماسویٰ سے چھٹکارہ حاصل کر کے توحید عیانی، وصل عریانی اور تجلی ذاتی دائمی سے شاد کام اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ العزیز کیا خوب فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برنداز رہ نہاں بحرم قافلہ را

مرور زمانہ، لوگوں کی کم ظرفی اور دلوں ہمتی کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ کبریت احمر کی مانند کمیاب، پوشیدہ اور عنقاء ہو گئی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے نسبت نقشبندیہ کو عنقائے مغرب سے تشبیہ دی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عنقائے مغرب کے متعلق قدرے وضاحت کر دی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ **و باللہ التوفیق۔**

عنقاء مغرب ایک عجیب الخلق اور مقطوع النسل دراز گردن پرندہ ہے جسے فارسی میں سیرغ کہتے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے دور اول میں ایک پرندہ تخلیق فرمایا جسے عنقاء کہا جاتا تھا۔ بلاد حجاز میں اس کی نسل کثرت سے پائی جاتی تھی۔ وہ بچوں کو اچک کر لے جاتا تو لوگوں نے قبیلہ بنی عس کے سردار خالد بن سنان سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے اس کی انقطاع نسل کیلئے دعائے ضرر فرمائی، اس لئے وہ نابود ہو گیا۔ اب بزم گیتی میں محض اس کا نام باقی ہے۔<sup>1</sup>

صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے مراتب عالیہ پر پہنچا سکتا ہے:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

شخصے را کہ استعدادش تا مرتبہ قلب یا روح است پیر صاحب تصرف تواند اورا بمراتب فوق رسانید اما ایں جا دقیقہ ایست کہ بحضور تعلق دارد بتحریر بیان آن متعسر است۔

<sup>1</sup> (کنز العمال ج دوازدہم ص ۳۳۷، البینات شرح مکتوبات ص ۲۰۸ ج ۲)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** جس شخص کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے صاحب تصرف پیر اسے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے لیکن یہاں ایک باریک نکتہ ہے جو روبرو ہونے سے تعلق رکھتا ہے اسے تحریر میں لانا دشوار ہے۔

**شرح:** یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سوال دوم کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں، چونکہ تخلیق استعداد حق تعالیٰ سبحانہ کا کام ہے اس لئے شیخ کسی مرید میں روحانی استعداد تو پیدا نہیں کر سکتا البتہ کسی صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعہ مراتب عالیہ پر بھی پہنچا سکتا ہے اور کسی دوسرے مشرب سے نکال کر محمدی المشرب بھی بنا سکتا ہے مگر صاحب تصرف شیخ خال خال ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو بذریعہ تصرف موسوی المشرب سے محمدی المشرب بنادیا تھا۔<sup>1</sup>

### باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

متن: پرسیدہ بودند کہ پیر صاحب تصرف مرید مستعد را تصرف خود بمسراتی کہ فوق از استعداد اوست تواند رسید یا نہ بلے تواند رسانید اما بان مراتب فوق کہ مناسب استعداد اوست نہ بمسراتی کہ مبائن استعداد او باشد۔

**ترجمہ:** دریافت کیا گیا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے صاحب استعداد مرید کو اس کی استعداد سے بالاتر مرتبوں میں پہنچا سکتا ہے یا نہیں ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن انہیں بالامر مرتبوں تک پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب نہ ہوں، نہ کہ ان مرتبوں تک جو اس کی استعداد کے مخالف ہوں۔

**شرح:** اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک استفسار کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں کہ صاحب استعداد سالک کو صاحب تصرف شیخ اعلیٰ مراتب اور بالامداد راج تک پہنچا سکتا ہے، یہ محض ممکن الوقوع ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے۔ بشرطیکہ سالک صاحب استعداد ہو کیونکہ باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ ورنہ استعداد سے عاری سالک پر توجہات چنداں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ شور زمین، باران رحمت کے باوجود گلزار نہیں بنتی۔ رہا ایک مشرب سے اعلیٰ مشرب تک پہنچانا، آپ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے تجربے و تصرف میں تاہنوز نہیں آیا لیکن بعد ازاں **وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى (الضحیٰ ۴)** سے حظ وافر پاتے ہوئے جب آپ اعلیٰ مراتب پر فائز المرام ہوئے تو آپ بذریعہ تصرف

<sup>1</sup> (البینات شرح مکتوبات ص ۹۸ ج ۳)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

صاحبان استعداد و سالکین کو ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰت تک پہنچا دیتے۔ جیسا کہ آپ نے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو ولایت موسوی سے نکال کر ولایت محمدی تک پہنچا دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے قبل شاید کسی کو یہ تصرف حاصل نہیں تھا۔<sup>1</sup>

### باطنی امراض کا بزرگان دین کی توجہ سے ازالہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

بہ (حکیم صدر) در بیان سلامتی قلب و نسیان او مر مادون حق را سجانہ اہل اللہ، اطباء امراض قلبیہ اند۔ ازالہ علل باطنیہ، منوط بہ توجہ این بزرگواران است۔ (ہم کلام ایشان دواست و نظر ایشان شفا) ((بسم [است] قوم لا یشقی جلیسہم و ہم جلساء اللہ) یمطرون و بہم یرزقون))۔ رأس امراض باطنیہ و رئیس علل معنویہ، گرفتاری قلب است بہ مادون حق سجانہ و تعالیٰ، و تا از این گرفتاری بہ تمام آزادی میسر نشود۔ سلامتی محال است۔ چہ شرکت را در آن حضرت جہل سلطانہ اصلاً باریست **أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)**

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا، سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سجانہ کو بھلا دینے کے بیان میں۔ اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں، باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دو اور ان کی نظر شفاء ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ **ہم قوم لا یشقی جلیسہم** یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بد نصیب نہیں (بخاری، مسلم)۔ **و ہم جلساء لا یشقی جلیسہم**۔ یعنی یہ لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ **بہم یمطرون و بہم یرزقون**۔ یعنی انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے، جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہ کے لئے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کئی دخل نہیں۔ **أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)** (سن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لئے ہے)۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (البینات شرح مکتوبات، جلد ۳ ص ۵۹ تا ۵۹۸، مطبوعہ تنظیم الاسلام پبلیکیشنز)

<sup>2</sup> (مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۱۰۹، ص ۷۸ تا ۷۹)



پچاس ہزار سالہ راہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

متن: عرضداشت کم ترین بدگان احمد معروض می گرداند آہ ہزار آہ از بے نہایتی این راہ سیر باین سرعت و واردات و عنایات باین کثرت ازین حباست کہ مشائخ عظام فرمودہ اند سیر الی اللہ پنجابہ ہزار سالہ راہ ست تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقداره خمسين الف سنۃ مگر ایمائے باین معنی داشتہ اند۔

ترجمہ: حضور والا کاکم ترین خادم احمد عرض کرتا ہے افسوس ہزار افسوس کہ اس راستے کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے اس راستہ کی سیر نہایت تیزی کے ساتھ اور واردات و عنایات نہایت کثرت سے واقع ہو رہے ہیں۔ اسی لئے مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سالہ راستہ ہے۔ ”فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی عروج کرتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار (طول) پچاس ہزار سال ہے۔“ اس آیت مبارکہ میں شاید اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

شرح: اس مکتوب میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ راہ سلوک کی کوئی انتہا نہیں اور علوم حقیقت، علوم شریعت کے عین مطابق ہیں۔

آہ ہزار آہ! حضرت امام ربانی قدس سرہ اس جملے میں سیر سلوک کی بے پناہ طوالت کا اظہار فرما رہے ہیں اور اپنے پیرو مرشد کے حضور عرض گزار ہیں کہ میں خدا تک وصول کے بے حد و لا انتہا راستے کی درازی اور بے کیفی کے سبب ناامیدی کے مرتبے تک پہنچ چکا تھا کہ آیت قرآنی وهو الذی یزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشرو رحمۃ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو لوگوں کی مایوسی کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ میرے حال کی مددگار ہوئی اس آیت کا مطہوم مجھ پر القاء کیا گیا جس سے مجھے باطنی طور پر تسلی نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میرا باطنی معاملہ سیدھا ہو گیا اور مقصود حقیقی و مطلوب ازلی کے قرب و وصال کی لامحدود راہوں پر ہمت مردانہ کے ساتھ جادہ پیمائی کی سعادت مل رہی ہے لیکن اس راستے کی کوئی انتہا معلوم و مشہود نہیں ہوتی۔ آخر میں آپ مرشد برحق کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ کہیں یہ راہ شوق کا مسافر منزل مقصود گم نہ کر دے گویا آپ یہ حقیقت واضح فرما رہے ہیں کہ شیخ کامل کی توجہ اور نگاہ سے ہی یہ منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں

لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

پچاس ہزار سالہ راہ

آپ نے مشائخ طریقت کا قول نقل فرمایا ہے کہ:

”سیر الی اللہ پنچا ہزار سالہ راہ راست“ یعنی خدا کے قرب و وصال تک پہنچنے کا راستہ پچاس ہزار سال میں طے ہو سکتا ہے۔ اور آیت قرآنیہ تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (المعارج ۴) (ملائکہ اور روح اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے) میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اسی قال کا یہ مطلب معلوم ہوا کہ اگر کوئی ناقص بر طریق عبادت و ریاضت مرتبہ ولایت صغریٰ تک پہنچنا چاہے تو اس کو پچاس ہزار سال تک عبادات و ریاضات شاقہ اور قیام لیل و صیام نہار کی محنت اور صعوبتیں بجالانے کے بعد بمشکل یہ مرتبہ ہاتھ آئے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور مرشد کامل کی صحبت و توجہ شامل حال ہو جائے تو ہزاروں سال کا سفر ایک آہ میں طے ہو سکتا ہے کیونکہ جب یہ دنیا کی تمام عمر اس قدر ہونا ناممکن ہے تو ثابت ہوا کہ ولایت صرف مجاہدہ اور ریاضت سے ہی نہیں ملتی بلکہ اجتباء و رحمت خدا اور جذبہ و صحبت اولیاء بھی اس راستے میں منزل مقصود کی ضمانت ہیں۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ

سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

حبلوہ گر آں یار بے دور است لیکن

طے شود حباوہ صد سالہ بہ آہے گا<sup>1</sup>

فنا میں اولیاء کرام کا تصرف

نقل کردند خدمت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہ کہ روزی قدم مبارک حضرت خواجہ مارامی مالیدم و التذاقا شریف زادہ در آن صحبت حاضر بود و خواجہ سخن در مقام فنا می گفتند۔ در آن اشنا فرمودند کہ اولیا در فنا تصرف می دهند۔ آن شریف زادہ از حضرت خواجہ سوال کرد کہ اولیا در فنا چگونه تصرف می کنند؟ خواجہ قدم مبارک خود را بہ سینہ من رسانیدند۔ در من کیفیت پییداشد و از خود رفتم۔ آن عنایت پیش از وقت نماز

<sup>1</sup> (البینات شرح مکتوبات مکتوب نمبر ۱۳ ج ۱ ص ۲۳۱ تا ۲۳۳)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

دیگر بود، تا وقت نماز بامداد داشت۔ چون بے حجابی اصلی باز آمد و بے حضرت خواجہ مشرف گشتم، فرمودند ما این معاملات با تو بجهت آن کردیم کہ آن شریف زادہ را یقینی بحالی درویشان بحاصل آید۔

یعنی ”حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطر اللہ تربتہ نے نقل فرمایا کہ ایک روز میں حضرت خواجہ ماقدر اللہ روحہ کی خدمت اقدس میں آپ کے قدم مبارک مل رہا تھا۔ اتفاق سے ایک شریف زادہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مقام فنا کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اسی وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء کرام فنا میں تصرف کرتے ہیں۔ اس شریف زادہ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا اولیاء فنا میں کیسے تصرف کرتے ہیں؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا قدم مبارک میرے سینے پہ رکھا تو مجھ میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی اور میں از خود رفتہ ہو گیا۔ مجھ پہ یہ عنایت نماز عصر سے لے کر نماز صبح تک رہی۔ جب میں اصلی حال میں لوٹ آیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مشرف ہوا آپ نے فرمایا ہم نے تیرے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا ہے کہ اس شریف زادہ کو درویشوں کے حال پر یقین ہو جائے۔<sup>1</sup>

### اولیاء کرام کی توجہ کی برکت سے جذب و سکر میں رہنا:

حضرت زبدہ المورخین عمدة المحققین علامہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ بہاء الدین والدین نقشبند تفویض فرمود چوں شاہ متوجہ حال وہ شد حالتے روداد کہ مدام در جذب قوی و سکر بودی و قطع علائق نمود و ہر گز با کسی انس و آرام نمی گرفت۔

یعنی حضرت سیدنا شیخ المشائخ میر برہان بن سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں جب بزرگ والدین نقشبند سرتاج الاولیاء بہاء الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توجہ کی تویہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت جذب و سکر میں رہتے تھے۔ لوگوں سے قطع تعلق ہو گیا اور کسی کے پاس آرام نہیں ملتا تھا۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (انیس الطالبین عدة السالکین، ص ۹۹)

<sup>2</sup> (خزینة الاصفیاء، جلد ۱ ص ۵۶۵)

## (۶) ہام نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اولیاء کرام کا خواب میں توجہ پر تصرف:

حضرت فخر صوفیاء علامہ نور الدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وہم ایشان (حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ) فرمودند کہ خواجہ بزرگ (بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) را در خواب دیدم کہ در من تصرف کردند و من بیخود برفتادم۔ چون با خود آمدم، خواجہ از من گذشتہ بودند، خواستم کہ در عقب بروم۔ پایمے من در ہم می پیچید۔ بہ محنت بسیار بہ خواجہ رسیدم۔ فرمودند کہ مبارک باد۔

یعنی حضرت سیدنا شیخ مکیر خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار (امام طریقہ بہاء الحق عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو توجہ کرتے تھے۔ میں بے خود پڑ گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تھے، میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو مبارک باد ہو۔<sup>1</sup>

الشیخ محمد امین الکردی الاربلی الشافعی مذہباً النقشبندی مشرباً الشیخ عبید اللہ الاحرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے لکھتے

ہیں:

وقال قدس اللہ تعالیٰ سرور ایت فی البدایہ سیدنا شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ قد جاء و تصرف فی باطنی ثم

ذهب فبعثتہ فلما ادر کتہ التفت وقال بارک اللہ بک۔

ترجمہ: شیخ عبید اللہ الاحرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سلوک کی ابتداء میں ایک رات میں نے حضرت شاہ نقشبند

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لے کر آئے اور آپ نے میرے باطن میں تصرف فرمایا (یعنی توجہ

فرمائی) پھر آپ تشریف لے گئے۔ پس میں آپ کے پیچھے آیا، پس جب میں نے آپ کو پایا، آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمادے۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (نفحات الانس من حضرات القدس، صفحہ ۲۱۶)

<sup>2</sup> (المواہب السرمدیۃ فی مناقب النقشبندیۃ، ص ۱۵۷، مطبع السعاده، مصر)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اولیاء کرام کا بعد الوفات توجہ اور تصرف اور مقامات طے کروانا:

قدوة الاولیاء حضرت خواجہ حاجی محمد فضل اللہ مجددی لکھتے ہیں:

خدمت ایشان بعد وصال والد صاحب کمال پنجاب و شش سال بر مسند ارشاد و اکمال اشکاد داشتند و از ان جمله شش سال بکسب زوائد چنانچہ ایسا بر آن رفتہ بخدمت حضرت عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلوک نمودند از نسبت ہائی مخصوص ایشان بھرہ ور شدہ فقیر از زبان مبارک حضرت شاہ عطاء اللہ قدس سرہ کہ والد والدہ فقیر اند شنیدہ ام و خدمت ایشان از اکابر مسموع داشتند کہ روزی جناب حضرت عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ بحضرت وحدت قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودند کہ وعدہ بتومی نمایم کہ چھل توحہ بتو عنایت نمایم و بھر توحہ آن قدر ترقی در حال تو خواہد شد کہ در مدت مدید حصول آن بدشواری باشد از ان جمله سی و چھار توحہ عنایت شدہ بود کہ مقدمہ انتقال حضرت عروۃ الوثقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعام رخ نمود پس از این واقعہ جان کاہ روزی حضرت وحدت قدس اللہ تعالیٰ سرہ بر قبر متبر کہ ایشان رفتہ معروض داشتند کہ از جمله توحہ ہائے موعود شش عدد توحہ باقی است امید از الطاف حضرت آنکہ بوفان انخاب مد بایشان چنان ایما شد کہ بر قبر متوحہ شدہ بنشین تا آنچہ معدود و موعود وجود ایفا رود خدمت حضرت وحدت عرض نمودند کہ وعدہ در حالت حیات بود الحال نیز بہ ہیئت حیات شدہ توحہ عنایت شود معلوم ایشان شد کہ در خلوت آمدہ باش یعنی وقتیکہ دیگرے بر قبر حاضر نہ باشد ایشان وقت را مراعت نمودہ بر قبر مبارک می رفتند و حضرت عروۃ الوثقی بہ ہیئت حیات شدہ از قبر مبارک خروج می فرمودند و توحہ می دادند روز ششم کہ اتمام موعود بود حضرت وحدت قدس سرہ سیایبی و قلم ہمراہ داشتند بعد از فراغ توحہ عرض نمودند کہ بدستخط مبارک نوشته عنایت شود کہ آنچہ بعد الاحد وعدہ رفتہ بود کہ چھل توحہ خواہم داد از آنھاسی و چھار توحہ در حالت حیات دادہ شدہ بود شش توحہ باقی را بہیئت حیات شدہ ایضائی موعودا داشت خدمت حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ العزیز را بدستخط مبارک خود عبارتے کہ قرین این مدعا بودہ باشد نوشته دادند حضرت وحدت قدس سرہ آن نوشته را بار بنی

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اعمال خود نمودند ہم مخدوم زادہ گان دستخط والد شریف خود را شناخت و حضرت حجت اللہ رضی اللہ عنہ بر پشت آن کہ کاغذ نوشتند۔ هذا هو الحق اليقين بلى الا ان اولياء الله لا يموتون بل ينقلون من دار الى دار۔

**ترجمہ:** آپ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد ۵۵ سال تک مسند ارشاد پر تشریف فرما رہے۔ اور ان میں سے چھ سال کے لئے آپ کے حکم پر مزید فوائد کے حصول کے لئے روانہ ہوئے۔ اور حضرت خواجہ عروہ و ثقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور مخصوص نسبت سے بہرہ ور ہوئے۔ فقیر نے آپ کے متعلق اپنے نانا حضرت شاہ عطاء اللہ رحمہ اللہ کی زبان مبارک سے سنا ہے انہوں نے یہ اپنے اکابر سے سنا تھا کہ حضرت خواجہ عروہ و ثقی رحمہ اللہ نے حضرت وحدت قدس اللہ سرہ سے وعدہ فرمایا کہ میں تمہارے اوپر چالیس توجہات کروں گا کہ جس سے تمہارے احوال میں اتنی ترقی ہوگی کہ ایک لمبی مدت میں اتنی ترقی حاصل کرنا محال ہے اس وعدہ کے مطابق ابھی ۳۴ توجہات کی تھیں کہ حضرت خواجہ عروہ و ثقی قدس سرہ کا وصال مبارک ہو گیا۔ اس واقعہ جانکے کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ وحدت قدس سرہ آپ کی قبر مبارک پر گئے وہاں جا کر عرض کیا کہ حضور آپ نے مجھ سے چالیس توجہ کا وعدہ کیا تھا ابھی ان میں سے ۳۴ مکمل ہوئی تھیں اور چھ رہتی تھیں کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور وعدہ مکمل نہ ہوا۔ امید ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو مکمل فرمائیں گے۔ آپ کو اشارہ ہوا کہ اس فقیر کی قبر کی طرف توجہ کر کے بیٹھو تاکہ وعدہ مکمل ہو جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ وعدہ حالت حیات کا تھا لہذا اب بھی حالت حیات میں یہ وعدہ مکمل ہونا چاہیئے۔ تو آپ کو پھر بتایا گیا کہ ہمارے پاس اس وقت آنا جب کوئی اور نہ ہو۔ تو حضرت نے اس وقت پر نظر رکھی اور جانا شروع کیا، وہاں جا کر دیکھا کہ آپ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لاتے ہیں اور توجہ فرماتے ہیں، چھ دن وعدہ کے مطابق ایسا ہی ہوتا رہا اور وعدہ مکمل ہو گیا۔

آخری دن آپ قلم سیاہی ساتھ لے گئے تھے فراغت کے بعد گزارش کی کہ آپ اپنے ہاتھ سے یہ تحریر فرمائیں کہ عبد الاحد کے پاس چالیس توجہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جن میں سے ۳۴ حالت زندگی میں اور باقی چھ وصال کے بعد حالت زندگی میں آکر مکمل چالیس کی ہیں۔ اور وعدہ مکمل کیا ہے۔ حضرت عروہ و ثقی قدس اللہ سرہ نے اپنے ہاتھ سے اس کے مطابق عبارت لکھ کر دستخط بھی کئے حضرت وحدت قدس سرہ نے اپنے تمام چچا زادوں کو یہ لکھا ہوا دکھایا، سب اپنے والد محترم کے خط کو جانتے تھے۔ حضرت حجت اللہ رحمہ اللہ نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا: یہ حق الیقین ہے کیوں نہیں اولیاء اللہ فوت نہیں ہوتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (تفسیر روح البیان، عمدۃ المقامات، ص ۳۶۰)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

مشائخ عظام وصال کے بعد بھی ذوق و شوق کے ساتھ اتصال رکھنے والے مریدین کی طرف توجہ فرماتے ہیں

الشیخ محمد امین الکرسی الاربلی الشافعی مذهباً النقشبندی مشرباً سیدنا شیخ ابو الحسن الخرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

ذكرنا سيدنا جلال الدين الرومي نصر الله وجهه في مثنويه أن الشيخ أبایزید خرج يوماً مع أصحابه إلى الصحراء ففي أثناء سيره حصل له حال عظيم بلغ منه ما بلغ واندعش منه أصحابه فلما رجع إلى نفسه سأله عن سبب ذلك فقال جاءني نفس عجيب من خرقان كالنفس الذي جاء للنبي صلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وسلم من قبل اليمن يبشرني بظهور رجل فيها من كبار الأولياء فسأله عن اسمه فقال اسمه أبو الحسن ونعته لهم بحليته ومقاماته وطريقته وأنه يكون أعلى منه مقاماً ثم بعد وفاته رضى الله تعالى عنه بسنين جاء رجل من خرقان إلى زاوية أبي يزيد فسأله أصحابه عن اسمه فأخبرهم أن اسمه أبو الحسن الخرقاني فنظروا إلى حليته فوجدوه كما قال أبو يزيد فعند ذلك ذكروا له أن الشيخ بشربه وأنه يكون من مريديه ويأخذ الطريق من مرقده الشريف فقال لهم اني رأيت أبایزید في المنام وأخبرني بمثل ذلك ثم ذهب أبو الحسن إلى تربة أبي يزيد وأخذ الطريق من روحانيته وصار يتردد كل صباح إلى مقامه ويمرغ وجهه بمبارك ترابه ويبقى واقفاً مع الحضور إلى وقت الضحى ويتلقى منه العلوم والمعارف الإلهية (قلت) وذلك بأن تتصل روح الحي الذي هو في دار الدنيا بروح من هو في البرزخ اتصالاً لا كيفياً ويقع التخاطب الروحاني بين المفيد والمستفيد ويخلق الله عز وجل للروح المستفيدة علماً ضرورياً بما تلقىه الروح المفيدة هذا إن كان المستفيد تام الصفاء والا نزلت روح المفيد إلى صورة مثالية وتقع حينئذ الاستفادة بتخاطب جسماني وجاء مرة للزيارة على العادة فرأى الثلج قد غمر المقام فغم لذلك وعزم على الانصراف فسمع صوتاً من قبل الشيخ أن أقبل الينا فجعل يخرق الثلج مندعشاً وحصل له في هذه المرة ترق عجيب ولم يزل كذلك حتى صار واحداً زمانه، انتهى-

امام جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثنوی شریف میں ذکر فرمایا ہے: ”تحقیق کے ساتھ کہ شیخ ابایزید ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سمیت صحراء کی طرف نکلے، اس سیر میں ان پر ایک عجیب حال طاری ہوا پس پہنچے جہاں تک وہ پہنچے اور ان کے اصحاب ان کے اس حال کو دیکھ کر ڈر گئے۔ جب یہ حال اُن سے رفع ہوا اور وہ اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آئے تو اُن کے اصحاب نے اُن سے اس کے سبب کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ایک عجیب روحانی شکل خرقان کی طرف سے آئی جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف یمن کی جانب سے آئی تھی اور مجھے بشارت دی کہ خرقان سے ایک شخص کبار اولیاء کرام میں سے ظہور فرمائے گا، تو ان کے اصحاب نے اُن (ظہور فرمانے والے شخص) کے نام کے بارے

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

میں دریافت کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا نام ابوالحسن ہوگا، اور اُن کا طریقہ اور ان کا مقام اور اُن کا حلیہ مبارک بیان فرمایا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اُن کا مقام مجھ سے اعلیٰ ہوگا۔ پھر آپ کی وفات کے چند سال بعد ایک شخص خرقان سے آپ (ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے آستانہ کی جانب آیا، تو ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مریدوں نے اُس کے نام کے بارے میں دریافت فرمایا۔ تو آپ نے اُن کو خبر دی کہ ”میرا نام ابوالحسن خرقانی ہے“۔ تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلیہ مبارک کو دیکھا تو سب نے اُن کو حضرت ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ حلیہ کے مطابق پایا۔ پس اس درمیان انہوں نے کہا کہ شیخ ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے بارے میں بشارت دی تھی کہ آپ ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں سے ہوں گے۔ اور آپ یہ طریقہ مبارک کہ شیخ ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر اطہر سے اخذ فرمائیں گے۔ تو ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے مجھے بھی یہ خبر اور بشارت دی۔ پھر ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف کی طرف تشریف لے کر آئے اور پھر یہ طریقہ مبارک کہ اُن کی روحانیت مبارک سے حاصل فرمایا۔ اور آپ مبارک ہر روز صبح کے وقت قبر اطہر کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور اپنے چہرہ مبارک کو ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کی مٹی کے ساتھ ملتے تھے اور حضور دائمی کے ساتھ وہاں پر ضحیٰ کے وقت تک کھڑے ہوتے اور علوم و معارف الہیہ اُن کی روحانیت مبارک سے حاصل کیا کرتے تھے۔ میں (الشیخ محمد امین الکردی الرملی) کہتا ہوں اور یہ علوم و معارف الہیہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اولیاء کرام کی قبور اطہر سے حاصل کرنا کہ جب دارِ دُنیا میں زندہ رہنے والے آدمی کی روح صاحبِ مزار کی روح سے بغیر کسی کیفیت کے متصل ہو جائے اور یہ مخاطب مرید اور مُرشد کے درمیان روحانی طور پر واقع ہوتا ہے۔ اور اللہ عزوجل مُرشد کی روح سے علم ضروری پیدا فرماتا ہے جو کہ مُرید کی روح کو تلقین کرتا ہے۔ اور یہ اُس وقت ممکن ہے جب مُرید کا باطن (رذائل اخلاق و باطنیہ سے) بالکل صاف ہو، وگرنہ مُرشد کی روح صورتِ مثالیہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت افادہ اور استفادہ جسمانی طور پر واقع ہو جاتا ہے۔ اور ایک مرتبہ عادت کے مطابق میں آپ (حضرت شیخ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی قبر اطہر کی طرف آیا، پس میں وہاں پر برف پائی جس نے قبر اطہر کو ڈھانپا ہوا تھا۔ پس اس حالت کو دیکھ کر میں بہت غمگین ہوا، اور میں نے واپس جانے کا پختہ ارادہ کیا۔ پس میں نے آپ کی قبر اطہر سے ایک آواز سنی: میری طرف آؤ، پس میں نے ڈر ڈر کر اس برف کو ہٹانا شروع کیا۔ اُس وقت میں نے عجیب ترقیات پائیں۔ اور یہ اُس وقت تک رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمانہ کے اولیاء اللہ میں شامل فرمادیا۔“<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (المواہب السرمیدیہ فی مناقب النقبیندیہ، ص ۲۶، ۲۷، مکتبہ مطبع السعادیہ، مصر)



(۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

خشک لکڑی پر توجہ کا اثر:

حضرت علامہ امام یوسف اسماعیل نہانی لکھتے ہیں:

قال قدس الله سره رأيت الكعبة المطهرة تطوف بي تشریفاً منه تعالى وتكريماً لي، وقال ان الله اعطاني قوة عظيمة من امر الهداية بحيث لو توجهت الى خشبة يابسة لا خضرت۔

یعنی حضرت امام مجد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کعبہ مطہرہ کو دیکھا کہ اللہ کریم کی عطا فرمودہ میری عظمت کو دیکھ کر وہ میرا طواف کر رہا ہے اللہ کریم نے مجھے ہدایت کے معاملہ میں عظیم قوت عطا فرما رکھی ہے اگر میں خشک لکڑی پر توجہ ڈالوں تو وہ سبز ہو جائے۔<sup>1</sup>

اللہ تعالیٰ کی عنایت اور شیخ کی توجہات کے باعث خاص استعداد و قوت حاصل ہونا

الشیخ محمد امین الکرسی الاربلی الشافعی مذہباً النقشبندی مشرباً سیدنا شیخ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

قال ورأيت بخط الشيخ محمد پار ساء انه سمع الشيخ علاؤ الدين قدس الله سرهما في مرض موته يقول: ان لي بعون الله تعالى وببركة سيدنا شاه نقشبند قوة لو توجهت الى جميع الخلائق لجعلتهم من الواصلين۔

اور فرمایا کہ میں نے محمد پار ساء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خط مبارک کو دیکھا جو شیخ محمد پار ساء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اُن کے مرض الموت کے وقت سنا۔ شیخ علاؤ الدین فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی برکت سے مجھے ایک ایسی قوت حاصل ہے، اگر میں تمام خلایق کی طرف توجہ کر لوں، تو میں اپنی توجہ سے سب کے سب کو واصلین میں سے بنادوں۔<sup>2</sup>

توجہ میں اثر ہے یا نہیں؟

حضرت علامہ شیخ بدر الدین نقشبندی مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

وقتے کہ حضرت ایشان قدس سرہ دے راحلت دادہ رخصت بوطن مالوف کردند، گویند کہ در اثنائے راہ بخاطرش رسید کہ حضرت ایشان مرا احبازت تعلیم طریقہ فرمودند، در طالبان تصرف باید کرد۔ بارے بیاز مایم کہ مرا قوت و قدرت

<sup>1</sup> (جامع کرامات اولیاء ج ۱ ص ۴۹۲)

<sup>2</sup> (المواهب السرمیدیة فی مناقب النقشبندیة، ص ۱۴۵، مکتبۃ مطبع السعادة، مصر)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

تصرف ہست یا نہ و توجہ من اثرے دارد یا نہ، ناگاہ ڈولی دختر کافرے کہ وے کہ خدا کردہ می بردند بنظر افتاد، تصرف را بروے سردا دم، بالفور آن عروسہ قطع نظر از حیائے کہ دختران را می باشد کردہ و بے اختیار شدہ از ڈولی خود را انداختہ بجانب شیخ بشناخت و خود را بر قدم وے انداخت۔ شیخ، نظر باثارت فتنہ کردہ مطلب کہ تجربہ توجہ بود حاصل نمودہ تصرف خود را ازوے بازداشت، همان ساعت وے حیاء نمود بازگشت و در ڈولی نشست۔

حضرت امام مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جب آپ (شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمہ اللہ) کو خلافت دے کر آپ کے وطن مالوف کی طرف رخصت کیا تو کہا جاتا ہے کہ آپ کو خیال آیا کہ جب حضرت نے مجھے تعلیم طریقہ کی اجازت دی ہے تو طالبوں میں تصرف کرنا چاہیے میں آزما کر دیکھوں کہ مجھے تصرف کی قوت اور ادرت ہے بھی یا نہیں اور میری توجہ میں اثر ہے یا نہیں ہے، اتفاق سے ایک کافر لڑکی کی ڈولی پر کہ جس کی ابھی شادی ہوئی تھی نظر پڑی میں نے اس پر تصرف کیا تو اس دلہن نے حیاء شرم جو لڑکیوں کو ہوتی ہے ترک کر کے فوراً بے اختیار ہو کر ڈولی میں سے چھلانگ لگائی اور شیخ کی طرف دوڑی ہوئی آئی اور ان کے قدموں پر گر پڑی، شیخ نے فتنے کو فرو کرنے کے لئے اور اپنا مطلوب جو توجہ کے تجربے کے لئے تھا، حاصل کر کے اس کی طرف سے اپنا تصرف واپس کر لیا تو اسی وقت اس کی حیاء واپس آگئی اور وہ پلٹ کر ڈولی میں بیٹھ گئی۔<sup>1</sup>

### توجہ سے جذبہ، شوق اور رونے کی حالت ہو جانا:

حضرت خواجہ محمد عبدالکریم نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض اوقات آپ کی توجہ کی یہ حالت ہوتی کہ تلقین کرنے کے بعد اسی وقت آدمی بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اور جو بے ہوش نہیں ہوتے تھے، تو ان کے دل میں ذکر کا جوش اور عجیب حالت اور شہود حق کا ظہور ہوتا تھا۔ اکثر اوقات، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ توجہ میں مولانا غلام نبی اور سید جماعت علی شاہ صاحب بیٹھتے تھے، اور شاہ صاحب کی یہ حالت تھی کہ جس کی طرف توجہ کرتے تو اس کو اسی وقت جذبہ و شوق و گریہ ہو جاتا تھا۔ حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر آپ کی نظر مہربانی بہت تھی۔ جس روز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو تلقین فرمایا اور باطنی توجہ سے معمور فرمایا تو حافظ صاحب کی یہ حالت تھی کہ مثل ماہی بے آب زمین پر تڑپتی تھی۔ ایک برس تک ان کی یہی حالت رہی، اور تلقین کے بعد اسی وقت آپ نے تاج مبارک ان کے سر پر رکھا اور موزون کیا جس وقت مولانا و مرشد ناراولپنڈی تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا سیدی رحمۃ

<sup>1</sup> (حضرات القدس ج ۲ ص ۳۲۰)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اللہ تعالیٰ علیہ آپ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت جلدی موزون کیا ہے، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا میں حکم کا بندہ ہوں اور نیز شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت اور علم و حلم مجھے کو پسند آیا۔<sup>1</sup>

باتوں کے مفید و نفع بخش ہونے کے لئے توجہ کا مفید و نفع بخش ہونا لازمی ہے

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد قال العارفون رضي الله عنهم: من لا ينفع لحظه لا ينفع قوله۔

یعنی ”جس کی توجہ نافع نہیں، اس کی باتیں بھی نفع نہیں دے سکتیں۔“

فالعارف من يسلك الناس وهم في حرقهم

یعنی ”پس عارف وہ ہے جو لوگوں کو ان کے کاروبار کی مشغولی ہی میں سلوک طے کرا دے۔“<sup>2</sup>

مردہ دلوں کو توجہ سے زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

کہ پیر دل مردہ را زندہ گردانیدہ است و ب مشاہدہ و مکاشفہ رسانیدہ (است) نزد عوام، احیای جدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلی و روحی، برہان رفیع الشان است (خواجہ محمد پارسا)۔ قدس سرہ در رسالہ (قدسیہ) می فرماید کہ احیای جدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اہل اللہ از آن احیای اعراض نمودہ ب احیای روحی پرداختہ اند و متوجہ احیای دل مردہ طالب گشتہ اند و الحق کہ احیای جدی نسبت ب احیای قلی، کالمطروح فی الطریق است و نظر ب این، داخل عبث چہ، این احیای سبب حیات چند روزہ است و آن احیای، وسیلہ حیات دائمی است، بلکہ گوئیم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مر حلق را ب حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ہای حق۔ جل سلطانہ۔ و احیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بہم یطرون و بہم یرزقون) در شان شان است کلام شان دواست و نظر شان شفا۔ ہم جلساء اللہ و ہم قوم لا یشقی جلیسہم ولا یخیب انیسہم۔

<sup>1</sup> (ہدایۃ الانسان الی سبیل العرفان، ص ۱۱۲)

<sup>2</sup> (الانوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ، ص ۹۹)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

یعنی ”پیر نے اس کے مردہ دل کو زندہ کرنا عظیم ہے۔ اور خواص کے نزدیک روحانی اور قلبی طور پر زندہ کرنا بڑی بلند مرتبہ دلیل ہے۔ خواجہ محمد پار ساقدس سرہ اپنے رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ جسم کو زندہ کرنا چوں کہ اکثر آدمیوں کے نزدیک معتبر ہے۔ اللہ والوں نے اس طرح زندہ کرنے سے منہ موڑا ہے، اور روحانی طور پر زندہ کرنے میں مشغول ہوئے اور طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسم چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں اور زمانے کے لئے غنیمت ہیں۔ (بہم **یمطرون وبہم یرزقون**) ”ان ہی کے سبب بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کے ذریعے لوگوں کو رزق ملتا ہے“ ان ہی کی شان میں ہے۔ ان کی گفتگو دوا ہے اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلس ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا، اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔“<sup>1</sup>

### اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کا آسان طریقہ

الشیخ محمد امین الکردی الاربلی الشافعی مذہباً التقشبدی مشرباً الشیخ علی الرامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وقال قدس سرہ ینبغی للسالك ان یکثر من المجاہدات والریاضات لیحصل الاحوال والمقامات وھنالک طریق آخر اوھو ان یسعی فی تحصیل المحبة قلوب الاولیاء لہ فان قلوب ھذہ الطائفة العلیہ موارد الحکم الالہیۃ فیدرک ذلک نصیباً منھا وتظہر احوالہم علیہ۔

الشیخ علی الرامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ سالک کے لئے مناسب ہے کہ اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کے لئے کثرت سے مجاہدات و ریاضات کرے۔ لیکن اس کے لئے ایک دوسرا آسان طریقہ بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اولیاء کرام کے قلوب کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کریں۔ پس ان طائفہ عالیہ کے جو قلوب ہیں حکم الہیہ کے موارد ہیں (یعنی اللہ جل و علا شانہ کے فیضان، انوار و تجلیات ان کے قلوب پر وارد ہوتی ہیں)۔ پس یہ سالک اُس محبت کی وجہ سے اپنا حصہ پالے گا اور ان طائفہ عالیہ کے احوال اس پر ظاہر ہو جائیں گے۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (مکتوبات امام ربانی، ج ۲ مکتوب ۹۲، ص ۲۸۲)

<sup>2</sup> (المواہب السرمدیۃ فی مناقب النقشبندیۃ، ص ۹۹، مکتبۃ مطبعة السعادیۃ، مصر)

(۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اللہ والے کے وضو کے پانی کی چھینٹوں سے بے خودی طاری ہوئی

شیخ روز بہان کبیر مصری رحمہ اللہ گزرونی الاصل ہیں مگر مصر میں سکونت اختیار فرمائی اور یہیں آپ سے رشد و ارشاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ اکابر صوفیاء اور اعظم اولیاء اللہ سے ہیں۔ حضرت ابو النجیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختص لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت جامی فرماتے ہیں:

”از مریدان شیخ ابو النجیب سہروردی است“<sup>1</sup>

اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”و شیخ روز بہان نسبت بحضرت ابو النجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارد“<sup>2</sup>

آپ اکثر عالم استغراق میں رہتے تھے۔

”در اکثر اوقات در مقام استغراق می بودہ“

مگر باوجود اس کے شریعت کی اتباع و پابندی سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے تھے۔

مصر میں آپ کی خانقاہ شریف فقر اور ویشوں کے لئے مرکز تھی۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور ایک مدت تک آپ کی تربیت حسب تعلیم و تلقین آپ کے ریاضات کرتے رہے۔ شیخ روز بہان کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی مرتبہ آپ کو خلوت میں بٹھایا اور آپ سے متعدد چلے اور اربعین کرائے۔<sup>3</sup>

اور لطائف اشرفی صفحہ ۷۵ پر ہے:

”تکمیل و تحصیل سلوک الہی و عبور بر مقامات نائناہی بحضرت شیخ روز بہان کبیر

میرشد۔“

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت میں مصر پہنچا اور شیخ روز بہان کی خانقاہ میں داخل ہوا تو شیخ کے تمام مریدان و اصحاب کو مشغول و مراقب پایا۔ میری طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی اور صرف اپنے کام میں مصروف رہے۔ میں نے کسی دوسرے شخص سے دریافت کیا کہ شیخ کون اور کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ شیخ خانقاہ سے باہر

<sup>1</sup> (نفحات ص ۳۸۰)

<sup>2</sup> (لطائف اشرفی ص ۳۷۶)

<sup>3</sup> (نفحات الانس ص ۱۲)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

وضو فرما رہے ہیں۔ میں اس جگہ پہنچا تو دیکھا کہ شیخ تھوڑے سے پانی میں وضو کر رہے ہیں۔ میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ شیخ کو یہ مسئلہ شاید معلوم نہیں کہ اتنے قلیل مقدار پانی میں وضو جائز نہیں ہے۔ پھر ایسا شخص جسے ایسا مسئلہ بھی نہ معلوم ہو، شیخ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ادھر شیخ کو انکشاف ہو گیا۔ آپ نے وضو کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو میرے منہ پر لا کر چند چھینٹیں دیں، پانی کی چھینٹیں میرے چہرے پر پڑنا تھیں کہ مجھ پہ بے خودی طاری ہو گئی۔ شیخ اپنی خانقاہ میں آئے اور دو رکعات شکرانہ وضو ادا فرمانے لگے۔ میں کنارہ پہ کھڑا رہا کہ نماز سے فارغ ہوں تو میں سلام کروں اور قدم بوس ہوں اسی درمیان میں مجھ پر بے خودی طاری ہو گئی اور میں اس عالم سے گزر گیا۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے۔ لوگ گرفتار ہو کر اس میں ڈالے جا رہے ہیں۔ اور جہنم کے اوپر ایک پشتہ ہے جس پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس بزرگ سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ بالکل رہا کر دیا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو اس آگ میں جھونک دیا جاتا ہے۔ ناگاہ مجھے بھی فرشتے گرفتار کر کے دوزخ کی طرف لے چلے۔ میں کہنے لگا کہ مجھے اس بزرگ سے تعلق ہے۔ میری زبان سے یہ کلمہ سن کر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں اس پشتہ کے اوپر پہنچا، دیکھا شیخ روز بہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہیں اور وہ بزرگ آپ ہی ہیں جن کے دامن پاک کے تعلق کی وجہ سے لوگ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ شیخ روز بہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے میری پشت پر ایک دھول ماری جس کی وجہ سے میں منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ شیخ نے دھول لگاتے ہوئے فرمایا: ”پیش ازین اہل حق را انکار کن؟“ یعنی بے سمجھے پہلے ہی سے اہل حق پر انکار کیا؟ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی میں اس عالم سے عالم ہوش و حواس میں آیا اور اپنے آپ کو زمین پر پڑا پایا۔ اور شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تحیۃ الوضو سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں دوڑ کر قدموں پر جاگرا۔ شیخ نے عالم شہادت میں بھی اسی طرح ایک دھول مجھ پر رسید کی اور وہی جملہ فرمایا کہ ”پیش ازین اہل حق را انکار ممکن“ اس وقت میرے قلب سے تمام خیالات و وساوس اور ساری کدورتیں دور ہو گئیں۔<sup>1</sup>

حضرت شیخ روز بہان کبیر مصری قدس اللہ سرہ نے حضرت شیخ ابوالنجاہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنی صاحبزادی سے شادی بھی کروادی تھی جن کے بطن مبارک سے حضرت نجم الدین کبریٰ کی متعدد اولاد ہوئی۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (نفحات الانس ۳۸۳ تا ۳۸۸)

<sup>2</sup> (نفحات ص ۳۸۰، بحوالہ تذکرۃ حضرت ابوالنجیب عبدالقادر السہروردی رحمۃ اللہ، صفحہ ۱۴۶)

## توجہ قسری:

خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان مجددی، قدس سرہ، فرماتے ہیں:

درین سال حضرت ایشاں توجہ قسری بفرزند چہارم حضرت خواجہ محمد اشرف دادند توجہ قسری آرا گونید کہ دریک توجہ سالک را شیخ کامل از بستہ اتانہا برساند حضرت خواجہ محمد اشرف در بیاض بدستخط خود در تم نموده اند کہ حضرت ایشاں در کوشک نشسته بودند مرا فرمودند سال در زندگانی من باقی مانده است با توجہ بر تو بکنم کہ تا حال پنج کس بر پنج مریدے نکرده باشد و بعد ازین نیز نکلند و مر القاء نسبت کردند و توجہ کامل دادندی فرمودند دریک توجہ مارا بمنہ تائے کمالات الہی مافوق آن متصور نباشد رسانیدن و تمامی این مقامات ولایت صغریٰ و کبریٰ و علیا و کمالات نبوت و کمالات رسالت و حقیقت کعبہ و حقیقت قرآن و حقیقت صلوات و ملاحات و صباحت و غیرہ باستقلال تمام در ہمہ نوقت مر حاصل شد و جمیع این مقامات در فہمیدم الحمد للہ علی ذلک۔

اس سال حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے چوتھے فرزند خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر توجہ قسری کی۔ توجہ قسری کا مطلب یہ ہے کہ ایک توجہ میں شیخ کامل کو ابتداء سے لے کر انتہا تک پہنچا دیتا ہے حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بیاض میں خود اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں کہ حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ محل میں بیٹھے تھے۔ مجھے فرمایا کہ اب میری زندگی کا صرف ایک سال اور ہے آؤ! میں تم پر ایسی توجہ کروں کہ اب تک کسی نے اپنے مرید پر نہ کی ہو۔ اور نہ آئندہ کوئی کرے۔ پھر مجھے القاء نسبت کیا اور کامل توجہ دے کر فرمایا کہ ہم نے تمہیں کمالات الہی کے انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ جس کے آگے وہم و خیال میں نہیں آسکتا۔

آنحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ولایت صغریٰ، کبریٰ، علیا اور کمالات نبوت و کمالات رسالت، حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن اور حقیقت صلوة اور صباحت و ملاحات و غیرہ سب کچھ ایک ہی وقت میں مجھے حاصل کروا دیئے۔ چنانچہ ان تمام مقامات کا احساس میں اپنے آپ میں کرنے لگا۔ الحمد للہ علی ذلک۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (روضۃ القیومیہ، ج ۲، ص ۲۴۱)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، فرماتے ہیں:

قدسیہ: حضرت حق سبحانہ از عنایت بے عنایت خویش این درویش را انتقد و بخشیدہ است کہ اگر باین چوب خشک ہمت گمارم جہانے ازوے منور گردد، اما این آخر زمان مرضی دادار جہان در اظہار آن نمی یابم۔

قدسیہ: آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت سے اس فقیر کو اتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پو توجہ دوں تو یہ عالم اس سے منور ہو جائے گا لیکن اس آخر زمانے میں اس طرح کی توجہ کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے۔<sup>1</sup>

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ توجہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

و للنفقشبنديہ تصرفات عجيبه من جميع الهمه على مراد فيكون على وفق الهمه والتاثير في الطالب ودفع المرض عن المريض وافاضة التوبه على العاصي والتصرف في قلوب الناس حتى يحبوا ويعظموا وفي مداركهم حتى تتمثل فيها واقعات عظيمة والاطلاع على نسبة اهل الله من الاحياء واهل القبور والاشراف على خواطر الناس وما يخلج في الصدور وكشف الوقائع المستقبله ودفع البلية النازلة وغيرها ونحن نبهك على نموذج منها۔

ترجمہ: نقشبندیوں کے عجیب تصرفات ہیں ہمت باندھنا کسی مراد پر وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تاکہ وہ محبوب اور معظّم ہو جاویں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تاکہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر خواہ زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اسے کتاب کے دیکھنے والے ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے۔

طریقہ تاثیر طالب یعنی توجہ دادن: سالک کو توجہ کرنے کا طریقہ

اما هذه التصرفات عند كبر آئهم اصحاب الفناء في الله والبقاء به فلها شأن عظيم واما عند سائرهم فالتاثير في الطالب ان يتوجه الشيخ الى نفسه الناطقة ويصادمها بالهمه التامة القوية ثم يستغرق في نسبتہ بالجمعية وهذا بعد ان تكون نفس الشيخ حاملة لنسبة من نسب القوم وكانت ملكة راسخة فيها فتنتقل نسبتہ الى الطالب على حسب

<sup>1</sup> (حضرات القدس، ص، ۶۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، حضرات القدس، ج ۲، ص، ۱۸۰)



## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

استعدادہ ومنہ من يشوب بهذا التوجه الذكر والضرب على قلب الطالب واذا غاب الطالب فانهم يتخيلون صورته ويتوجهون اليها۔

**ترجمہ:** اور اس قسم کے تصرفات کاملین نقشبندیوں کے نزدیک جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے لوگ ہیں تو انکی تو اور شان عظیم ہے اور اکابر کے سوا باقی متوسطین کے نزدیک طالب میں تاثیر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مرشد طالب کے نفس ناطقہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی پوری قوی ہمت سے ٹکرائیں چھڑ ڈوب جائیں اپنی نسبت میں جمعیت خاطر سے اور یہ تصرف اس کے بعد ہو گا کہ نفس مرشد کسی نسبت کا حامل ہو ان بزرگوں کی نسبتوں میں سے اور اس نسبت کا اس کو ملکہ راستہ ہو کہ ہر دم اس کے قابو میں ہو پھر مرشد کی نسبت طالب کی طرف منتقل ہوگی اسکی لیاقت اور استعداد کے موافق اور بعضے نقشبندی اس توجہ کی ساتھ ذکر کو اور طالب کی دل پر ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں اور جب کہ طالب غائب ہو تو اس کی صورت کو خیال کرتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی غائب کو توجہ دیتے ہیں اس کی صورت کو تصور کر کے۔

### حقیقت ہمت:

واما الهمة عن اجتماع الخاطر وتأكد العزيمة بصورة التمني والطلب بحيث لا يخطر في القلب خاطر سوى هذا المراد كطلب الماء للعطشان واخبرني من اتق به ان من الشيوخ من يشتغل بالنفي والاثبات ويعني به لا اراد بهذه الافة او لا راق او ما يناسب هذا الا الله فانه الفاعل بهذا الفعل۔

**ترجمہ:** اور ہمت تو عبارت ہی اجتماع خاطر اور قصد کے مضبوط ہو جانے سے بصورت آرزو اور طلب کے اس طرح پر کہ دل میں کوئی خطر نہ سماوے سوا اس مراد کے جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اور مجھ کو خبر دی اس نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے کہ بعضے شیوخ نفی اور اثبات میں مشغول ہوتے ہیں اور لا الہ الا اللہ سے یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آفت کاٹانے والا نہیں اور کوئی روزی دینے والا نہیں یا اس کے مناسب جو مدعا ہو سوائے اللہ کے۔

### توجہ کے ذریعے سبب مرض:

واما رفع المرض فعبارة عن ان يتخيل نفسه المريض وان به هذا المرض ويجمع الهمة بحيث لا يخطر في قلبه خطرة دون هذا فان المرض ينتقل اليه وهذا من عجائب صنع الله في خلقه۔

**ترجمہ:** اور بیماری کا دور کرنا اس سے عبارت ہے کہ مرد صاحب نسبت اپنی ذات کو بیمار خیال کرے اور یہ جانے کہ یہ بیماری مجھ میں ہے اور اس پر ہمت کو جمع کرے اس طرح پر کہ اس کے دل میں کوئی خطر نہ آوے سوائے اس تصور کے تو مریض کی بیماری اس شخص کی طرف منتقل ہو جاوے گی اور یہ امر عجائبات قدرت اور صنعت ایزدی سے ہے اس کی خلق میں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کی برکت سے ایک صاحب دل کے عجب کا علاج:

جیسے ظاہری مرض کی طرف اگر شیخ متوجہ ہو جائے اور اس بندے سے ظاہری بیماری دفعہ ہو جاتی ہے اسی طرح باطنی بیماریاں جو کہ تقریباً نانوے ہیں وہ بھی شیخ کامل کی توجہ کی برکت سے ختم ہو جاتی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں ایک صاحب دل سید صاحب حاضر ہوئے، ان کا دل ایسا ذرا کھٹا کہ پاس بیٹھنے والے بھی ذکر کی آواز سنتے تھے، خصوصاً جب وہ سوتے تھے تو دور دور تک ذکر کی آواز سنائی دیتی تھی اور ان کو بعض مشائخ سے خلافت بھی حاصل تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی اسی توقع سے حاضر ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ صاحب استعداد ہیں مگر غلبہ ذکر اور خلافت مشائخ نے ان کو عجب و غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور ان کی راہ ترقی مسدود ہو گئی ہے، لہذا ان کا علاج ان کے حالات سلب کر لینے سے ہو گا۔ چنانچہ دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت نے ان کے حالات سلب کر لئے۔ سید صاحب نے جب اپنے کو بے حال پایا تو بہت پریشان ہوئے، گریہ وزاری شروع کی اور اشک حسرت آنکھوں سے جاری ہو گئے، لیکن حضرت نے ان کے حال پر ذرا التفات نہ کی۔ جب چند روز کے بعد ان کے دماغ سے عجب و پندار نکل گیا اور روتے روتے بری حالت ہو گئی تو حضرت نے ان کو خلوت میں طلب فرما کر ایسے مقامات عالیہ پر پہنچا دیا کہ اس کا پہلا ذکر ان کے مقابلے میں زینہ اول حیثیت بھی نہ رکھتا تھا، وہ سید صاحب خود بھی اپنی پہلی حالت کے نقص کے معترف ہو گئے۔<sup>1</sup>

### طریقہ توبہ بخشی:

واما افاضۃ التوبۃ فصورۃ ان یتخیل نفسہ ذلک العاصی بعد ان اثر فیہ نوع تاثیر کان نفسہ افاضت الی نفسہ ووقع بین النفسین اتصال ماثم یستأنف فیندم ویستغفر اللہ فان ذلک العاصی یتوب عن قریب۔

ترجمہ: اور افاضہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ صاحب نسبت اس عاصی شخص کے نفس کا تصور کرے بعد اس کے کہ کچھ اس میں تاثیر کرے اس طرح پر کہ گویا اس کی ذات اس کی ذات سے مل گئی اور دونوں میں اتصال پیدا ہو گیا پھر ندامت کا اظہار کر کے حق تعالیٰ سے استغفار کرے تو اس سے وہ عاصی بھی جلد توبہ کرے گا۔

<sup>1</sup> (زبدۃ المقامات ص ۸۷، حضرات القدس دفتر دوم ص ۱۳۶)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

### طریقہ تصرف قلوب:

والتصرف فی قلوب الناس حتی یحبوا او مدار کھم حتی یتمثل فیها الواقعات صورته یصادم نفس الطالب بقوة الهمة ویجعلها متصلة بنفسه ثم یتخیل صورة المحبة او الواقعة یتوجه الیها بجامع قلبه فان المتوجه الیه یتاثر ویظهر فیہ الحب وتتمثل له الواقعة۔

**ترجمہ:** اور تصرف کرنا لوگوں کے دل میں تاکہ ان میں محبت آجائے یا ان کی محل ادراک میں تصرف کرنا تاکہ ان میں واقعات متمثل ہو جاویں اس کا طریقہ یہ ہے کہ بقوت ہمت طالب کے نفس سے لڑے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا واقعے کی صورت کو خیال کرے اور ان کی طرف متوجہ ہو اپنے دل کی جمعیت سے تو اس میں اثر ہو گا جس کی طرف ہو اور اس میں محبت ظاہر ہو جاوے گی اور واقعہ اسکے ذہن میں صورت پکڑ جاوے گا۔

### طریقہ اطلاع نسبت اہل اللہ:

واما الاطلاع علی نسبة اهل الله فطریقہ ان یجلس بین یدیه ان کان حیا او عند قبره ان کان میتا ویفرغ نفسه عن کل نسبة ویفرض بروحه الی روح هذا الشخص زمانا حتی یتصل بہا ویختلط ثم یرجع الی نفسه فکل ما وجد من کیفیة فهو نسبة هذا الشخص لامحالة۔

**ترجمہ:** اور اہل اللہ کی نسبت سے مطلع ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کے سامنے اگر وہ زندہ ہو یا اس کی قبر کے پاس بیٹھے اگر وہ مردہ ہو اور اپنی ذات کو ہر نسبت سے خالی کر ڈالے اور اپنی روح کو اس کی روح پہنچاوے چند ساعت یہاں تک کہ اس روح سے متصل ہو اور مل جاوے پھر اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پاوے تو البتہ وہی اس شخص کی نسبت ہے۔

### طریقہ اشراق خواطر:

واما الاشراق علی الخواطر فطریقہ ان یفرغ نفسه ان کل حدیث و خاطر ویفرض بنفسه الی نفس هذا الشخص فان اختلج فی نفسه حدیث من قبیل الانعکاس فهو خاطر۔

**ترجمہ:** اور اشراق خواطر یعنی دل کی باتوں کے دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اپنی ذات کو ہر بات اور ہر خطرے سے خالی کرے اور اپنے نفس تک پہنچا دے پھر اگر اس کے دل میں کچھ کھٹکے اور کوئی بات معلوم ہو بطریق پر تو پڑنے کے تو وہی بات اس کے دل کی ہے۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

طریقہ کشف و قانع آئندہ: آئندہ کے حالات کا کشف حاصل کرنا:

و اما کشف الوقائع المستقبلية فطريقه ان يفرغ نفسه عن كل شيء الا انتظار معرفة هذه الواقعة فاذا انقطع عنه كل حديث وكان الانتظار كطلب الماء للعطشان جعل يربو بنفسه زمانا بعد زمان الى الملاء الاعلى او السافل بقدر استعدادہ ويتجر داليهم فانه عن قريب ينكشف عليه الامر بهتف هاتف او رؤية واقعة في اليقظة او رؤيا في المنام۔

ترجمہ: اور آئندہ آنے والے واقعات کے کشف کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو خالی کرے ہر چیز سے سوائے اس واقعے کے دریافت کے انتظار کے پھر جب اسکے دل سے ہر خطرہ منقطع ہو جاوے اور انتظار اس مرتبہ پر ہو جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اپنی روح کو ساعت بساعت ملائ اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرنا شروع کرے بقدر اپنی استعداد کے اور ان ہی کی طرف ایک سو ہو جاوے تو جلد اس پر حال کھل جاوے خواہ ہاتف کی آواز سے یا جاگتے میں اس واقعہ کو دیکھ کر یا خواب میں۔

طریقہ دفع بلا:

و اما دفع البلية النازلة فطريقه ان يتخيل تلك البلية بصورتها المثالية ويتخيل مصادمتها ودفعها بقوة ثم يجمع همته على ذلك ويربوا بنفسه زمانا بعد زمان الى حيز الملاء الاعلى او السافل ويتجر داليهم فانه عن قريب تندفع۔  
والله اعلم۔

و شرط هذه التصرفات وما يجري مجراها اتصال نفس الموتر فيه والامام بها والافضاء اليها والاصحاب التجريد من غواشي البدن يعرفون هذا الاتصال ويقدرّون على تحصيله والله اعلم وهذا الذي ذكرنا من الاشغال هو الذي كان يختار سيدي الوالد قدس سره۔

ترجمہ: اور آنے والی مصیبتوں کے دفع کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس بلا و مصیبت کو اس کی صورتِ مثالی کے ساتھ خیال کرے اور اس کی مصادمت اور دفع کرنے کو بقوتِ تمام خیال کرے پھر اپنی ہمت کو اس پر مجتمع کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملائ اعلیٰ یا ملائ سافل کے مکان کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جاوے تو عنقریب وہ دفع ہو جاوے گی۔ واللہ اعلم۔

اور ان تصرفات کی شرط اور جو ان کے قائم مقام ہیں متصل کرنا ہے اثر دینے والے کے نفس کو اس کے نفس سے جس میں تاثیر کرنا منظور ہے اور ملا دینا اس کے ساتھ اور اس تک پہنچا دینا اور جو لوگ کہ بدن کے حجابوں سے پاک ہو گئے ہیں وہ اس اتصال کو جانتے ہیں اور یہ وہ اشغال ہیں کہ وہ اسکے حصول پر قادر ہیں واللہ اعلم اور یہ جو اشغال ہم نے ذکر کیے ہیں جن کو ہمارے والد مرشد پسند کرتے تھے۔<sup>1</sup>

<sup>1</sup> (شفاء العليل القول الجميل ص: ۱۱۱ تا ۱۱۹)

(۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

ایک مرید کے دل سے غیر عورت کی محبت کا دور کرنا اپنی توجہ کی برکت سے:

خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے خواجہ جمال الدین حسین اپنے والد بزرگوار کے حکم سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوئے۔ فرماتے تھے کہ جب میں خدمت عالی میں حاضر ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو ذکر کی تعلیم دے کر توجہ فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا: میں تمہارے دل میں کسی عورت کی محبت کا نقش ایسا جما ہوا پاتا ہوں جس طرح کہ پتھر مٹی میں، سچ کہو کیا بات ہے جب تک کہ اس کی محبت کا نقش تمہارے دل سے نہ نکل جائے گا خدا کی محبت سے تم مستفیض نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا کہ پھوپھی کی کنیز سے میرا تعلق ہے اور میں اس کا شیفہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے توجہ فرمائی اور اس کے تعلق سے میرے دل کو پاک کر دیا۔ اس کی محبت میرے دل سے اس طرح جاتی رہی گویا کبھی اس سے الفت ہی نہ تھی۔<sup>1</sup>

آپ کی توجہ کا اثر:

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ابھی حضرت کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا، میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر کے یہ راز دریافت کیا ”کہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت میں غیر صحابی کامل اولیاء سے افضل ہوئے کیا اسی ایک صحبت میں ان پر کوئی ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ جس کے باعث وہ تمام اولیاء سے افضل ہو گئے۔“ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا ”اس سوال کا حل صحبت و خدمت سے تعلق رکھتا ہے“ اس درویش کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوا، اول ہی صحبت میں مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ اس کی شرح بیان میں نہیں آسکتی۔ آخر اسی روز حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا ”آج ہی تمہاری صورت حال کچھ اور ہو گئی ہے اسی سے اپنے سوال کا حل سمجھ سکتے ہو۔“<sup>2</sup>

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

عرض داشت کمترین بندگان احمد آنکہ مرشد علی الاطلاق جبلّ شانہ بہ برکتِ توحبہ  
عالی بہر دو طریق جذب و سلوک تربیت فرمود و بہر دو صفت جمال و جلال مربی ست حال  
جمال عین جلال ست و جلال عین جمال۔

<sup>1</sup> (زبدۃ المقامات ص ۱۳-۱۴)

<sup>2</sup> (زبدۃ المقامات ص ۲۷۸)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** حضور کا کترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ مطلق طور پر ہدایت کرنیوالے یعنی اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے آنجناب کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جمال و جلال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی ہے۔ اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال ہے۔

**شرح:** ابتداء مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ”رشد علی الاطلاق“ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ کیونکہ رشد و ہدایت دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے اور وہی حقیقی طور پر مرشد و ہادی ہے بندگانِ خدا پر لفظ مرشد و ہادی کا اطلاق مجازاً ہے۔

بعد ازاں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے متعلق جذبہ و سلوک کے دونوں طریقوں اور جمال و جلال کی دونوں صفتوں سے تربیتِ باطنی کی نعمت حاصل ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ اس مضمون کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ **وباللہ التوفیق**

### جذبہ و سلوک کیا ہے۔۔؟

**جذبہ:** جذبہ، سیرِ انفسی کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشدِ کامل کی توجہات سے سیرِ انفسی میں عالمِ امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائفِ اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں یہ کیفیتِ جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

**سلوک:** سلوک سیرِ آفاقی کا نام ہے۔ مرشدِ کامل کی ہدایت کے مطابق اتباعِ سنت و شریعت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے طہارتِ نفس و عناصر حاصل کرنا سیرِ آفاقی ہے۔ اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

جذبہ سلوک سے مقدم ہو تو ایسے مرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ اگر سلوک جذبے پر مقدم ہو تو ایسے مرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ حضراتِ نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اسی لئے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اسی لئے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنیٰ مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابندِ شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

## اقسام جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جذبہ ہدایت (۲) جذبہ نہایت

جذبہ ہدایت کو جذبہ صوری اور جذبہ نہایت کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں۔ جذبہ ہدایت سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا خصوصی فیضان ہے۔ اندراج النہایت فی البدایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔ جذبہ نہایت تمام سلاسل، طریقت میں مشترک ہے۔

## تعبیرات جمال و جلال

صوفیاء کرام کے نزدیک جمال و جلال کے متعدد مفہوم ہیں، مثلاً:

(۱) جمال سے مراد اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہے جو بصورتِ راحت و رحمت اور صحت و شفاء ظاہر ہوتا ہے۔  
(۲) جلال سے مراد اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہے۔ جو بصورتِ رنج و الم و تکلیف و مصیبت ظاہر ہوتا ہے۔  
(۳) جمال سے مراد تجلی لطف و رحمت ہے۔ تمام افعال و آثار خیرات و طاعات اور اعمالِ عبادات و حسنات کا مصدر اسی تجلی جمال سے وابستہ ہے۔

(۴) جلال سے مراد تجلی قہاری ہے۔ تمام افعال و آثار ضلالت و شرارت اور اعمالِ کثافت کا صدور اسی تجلی جلال سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۵) جمال سے مرتبہ وحدت اور جلال سے مرتبہ احدیت بھی مراد لیا گیا ہے۔

(۶) جمال سے التفاتِ محبوب اور جلال سے استغناءِ محبوب مراد ہے۔ **واللہ اعلم۔**

سالک جب تزکیہ نفس کے بعد مقام معرفت پر فائز ہوتا ہے اور جذبہ و سلوک کی دونوں جہتوں سے حصہ پاتا ہے اور جمالی و جلالی صفتوں کے ساتھ تربیت پاتا ہے تو اس کو ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ محبت ذاتی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اس مرتبے میں اسے جمال اور جلال دونوں یکساں نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جمال اور جلال دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل ہیں۔ محبوب کے فعل بھی محبوب ہوتے ہیں۔ اسی لئے جمال و جلال کی خصوصیات اس کی نظر سے اوجھل رہتی ہیں اور اس کی ساری توجہ صرف محبوب کی طرف رہتی ہے۔<sup>۱</sup>

<sup>۱</sup> (مکتوب ۶، البینات جلد ۱ صفحہ ۲۵ تا ۲۶)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

چون حدودِ این قضیہ نزول پُر زود بود و حقیر را بواسطہ تناولِ حبابِ ضعیف طاری شدہ بود بانجام کار این نزول نپرداخت ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر خواہد شد۔

**ترجمہ:** چونکہ نزول کے اس معاملہ کا واقع ہونا قوی اور زوردار تھا اور اس حقیر کو اسہال (جلاب آور دوا) لینے کی وجہ سے کمزوری لاحق ہو گئی تھی، اس لئے نزول کے نتیجہ میں مشغول نہیں ہوا، ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔

**شرح:** آپ کے اس فرمان سے دو امر ثابت ہوئے پہلا یہ کہ راہِ طریقت میں سالک کے لئے مجاہدہ و ریاضت کے ساتھ شیخ کی باطنی توجہات بھی ضروری ہیں اور اس کے لئے سالک کو کمالِ اہتمام اور اخلاص کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سالک کو جس طرح عروجی مراتب میں مرشد کی توجہ درکار ہے اسی طرح نزول کے مرتبوں میں بھی خصوصی توجہ کی ضرورت باقی رہتی ہے اور سالک (مرید) کسی وقت بھی اپنے شیخ کی توجہات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

دوسرا یہ کہ باطنی امور کے کشف و ظہور میں صرف ہمت اور وظائفِ طریقت کی ادائیگی کے معاملات کے لئے سالک کی ظاہری جسمانی صحت و تندرستی بھی لازمی ہے کیونکہ جسمانی صحت روحانی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت اور طبِ نبوی ﷺ میں حفظانِ صحت کے اصول و قواعد بتائے گئے اور معاملاتِ زندگی میں اعتدال و توازن کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ وظائفِ عبودیت بجالانے اور آدابِ طریقت ادا کرنے کے لئے جسمانی صحت و علاجِ معالجہ کے اصولوں پر بھی مکمل طور پر کاربند رہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ فان لجسدک علیک حقاً (تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے) اسی امر پر دال ہے۔

ہمارے مشائخ کے نزدیک عبادات و معاملات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ رزق، صحت اور دوا جیسی نعمتوں کا بھی مناسب اہتمام و استعمال ہونا چاہیئے، غیر شرعی جسمانی مشقتوں اور غیر مسنون چلوں و ریاضتوں کے ذریعے روحانی ترقی حاصل کرنے کی بجائے سنت و شریعت پر عمل کر کے روحانی ارتقاء حاصل کرنا چاہیئے چنانچہ عزیمت پر عمل کرنا خصوصیتِ نقشبندیہ میں سے ہے۔<sup>1</sup>

حضرت پیر حافظ عبدالکریم نقشبندی عید گاہ شریف والے کی جب کسی طالب پر نظر پڑتی تھی اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا اور بے خودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔

(کنز القدیم فی آثار الکریم، ص، ۱۹)

<sup>1</sup> (مکتوب ۷، البینات جلد ۱ صفحہ ۵۱۳ تا ۵۱۴)



## (۶) ہام نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

ایک ہی توجہ کی نگاہ سے موت آپڑی:

حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری لکھتے ہیں:

نقل است کہ بوترا ب نخبی رحمۃ اللہ علیہ مریدی داشت عظیم گرم و صاحب وجد ہر دو بیامند  
ب بسطام کہ چشم مرید بوترا ب بر بازید افتاد بلر زید، و در حال خشک شد و بمسرد، شیخ گفت  
در خدا این جوان کاری بود هنوز وقت کشف آن نبود در مشاہدہ بازید آن کار ب یکبار بر اواف ت طاقت  
نداشت فرو شد۔

شیخ ابوترا ب کا ایک مرید بڑا گرم اور صاحب وجد تھا ایک دن شیخ ابوترا ب اس کو سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ جب سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر اس مرید پر پڑی تو مرید زمین پر گر پڑا اور تڑپ کر واصل بحق ہو گیا۔ سلطان العارفین حضرت شیخ ترا ب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ حضرت ایک ہی نگاہ اور موت تو آپ نے فرمایا ابوترا ب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس نوجوان کے بدن میں ایک نور تھا جس کا افشاں ہونے کا ابھی تک وقت نہیں آ رہا تھا حضرت سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ توجہ سے وہ فوراً افشاں ہو گیا اسے اس جلال کی قوت برداشت نہ تھی اس نے دم توڑ دیا۔<sup>1</sup>

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال:

حضور اکرم ا جب غار حرا میں تھے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور تین بار فرمایا **اقراء** دو دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جواب دیا **ما انا بقاری**۔ مگر تیسری بار حضرت جبریل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر چھوڑا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پڑھنا شروع کر دیا۔

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں عارف کامل محدث اجل عبد اللہ ابن ابی جرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذني فغطني۔ الخ فيه دليل على ان اتصال جرم الغاط بالمغط وضمه اليه  
تحدث به في الباطن قوة نورية متشعشة تكون عوناً على حمل ما يلقى اليه لان جبريل عليه السلام لما اتصل جرمه بذات  
محمد السنية حدث له بذلك ما ذكرناه وهو حملة مالقى اليه ووقوفه لسمع خطاب الملك ولم يكن قيل له ذلك  
وقد وجد ذلك اهل الميراث من اهل الصوفة المتبعين المحققين۔<sup>2</sup>

<sup>1</sup> (تذكرة الاولياء ص ۱۵۳)

<sup>2</sup> (بہجۃ النفوس، ص ۱۶ ج ۱)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسے بھیجا گیا۔ جو ایک طریقہ حصول فیض کا ہے۔ تو اس جسم کے اتصال سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس قوت سے دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب جبریل علیہ السلام کا جسم مبارک رسول اکرم کی ذات اقدس سے متصل ہوا تو اس میں وہ کیفیت نورانیہ پیدا کر دی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ مزید یہ کہ فرشتہ کی آواز سنی جو اس سے پہلے نہ سنی تھی۔ اور متبعین سنت اور محققین صوفیاء جو اصل وارث ہیں نے یہی طریقہ حاصل کیا ہے۔

### شاہ عبدالعزیز اور توجہ کی اقسام اربعہ

اس حدیث مبارکہ کے تحت لامع الدراری علی جامع البخاری میں لکھتے ہیں :

واجاد شیخ مشائخنا الشاہ عبدالعزیز فی تفسیرہ فی حکمة هذه الضغطة فقال مامعربہ ان هذه الضغطة كانت الانشاء اثر و حانية جبرئیل علیہ السلام فی روحہ ﷺ و ذالک ان تاثیر المشائخ الکاملین فی نفس الآخر الذی یعبرو نہ فی اصطلاحهم بالتوجه علی اربعة انحاء الاول تاثیر انعکاسی مثاله رجل لطح علی جسده طبيا کثیر او معطرات غالية يفوح منها الرياح الطيبة الكثيرة فجلس فی مجلس و حوله عصابة تمتعوا بهذه الرياح و تدخل هذه الرياح الطيبة فی مشامهم فيتاثرون بها و هذا اضعف التأثيرات لان اثره یبقى ماداموا فی مجلس هذا الشيخ و الثانی تاثیر القاء بمنزلة رجل اخذ سكرجة و القی فیها من الزيت و الفتيلة و ذهب عند الشيخ فاخذ منه لهبا نور مصباحه كان الشيخ القی فیہ انواره و هذا اقوى من الاول اذ یبقى اثره بعد صدوره من مجلس الشيخ و مع ذالک لو عارض مصباحه شیء من الريح الشدید و غیره اطفی نوره و ایضا لا یكون فی هذا النوع مزید اصلاح لنفس المرید لانه لم یؤثر فیہ الشيخ الا بالقاء نوره فمدار اصباحه علی نظافة زیتہ و جودة فتیلته ان کانتا جودا کان الضیاء ایضا جیدا و الافلا۔ الثالث تاثیر اصلاحی بمنزلة رجل حفر نهراً و اصلح صنعته و اوصله الی البحر لیجرى منه الماء فی نهره و جعله فی نزول عند البحر حتی یجرى منه السیل فی نهره بالسرعة و الشدة و هذا التأثير اقوى من الاولین فان فیہ یزول العوارض المانعة من جریان الماء کالتراب و الاوراق و غیر ذالک فانها تسیل مع الماء الا ان یقع عارض فی النهر من الخرق و النقب و غیر ذالک۔ الرابع تاثیر اتحادی بان یجعل روحه الحامل للکمالات العلیة متحد ابروح المسترشد بالقوة و الشدة و الضغطة و معلوم ان هذا التأثير اقوى التأثيرات السابقة و ذکر فی ذالک قصة معروفة لشیخ مشائخنا النقشبندیة الخواجه باقی بالله شیخ حضرت المجدد الف ثانی رحمة الله تعالی علیہ التی وقعت مع الطباخ الذی هیأ ضیافة ضیاف شیخ المشائخ رحمة الله تعالی علیہ قال الشیخ فغطه جبرئیل علیہ السلام کان من هذا القبیل حتی تاثر روحه الشریف بروح حانية جبرئیل علیہ السلام الملكية و اصطبغ به اصطبغا تاما قلت و هذا توجیه لطیف لا ینکره الا من جهل هذا الطريق۔

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** شیخ المشائخ الشاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر میں اس حدیث کی حکمت میں اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کچھ دباناسا لیے تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کی روحانیت حضور علیہ السلام کی روح میں شامل ہو جائے اس لیے کہ کاملوں کی تاثیر جو دوسرے کے اندر اثر پیدا کرتی ہے جس کو اہل طریقت کے عرف میں توجہ کہتے ہیں چار طرح سے ہوتی ہے۔

**اول: تاثیر انعکاسی** وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آوے اور اس عطر کی خوشبو سب ہم نشینوں کے دماغ کو معطر کر دے پس یہ قسم سب قسموں میں توجہ کی ضعیف ہے کیونکہ اس کا اثر تب تک ہی ہے جب تک اس کی صحبت ہے بعد اس کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

**دوسری: تاثیر القائی:** وہ اس قسم کی ہے جیسے کوئی شخص بتی اور تیل دیے میں ڈال کر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تھی اس نے اس کو روشن کر دیا پس چراغ تیار ہو گیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچھ قوت رکھتی ہے کہ سیکھنے سکھانے کی صحبت کے بعد بھی اس کو اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی صدمہ پہنچا جیسے آندھی یا بینہ یا کوئی اور آفت تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے کیونکہ یہ تاثیر نفس اور لطیفوں کو درست نہیں کر سکتی ہے جیسے خام تیل اور بتی اور دیے کو فقط شعلہ سنوار نہیں سکتا۔

**تیسری: تاثیر اصلاحی:** اس کی مثال گویا کہ ایک شخص کی ہے کہ جو ایک نہر کھود کر اس کو درست کرتا ہے پھر دریائے پہنچاتا ہے تاکہ دریا سے اس نہر میں پانی آجائے اور اس نہر کو دریا سے نیچے کر دیتا ہے تاکہ دریا سے اس میں پانی شدت اور تیزی سے آجائے کیونکہ اس میں پانی کو روکنے والی اشیاء مثلاً مٹی، پتے اور خس و خاشاک پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ جاتی ہیں ہاں اگر نہر میں کوئی پھٹن یا سوراخ ہو تو پھر پانی کا نقصان ہوگا۔ اس قسم کی تاثیر پہلی دو تاثیروں سے بہت قوی ہے اسی طرح نفس کی اصلاح اور ستھرائی لطیفوں کی بھی اس میں ہوتی ہے لیکن خزانے (دل) کی استعداد راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہے نہ کنوئیں اور دریا کے برابر اور ان سب باتوں کے ساتھ بھی اگر خزانے (دل) میں کچھ آفت یا فتور واقع ہو جائے تو البتہ نقصان پڑ جاتا ہے چوتھی۔ تاثیر اتحادی: کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور سے ملاوے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب میں اثر کر جاوے اور یہ مرتبہ سب قسم کی تاثیروں سے زیادہ تر قوت رکھتا ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہو جانے سے دونوں کے جو کچھ کہ شیخ کی روح میں ہے طالب کی روح میں سما جاتا ہے اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہیں رہتی ہے سو اولیاء اللہ میں اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ کے مکان پر کئی مہمان آگئے اور اس روز آپ کے ہاں کچھ کھانے کی قسم سے موجود نہ تھا اس واسطے ان کو کمال تشویش ہوئی اور ان کے کھانے کی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نان بائی کی دکان آپ کے مکان کے متصل تھی اس نے اس بات کی خبر پا کر ایک خوان روٹیوں کا بھرا ہوا روٹیوں کا خوب مکلف

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

مرغن نہاری کے ساتھ آپ کے سامنے لا کر حاضر کیا آپ اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے اس نے عرض کی کہ مجھ کو اپنے جیسا کر دیجئے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نہ کر سکے گا کچھ اور مانگو مگر وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تھا اور خواجہ انکار کرتے تھے جب وہ بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہو کر اس کو اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور توجہ اتحادی اس پر کی جب حجرے سے باہر نکلے تو خواجہ میں اور اس نان بائی کی صورت شکل میں کچھ فرق باقی نہ رہا تھا لوگوں کو پہچاننا مشکل پڑا تھا لیکن اس قدر تھا کہ خواجہ ہوش میں تھے اور وہ نان بائی بے ہوش اور سرشار القصہ اس نان بائی نے تین روز کے بعد اسی سکر اور بے ہوشی میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ تاثیر جبرئیل علیہ السلام کی اس بھینچنے میں تاثیر اتحادی تھی کہ اپنی روح لطیف کو بدن کے مساموں کی راہ سے آنحضرت ﷺ کے بدن میں داخل کر کے آپ کی روح مبارک سے ملا دی اور شیر و شکر کے مانند گھل مل گئیں تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان میں پیدا ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ اور جو توجیہ بیان کی گئی حدیث مبارکہ کی بہت ہی لطیف ہے اور اس کا انکار نہیں کرتا مگر وہ جو اس طریق سے بے خبر ہو۔<sup>1</sup>

### توجہ شیخ اور فقہاء:

تصوف و سلوک کی خصوصیت میں سے منازل سلوک اور مقامات سلوک طے کرنا ہے جیسا کہ شامی میں ہے:

الطريقة هي السيرة المختصة بالسالكين الى الله تعالى من قطع المنازل والترقي في المقامات۔

**ترجمہ:** اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل کی توجہ ہے اور یہ ذریعہ محض ایجاد بندہ نہیں بلکہ اس کی اصل حدیث میں موجود ہے۔<sup>2</sup>

چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

وقال هذا القدر من الحديث اصل عظيم من اصول الدين وقاعدة مهمة من قواعد المسلمين وهو عمدة الصديقين وبغية السالكين وكنز العارفين واداب الصالحين وقد ندب اهل التحقيق الى مجالسة الصالحين ليكون ذالك مانعا من التلبس بشئ من النقائص احترام الله واستحياءهم۔

**ترجمہ:** فرمایا یہ حدیث (جبرئیل یا حدیث حسان رضی اللہ عنہ) اصول دین میں سے عظیم اصل ہے۔ اور قواعد مسلمین میں سے ایک اہم قاعدہ ہے۔ اور یہ حدیث صدیقین کی معتمد علیہ اور سالکین کی مطلوبہ چیز ہے۔ اور عارفوں کا خزانہ اور صلحاء کے

<sup>1</sup> (لامع الدراری علی جامع البخاری جلد ۱ ص ۵، تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۲۴۵ سورۃ علق، فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۰ ایچ ایم سعید کمپنی)

<sup>2</sup> (شامی ج ۳ ص ۲۳۹)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

آداب میں سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء محققین نے صلحاء کی مجالس کی ترغیب دلائی ہے تاکہ ان اولیاء اللہ و صلحاء کی مجلس، عیوب و نقائص پیدا ہونے میں رکاوٹ بن جائے جس کی وجہ ان صلحاء کا احترام یا ان سے حیا کرنا ہوگا۔<sup>1</sup>

اور تحفۃ الباری میں توجہ صوفیاء کا واضح ثبوت بیان ہوا ہے:

فاخذنی و غطنی ای ضمنی و عصرنی قال علماء الشریعة کان هذا الغط ضررًا من التنبيه لاحضار القلب ليقبل بكلية الى مايلقى اليه وعليه وقال علماء الطريقة كان هذا الغط توجهًا باطنياً لا یتصل الفیض الروحانی و تغليب الملكية عن البشرية۔

**ترجمہ:** پس جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑا اور سینہ سے لگایا اور بھینچا۔ علماء ظواہر کہتے ہیں کہ یہ بھینچنا دل کو متوجہ کرنے کیلئے ایک قسم کی تنبیہ تھی کہ جو چیز قلب پر القاء ہو وہ اسے قبول کر لے اور علماء طریقت کہتے ہیں کہ یہ سینے سے لگانا حصول فیض کیلئے باطنی توجہ تھی اور بشریت پر ملکیت کو غالب کرنا مقصود تھا۔

قیل الغط الاول فیتخلی عن الدنيا و الثانية یستفرغ لمایوحی الیه الثالثة للموانسة و مثل هذا التصرف الباطنی ثابت بالکتاب و السنة و علیہ السادة الصوفیة قال الله عز و جل اذ یوحی ربک الی الملائكة انی معکم فثبتوا الذین امنوا ای بالقاء الخصیة و التوجهات الباطنیة۔

پہلی مرتبہ بھینچنے سے مقصد دل کو دنیا سے خالی کرنا تھا، دوسری مرتبہ وحی کیلئے دل کو فارغ کرنا تھا اور تیسری مرتبہ انس پیدا کرنے کیلئے تھا۔ اسی طرح تصرف باطنی قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اسی پر صوفیائے کرام کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو یعنی القاء اور توجہ باطنی سے ثابت قدم رکھو۔<sup>2</sup>

**فائدہ:** ہمارے سلسلہ میں اس فعلی حدیث کی روشنی میں سالک پر ابتداء میں تین بار توجہ کی جاتی ہے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں متواتر چلا آ رہا ہے۔

مشکوٰۃ میں حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ان کی زبانی مذکور ہے:

فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشَيْنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفُضِّضْتُ عَرَقًا وَ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔

<sup>1</sup> (فتح الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۸۹)

<sup>2</sup> (تحفۃ الباری جلد ۱ ص ۲۱)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

**ترجمہ:** حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب زمانہ جاہلیت سے بھی زیادہ میرے دل میں واقع ہو گئی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجھ پر چھاتی ہوئی کیفیت دیکھی تو میرے سینے پر دست اقدس مارا تو میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حالت یہ ہو گئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔<sup>1</sup>

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ فرماتے ہیں:

**فَلَمَّا نَالَ بَرَكَةُ يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَالَ عَنْهُ الْغَفْلَةُ وَالْإِنْكَارُ وَصَارَ فِي مَقَامِ الْحُضُورِ وَالْمُشَاهَدَةِ اهـ**

**ترجمہ:** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے صحابی کی غفلت زائل ہو گئی اور فوراً ہی مقام حضور و مشاہدہ حاصل ہو گیا۔<sup>2</sup>

وعن ابی بن کعب قال: قال رسول الله ﷺ يا ابا المنذر! أتدري أى آية من كتاب الله تعالى معك أعظم؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال: يا ابا المنذر! أتدري أى آية من كتاب الله تعالى معك أعظم؟ قلت: الله لا إله إلا هو الحي القيوم (بقرہ ۲۵۵) قال: فضرب في صدرى وقال لي هنك العلم يا أبا المنذر۔ (رواه مسلم)

**ترجمہ:** حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو منذر کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے عظیم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے کہا: **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ**۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اے ابو المنذر، خدا کرے تمہارا علم خوش گوار ہو۔ اس حدیث شریف کے تحت علامہ الحدیث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

**وفي الحقيقة كان در كه ايضا من تصرفه ﷺ وتعليمه في الباطن۔**

یعنی حقیقت میں ان کے سینے میں علوم کا آنا، یہ آپ ﷺ کے تصرفات میں سے تھا اور علم باطن کی تعلیم تھی۔<sup>3</sup>

**نبی کریم ﷺ کا اپنے جانی دشمن کو توجہِ سلس کے ذریعے اپنی محبت عنایت فرمانا**

علامہ ابو زہرہ الاولیس بن عبد اللہ المحبتی الحسینی لکھتے ہیں:

**التوجه: بعد فتح مكة هم فضالة بن عمير أن يقتل رسول الله ﷺ وهو يطوف بالبيت، فلما نادى منه قال له رسول الله**

**ﷺ: أي فضالة، قال: نعم يا رسول الله ﷺ فقال: ماذا كنت تحدث به نفسك؟ قال: لا شيء، كنت اذكر الله**

<sup>1</sup> (صحيح مسلم، رقم: مشکوة المصابيح، رقم: ۲۲۱۳)

<sup>2</sup> (مرقاة المفاتيح شرح مشکوة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، باب اختلاف القراءات، ج ۵، ص ۹۳، المكتبة الرشيدية، كوئٹہ)

<sup>3</sup> (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، جلد ۴ ص ۵۴۶)

## (۶) باب نمبر چھ: فیض، توجہ اور تلقین سالکین، ثبوت، ضرورت و اہمیت

فضحک النبی ﷺ ثم قال: (استغفر الله) ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه وكان فضالة يقول: والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما خلق الله شيئاً أحب منه وتأثيره ﷺ بمجرد توجيہ نظره الى شخص فى السنة كثير، وهذه الافاضة مما يتوارثه الأولياء عن سيد المرسلين ﷺ فيستطيعون باذن الله أن يزكو أمر يدهم المستعدين لذلك بافاضة الأنوار على قلوبهم حتى تخلص وتزكو أنفوسهم۔

**ترجمہ: توجہ:** فتح مکہ کے بعد فضالہ بن عمیر نے قصد اور ارادہ کیا کہ آپ ﷺ مبارک کو قتل کر دے اور آپ ﷺ مبارک طواف فرما رہے تھے جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فضالہ؟ تو اس نے جواب دیا، جی یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں کیا سوچ رہے ہو؟ تو فضالہ نے کہا کہ کچھ نہیں میں تو اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ مبارک مسکرا نے لگے پھر فرمایا اللہ سے توبہ کر۔ پھر آپ ﷺ مبارک نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر رکھا پس اس کے دل کو سکون اور قرار ملا۔ فضالہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے اٹھایا ہی نہیں تھا حتیٰ کہ اللہ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب مجھے آپ ﷺ کی ذات ہو گئی۔ آپ ﷺ کی تاثیر خالص کسی کی طرف دیکھنے کے ساتھ احادیث مبارکہ میں کثرت کے ساتھ مروی ہے۔ اور یہ افاضہ (یعنی توجہ) وراثت میں اولیاء کرام کو ملی ہے آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے۔ تو یہ طاقت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کہ یہ مریدین مستعدین کا تزکیہ کریں انوار کے فیضان سے ان کے دلوں پر۔ یہاں تک کہ مخلصین اور ان کا تزکیہ نفوس ہو جائے۔<sup>1</sup>

**فائدہ:**

- ۱۔ توجہ کرنے کی غرض و غایت: سالکین کے دلوں سے غفلت کو دور کرنا اور نور ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے۔
- ۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ توجہ سے انکشاف ہو جاتا ہے۔
- ۳۔ مجاہدات اور ریاضت کے ذریعے سالہا سال اتنا فائدہ نہیں ہوتا جو شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔
- ۴۔ شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہو سکتے کیونکہ سلوک اور تصوف، القائی اور انعکاسی عمل ہے۔

۵۔ توجہ کے لئے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے۔

## For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

<sup>1</sup> (الاشارات السنیة لسالکی الطريقة النقشبندیة ص ۲۶ انظر القصة فی البداية والنهاية لابن کثیر ج ۳ ص ۸۰)